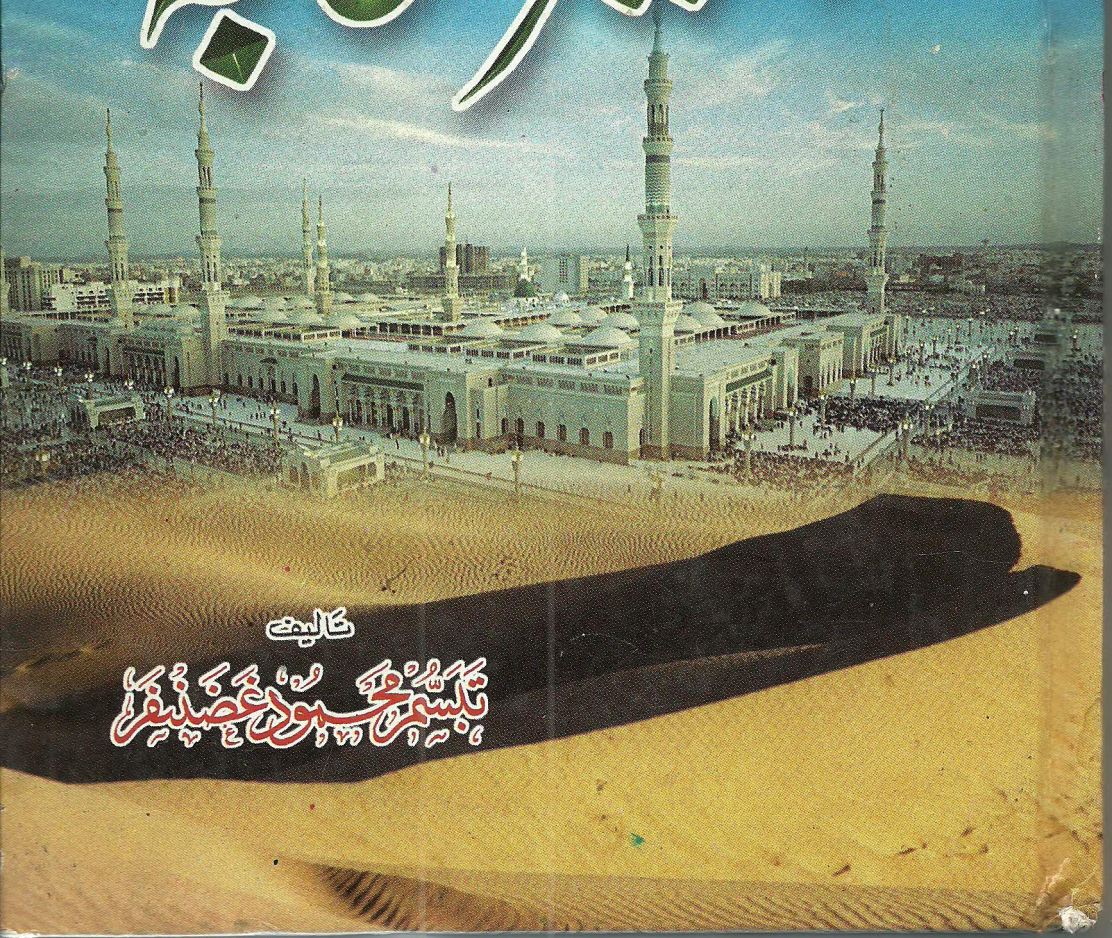


سُفَرُ الرَّسُولِ كَيْ تَعَارُفَ وَخُصُوصِيَّاتٍ بِمُشْتَمِلٍ

سَلْطَنَتِ مَدِينَةِ كَيْ

سَفَرِ صَحَابِهِ

عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ



كَلِمَاتِي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مفتی الرحمن کے تعارف و خصوصیات پر مشتمل
سلطنت ہند کے

سید محمد حجازی

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کر دی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

نام کتاب

سلطنتِ مدینہ کے سفیر صحابہ رضی اللہ عنہم

از:

تبسم محمود غضنفر

صفحات: ۲۳۶ قیمت: ۶۰/- روپے

طبع اول: اگست ۲۰۰۴ء

باہتمام

محمد ناصر خان

Name of the book

Saltanat-e-Madina Ke

SAFEER SAHABA Raziyallahu Anhum

By: **Tabassum Mahmood Ghazanfar**

1st Edition: **August, 2004**

Pages: 236

Price: **Rs. 60/-**

Size: 23x36/16



فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2

Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998 Res.: 23262486

E-mail: farid@ndf.vsnl.net.in Websites: faridexport.com, faridbook.com

Printed at: Farid Enterprises, Delhi-6

عبدالرشید کے تعارف و خصوصیات پر مشتمل
سلطنتِ کبیرہ کے

سفرِ حجاز

تالیف

تبسمہ مجیب غصنہ فریدی

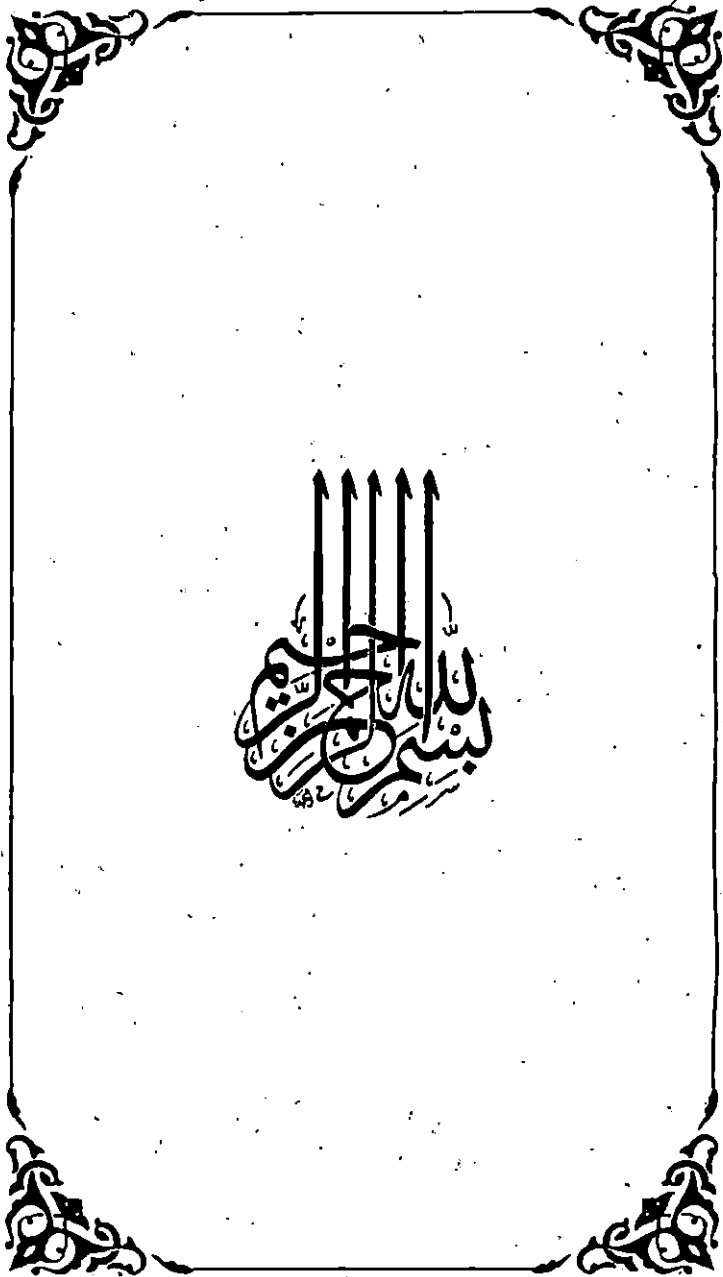
گولڈ میڈلسٹ

پنجاب یونیورسٹی لاہور

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

NEW DELHI-110002



فہرست

سفارتوں - تعارف و تاریخ

- 17..... ✉ سفارت - لغوی و اصطلاحی معانی
- 18..... ✉ سفارت کے لیے اصطلاحات
- 20..... ✉ سفارت اور ڈپلومیسی
- 21..... ✉ سفارت کی ضرورت و اہمیت
- 23..... ✉ قبل از اسلام سفارتی تعلقات کی نوعیت
- 26..... ✉ عہد قدیم میں سفارت کے مقاصد
- 27..... ✉ نبی کریم ﷺ کی سفارتی حکمت عملی اور اس کے نتائج
- 31..... ✉ عہد جدید میں سفارت کا آغاز و ارتقاء

عہدہ گ سفارت اور اس کے تقاضے

- 35..... ☆ سفیر کا مفہوم
- 39..... ☆ سفیر کا انتخاب
- 40..... ☆ سفیر کی خصوصیات
- 43..... ☆ سفیر کے فرائض
- 44..... ☆ سفیر کے حقوق

مصر احاطہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تحارف



- 50..... حضرت وحید بن خلیفہ الکلبی رحمہ اللہ بنام شاہ روم برقل
- 57..... حضرت عبداللہ بن حذافہ رحمہ اللہ بنام شاہ ایران کسری پرویز
- 63..... حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رحمہ اللہ بنام حاکم مصر مقوقس
- 70..... حضرت شجاع بن حصب الاسدی رحمہ اللہ بنام حاکم دمشق حارث بن ابی شمر القسانی
- 73..... حضرت سلیط بن عمرو العامری رحمہ اللہ بنام رئیس یمامہ حموذہ بن علی الکلبی اور شامہ بن اثال
- 77..... حضرت عمرو بن العاص القرظی رحمہ اللہ بنام جیتر بن جلدی اور عبد بن جلدی سرواران عمان
- 84..... حضرت علاء بن الحضرمی رحمہ اللہ بنام منذر بن سلاوی
- 88..... حضرت حارث بن عمیر الازوی رحمہ اللہ
- 90..... حضرت مہاجر بن ابی امیہ رحمہ اللہ بنام حارث بن عبدکلال الحمیری
- 93..... حضرت جریر بن عبداللہ الکلبی رحمہ اللہ بنام ذوالکلاع اور ذومرد
- 99..... حضرت جعفر بن ابی طالب رحمہ اللہ
- 105..... حضرت عمرو بن امیہ الضمری رحمہ اللہ بنام شاہ حبشہ نجاشی
- 108..... حضرت عثمان بن عفان رحمہ اللہ بنام قریش مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دیے

مصر کے گرم کی دوئی سرگرمیاں



- 119..... حضرت وحید بن خلیفہ الکلبی رحمہ اللہ کی شاہ روم کو دعوت اسلام
- 128..... حضرت عبداللہ بن حذافہ رحمہ اللہ شاہ ایران کسری کے دربار میں
- 136..... حضرت حاطب کا سفارتی مشن اور مصر میں اسلام کی اشاعت

145..... دشن میں تبلیغ اسلام

148..... ہودہ بن علی الجعفیؓ کی طرف سفیر رسول ﷺ کی روانگی

151..... خیر بن جلدی اور عبد بن جلدی کی طرف سفیر رسول ﷺ کی روانگی

157..... منذر بن ساوی کی طرف

162..... حارث بن عبدکمال الحمیری کی طرف

164..... ذوالکلاع اور ذومعرو کی طرف

165..... نجاشی کو دعوت اسلام

172..... سفارت عثمان بن عفانؓ

باب نمبر 5

سفر اہل الرسول ﷺ کی خصوصیات

177..... کمال اسلام

180..... اطاعت رسول

184..... فصاحت و بلاغت

187..... علم

189..... حسن اخلاق

193..... صبر و تحمل

196..... شجاعت

199..... حکمت و دانائی

202.....منسوب سازی

205.....شخصی وجاہت

باب نمبر 6

اثرات و نتائج

211.....دینی اثرات

215.....معاشرتی اثرات

218.....سیاسی اثرات

220.....معاشی اثرات



حرف چند

الحمد لله رب العلمين و الصلوة والسلام على سيد

المرسلين و على آله و اصحابه اجمعين اما بعد

سید المرسلین، خاتم النبیین، حبیب العالمین، رحمۃ العالمین، شفیع المذنبین، شاہ عرب و عجم ﷺ کی تربیت یافتہ ہستیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پر انوار رسالت، براہ راست پڑے جنہوں نے اپنی ایمانی آنکھوں سے چہرہ نبوت کا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جنہوں نے آغوش نبوت میں پرورش پانے کا اعزاز حاصل کیا۔ جو دبستان رسالت سے جہانبانی و جہاں آرائی کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ جو ایمان کامل، یقین محکم اور عمل بہیم کا حسین مرقع تھے جو جرات و شجاعت، محبت و مودت کا دلاویز پیکر تھے۔ جن کا گذر جہاں سے بھی ہوا وہاں کی فضا میں ایمانی خوشبو سے معطر ہو گئیں۔ گلشن انسانیت کے بند غنچے کھلنے لگے۔ خزاں میں بہار آشنا ہو گئیں۔ آغوش نبوت سے تربیت پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر میدان میں قائدانہ کردار ادا کرنے کے لئے اکتاف عالم میں پھیل گئے۔ حکمرانی و جہانبانی، سیادت و قیادت، میدان ہائے جہاد و قتال، عمرانیات و معاشیات اور سفارت کاری کے میدان میں ماہرانہ طور پر انتظام و انصراف کا ایسا دلکش انداز اپنایا کہ دنیا والے انگشت بدندان رہ گئے۔ منتخب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفارت کاری و پیغام رسانی کے میدان میں ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے کہ شاہی درباروں کے حاشیہ نشین حکمگن لگا کر دیکھتے رہ گئے کہ یہ زراعی شان والے لوگ کس دنیا کے باسی ہیں؟

نبی کریم ﷺ کے جملہ سفرائے کرام عظمت کے مینار تھے۔ ان میں شاہین کا تجسس، عقاب کی نگاہ، شیروں کا حوصلہ، چیتے کا عزم، پہاڑوں کا وقار، سمندروں کا تہوج، دریاؤں کا شور، آبشاروں کا ترنم، پھولوں کی مہک، بلبل کی چپک، سبزہ زاروں کی لطافت، بادِ صبا کی ٹھنڈک اور طوفانوں کی ہیبت پائی جاتی تھی۔ وہ جدھر سے بھی گزرے اپنی یادوں کے خوشگوار اثرات چھوڑتے چلے گئے۔

عزیزم دختر تم، محمود (ایم اے اسلامیات، گولڈ میڈلسٹ) نے دربار رسالت کے سفیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سفارتی کارناموں کو علمی اور تحقیقی انداز میں قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی

ہے۔

یہ تحقیقی کام شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے ان کے ذمے لگا گیا۔ جس کی راہنمائی اور نگرانی قابل صد احترام جناب ڈاکٹر محمد حماد لکھوی حفظہ اللہ نے کی۔ میں تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں کہ ان کی راہنمائی میں اردو ادب میں ایک مفید کتاب کا اضافہ ہوا میں شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے جملہ اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں۔ جن کی تعلیم و تربیت سے عزیزم دختر تم تبسم محمود کو ایم اے اسلامیات ۲۰۰۱ میں اول پوزیشن حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس علمی مقالے کا نام ”سفر الیہ الرسول تعارف و خصوصیات“ تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن اسے کتابی صورت میں پیش کرتے ہوئے قارئین کرام کی سہولت کی خاطر اس کتاب کا نام سلطنتِ مدینہ کے سفر صحابہ رضی اللہ عنہم رکھا گیا ہے، کتاب کی اہمیت، اندازِ تحریر اور اس کے مستند ہونے کے بارے میں تو قارئین کرام ہی بہتر فیصلہ صادر کریں گے۔

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا سہرا میرے تراجم و تصانیف کے ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور کے سر ہے۔ جنہوں نے اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس کتاب کو انتہائی دیدہ زیب اور دلکش انداز میں زورِ طباعت سے آراستہ کر کے اہل علم اور اہل دانش کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس ادارے کو مسلسل ترقی و کامیابیوں کی منازل طے کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ (آمین)

قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں، ہمیں بھی یاد رکھیں اللہ

ہمارا حامی و ناصر ہو۔

وصلی اللہ علی النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم۔

محمود احمد غضنفر

۲۸۔ اگست ۲۰۰۲

انتساب



اپنے عظیم اور قابلِ قدر والدین کے نام جن کی محبتوں
شفقتوں اور کاوشوں کی بدولت مجھے یہ مقام نصیب
ہوا کہ میں

”سفرِ الرسول ﷺ - تعارف و خصوصیات“
جیسے اہم ترین، اعلیٰ اور ارفع ترین موضوع پر خانہ فرسائی
کی سعادت حاصل کر رہی ہوں۔

بسمِ محمود

اظہارِ تشکر

مقالہ ہذا کی تشکیل تبہا میرے بس کی بات نہ تھی۔ بہت سے اسباب بہت سے سہارے مہر اساتھ دیتے رہے جن میں سب سے اعلیٰ و ارفع سہارا اللہ رب العزت کی ذات کارہا جس کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ دیگر اسباب بھی اسی اعلیٰ و ارفع ذات کے فرائض کردہ تھے جو قدم قدم پر میرے معاون بنے۔

اس ضمن میں میں اپنے نگران مقالہ استاذ محترم جناب محمد حماد کی صدق دل سے ممنون ہوں کہ جن کی پیشہ وارانہ اور ہمدردانہ راہنمائی اگر شامل حال نہ ہوتی تو اس تحقیقی سفر کی رکاوٹیں عبور نہ ہوتیں۔ میں اپنے والد محترم و کرم محمود احمد غففر کی شکر گزار ہوں کہ جن کی خواہش پر میں نے اس بار گراں کی ذمہ داری اٹھائی جن کی راہ نمائی میرے شامل حال رہی اور جن کے نادر اسلامی کتب کو جمع کرنے کے شوق نے میرے مقالہ کی تکمیل کی راہ میں کچھ آسانیاں پیدا کر دیں اور جن کی ذہنی لائبریری سے مجھے بھرپور استفادہ کا موقع ملا۔

اظہار تشکر کا مقصد اذہور ارہ جائے گا۔ اگر میں اپنی والدہ محترمہ کا شکر یہ ادا نہ کروں کہ جن کی بدولت آج میں اس مقام پر ہوں۔ آج میں جو کچھ ہوں اپنی والدہ کی دعاؤں اور ان کی کوشش کی وجہ سے ہوں جنہوں نے ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔

اس کے علاوہ میں مشکور ہوں اپنی بہن حمیرا کی بھائی حافظہ ضیاء الرحمن کی اور اپنی دوست شمیمہ علی کی کہ جنہوں نے میری بھرپور معاونت کی۔ آخر میں شکر یہ ادا کروں گی ان تمام اساتذہ کا جو ہمارے لیے مینارہ نور ہیں۔ اور جن سے میں نے اپنے حصے کی روشنی حاصل کی۔



اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان سب کو اجرِ عظیم سے نوازے اور میری اس ادنیٰ سی
 کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین
 وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تبسم محمود

(ایم۔ اے۔ گولڈ میڈلسٹ)

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (۲۷:۵)

نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم موصول ہوا اور آپ ﷺ نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تبلیغ کے کام کا آغاز کیا۔

اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے اہل خانہ کو اسلام کی تبلیغ کی اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں اس دعوت کو عام کیا تین سال خفیہ تبلیغ کے بعد آپ ﷺ نے اعلانیہ دعوت اسلام دی۔ اس کے نتیجے میں آپ کو ہر طرح ڈرایا ستایا اور دھمکا یا گیا لیکن آپ ﷺ نے نہ حق کے راستے کو چھوڑا اور نہ تبلیغ کے عمل کو دن بدن آپ ﷺ کے جانثاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے مظالم میں بھی۔ جن سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حبشہ کی طرف ہجرت کر گئی۔ ان مہاجرین نے بھی نبی کریم ﷺ کے سفارتی مشن کو آگے بڑھایا اور تبلیغی فرائنس سرانجام دیے۔ جب قریش مکہ کے مظالم مکہ میں رہنے والے مسلمانوں پر حد سے زیادہ بڑھ گئے تو نبی کریم ﷺ نے اذن الہی سے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

مدینہ جا کر تاریخ کا ایک نیا باب رقم ہوا۔ مکہ میں تو قریش عالمی مشن کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ لیکن ہجرت مدینہ کے بعد امت کی شیرازہ بندی کا کام ممکن ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اپنے نصب العین کے حصول کے لیے عالم گیر کوششیں شروع کر دیں۔ اور اس کام کو عرب کو بنایا۔ قبائل کے سرداروں کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور مسلمانین کے پاس سفراء کو مکتوب گرامی دے کر روانہ کیا۔ اس طرح سے آپ ﷺ نے ایک ایسے سفارتی نظام کی بنیاد رکھی جو کہ مہذب حکومتوں میں رائج ہوتا ہے۔ اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے اس پہلو کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ہر کوئی اس حقیقت کو یقیناً قبول کرے گا کہ نبی کریم ﷺ تاریخ انسانی کی وہ بین الاقوامی اور عالمگیر شخصیت

حقیقت کو یقیناً قبول کرے گا کہ نبی کریم ﷺ تاریخ انسانی کی وہ بین الاقوامی اور عالمگیر شخصیت ہیں کہ جنہوں نے بین الملکی بین الریاستی اور بین الاقوامی تعلقات کو منضبط اور مرتب کرنے کے لیے نہ صرف جامع اصول دیے بلکہ ان اصولوں کی بنیاد پر خود بھی ہم عصر ریاستوں اور قبائل سے بین الاقوامی سطح پر تعلقات رکھے۔

دو حکومتوں کے درمیان تعلقات کا وسیلہ جو ذات ہوتی ہے وہ اپنی یا سفیر کہلاتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی ہم عصر ریاستوں سے تعلقات قائم کرنے کے لیے اور ان تک دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے اپنے جاٹار صحابہ کرامؓ میں سے سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے چند صحابہ کرام کو منتخب کیا۔

چونکہ اسلامی نظامِ سفارت کا مقصد ہی اسلامی تحریک کا فروغ اور اغلائے کلمۃ اللہ تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس اور آپ ﷺ کے سفرانے بلا خوف و خطر اور بلا تامل پورے دثوق اور کامل یقین کے ساتھ تحریکِ اسلامی کے مبلغ اور داعی کی حیثیت سے سفارت کے فرائض سرانجام دیے اور اس فریضے کی انجام دہی میں نہ تو کوئی آکٹاہٹ محسوس کی اور نہ کسی قسم کی تنگی اور خوف نہ ہی اس بات کی پرواہ کی کہ مخالفین ان کا کیسا استقبال کرتے ہیں اور کیسا سلوک کرتے ہیں۔ بلکہ پورے خلوص، لگن اور محبت و محنت کے ساتھ اپنے میشن کی تکمیل کی اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے کسی قسم کی سستی یا کمزوری کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ صحیح اور دو ٹوک بات کہہ کر اپنے موقف پر سختی سے عمل پیرا ہوئے۔ اور ان کی اس جرأت نے بے ہاکی اور دو ٹوک انداز کو دیکھ کر بادشاہ اور درباری حیران اور ششدر رہ گئے۔

زیر نظر کتاب کا موضوع بھی یہی سفرانے عظام ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے عائد ذمہ داری کو کما حقہ پورا کیا۔ ایسا انداز بیان اختیار کیا کہ جس میں صداقت اور راستگاری کا مہر پور مظاہرہ تھا۔ پروقار اندازِ نظم تھا۔ اور تمام سفرانے امتات اور پیغمبری کا مکمل اور عمدہ نمونہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سفرانے کے ذریعے اپنی معاصر حکومتوں تک جو خطوط پہنچائے ان سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دنیا میں کس طرح کا انقلاب برپا کرنے کی طرف قدم اٹھایا تھا۔ آپ ﷺ کی اس تعلیم کی بدولت ایک جاہل اور پسماندہ قوم ہر لحاظ سے ایک بالیدہ اور بائع نظر قوم بن گئی۔ اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو تمام اعلیٰ اخلاق و اوصاف کا مرآع تھا۔

اگرچہ اس کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی حکمتِ ہالند ہی کارفرما تھی۔ لیکن اس میں کچھ عمل

اور کرداران سزاء کا بھی تھا۔ جنہوں نے ان مکاتیب کو ان حکومتوں کے سربراہوں تک پہنچایا۔ اس مقالہ میں انہی سزاء کا تعارف اور ان کی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔ اور اس مقالے کو میں نے موضوع کی وسعت کے سبب چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے باب میں میں نے سفارت کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور قدیم نظام سفارت اور جدید نظام سفارت کے مابین فرق اور ان کے آغاز کی بابت وضاحت کی کوشش کی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی سفارتی سرگرمیوں کو بیان کیا ہے۔

دوسرے باب میں میں نے سفیر کا مفہوم واضح کیا ہے۔ اس کی ذمہ داریاں اور حقوق و فرائض اور خصوصیات بیان کی ہیں تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ سفارت کے فرائض سرانجام دینے والے فرد کو کن خوبیوں کا مرقع ہونا چاہیے۔

تیسرے باب میں ان سزاء کا تعارف ہے اور ان سلاطین اور امرا کا بھی کہ جن کی طرف ان سزاء نے سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔

چوتھے باب میں ان سزاء کی دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جو انہوں نے بلا خوف و خطر سرانجام دیں اور کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔

پانچویں باب میں سزائے عظام کی ان خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کی بنا پر انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

چھٹے باب میں ان اثرات کا تذکرہ ہے جو سزاء کی دعوت کے نتیجے میں عرب کے ارد گرد کی ریاستوں میں ظاہر ہوئے اور اس دعوت سے اسلام مختلف ممالک میں پہنچا اور اس وقت ان ممالک کے سلاطین نے اسلام کی دعوت کو درخور اعتناء نہ سمجھا لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ ان ممالک کے کونے کونے میں اسلام کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔

میں نے اپنے اس مقالے میں اپنے موضوع "سزاء الرسول ﷺ تعارف و خصوصیات" سے انصاف کرنے کی اور تحقیق کے معیار پر پورا اترنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اور جتنا کر سکی اسے صفحہ قرطاس پر بکھیر دیا وہ رب کریم کی عطا ہے اور جو کمی رہ گئی وہ میری خطا ہے۔

﴿و ما توفیقی الا باللہ﴾
 "بِسْمِ مُحَمَّدٍ"

باب نمبر ۱

سفارت.....تعارف و تاریخ

- ✽ سفارت.....لغوی و اصطلاحی معانی
- ✽ سفارت کے لیے اصطلاحات
- ✽ سفارت کی ضرورت و اہمیت
- ✽ قبل از اسلام سفارتی تعلقات کی نوعیت
- ✽ عہد قدیم میں سفارت کے مقاصد
- ✽ جغرافیائی۔ سیاسی اور اقتصادی معلومات کا جمع کرنا۔
- ✽ فوجی طاقت کا جائزہ
- ✽ بادشاہ کی حیثیت اور اقتدار سے متعلق معلومات حاصل کرنا
- ✽ رسول اکرم ﷺ کی سفارتی حکمت عملی اور اس کے نتائج
- ✽ عہد جدید میں سفارت کا دوبارہ آغاز اور ارتقاء



سفارت - تعارف و تاریخ

لغوی معانی : سفارت کا مادہ سفر ہے جسکے معانی ”پردہ ہٹانے“ کے ہیں جیسے

سَفَرُ الْعَمَامَةِ عَنِ الرَّأْسِ ۱۔ ”اس نے سر سے عمامہ اتار دیا۔“

لسان العرب میں اس کے معانی ”کھولنے“ کے بیان ہوئے ہیں۔ جیسے

﴿سَفَرَتِ الْمَرْأَةُ وَجْهَهَا إِذَا كَشَفَتِ النَّقَابَ عَنْ وَجْهِهَا﴾ ۲

”عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا جب اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔“

لسان العرب میں سفر کے معانی پردہ اٹھانے کے بھی بیان ہوئے ہیں۔ جیسے

سَفَرْتُ بَيْنَ الْقَوْمِ أَسْفِرُ سَفَارَةَ أَيْ كَشَفْتُ

مَنَافِي قَلْبِي هَذَا وَقَلْبَ هَذَا لِأَضْلَحَ بَيْنَهُمْ ۳

القاموس المحيط میں سفر کے معانی روشن ہونا بیان ہوئے ہیں جیسے الصبح بسفر ”صبح

روشن ہوگئی“۔ ۴۔ اس سے لفظ سفارت ہے۔ لسان العرب میں لفظ سفارت کی وضاحت اس طرح

کی گئی ہے:

﴿وَقَدْ سَفَرُ بَيْنَهُمْ يَسْفِرُ سَفَرًا سَفَارَةً وَسَفَارَةً مَعْنَى اصْلَحَ﴾ ۵

تاج العروس میں اصلاح کے لیے وسیلہ بننے کے عمل کو سفارت کہا گیا ہے۔ جیسے

﴿يُرَادُ بِهَا التَّوَسُّطُ لِلِاصْلَاحِ﴾ ۶

”سفارت کی ایک تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے۔“

﴿وَوَظِيفَةُ السَّفِيرِ وَ مَقَامُهُ فِي اصْطِلَاحِ أَرْبَابِ السِّيَاسِيَةِ﴾ ۷

”ارباب سیاست کی اصطلاح میں سفیر کے منصب اور مقام کو سفارت کہا جاتا ہے۔“

زمانہ جاہلیت میں سفارت اس قسم کی خدمت کو کہتے تھے جو ایک معزز انسان کے سپرد

ہوتی اور جب قریش میں کوئی باہمی لڑائی ہوتی یا ان کی کسی دوسرے قبیلے سے ہمزاد زامائی ہوتی تو

۱۔ الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غرایب القرآن۔ ص۔ ۳۸۰ (سفر) مطبع مصطفی الباقی

المطبعی، مصر، ۱۹۶۱ء، ۲۔ ابن منظور، ابوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، ۳/۳۷۰ (سفر) مطبع دار

صادر۔ بیروت، ۱۹۵۵ء، ۳۔ لسان العرب، ۳/۳۷۰

۴۔ محمد بن یعقوب، القاموس المحيط، ص ۵۶۳، مطبع مؤسسة الرسالہ، ۱۹۹۳ء، ۵۔ لسان العرب، ۳/۳۷۰

۶۔ الحسینی، الزبیدی، سید محمد رفیع، تاج العروس، ص ۱۳/۱۳۱، التراث العربی، وزارت اعلام

الکویت، ۱۹۷۳ء، ۷۔ معلم، طرس، البستانی، محیط المحيط، ۳/۳۱۳، مکتبہ لبنان۔ بیروت، ۱۹۷۷ء



اس معزز شخص کو معاملات طے کرنے کے لیے اس قبیلے کے پاس بھیجا جاتا اور قریش نے اس خدمت کے لیے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مامور کیا تھا۔ ۵

سفارت کے لیے اصطلاحات

ایچی: - Elci: سفارت کا فریضہ سرانجام دینے والے کے لیے بہت سی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں جن میں سے ایک اصطلاح "ایچی" کی بھی ہے۔ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی "قاصد" کے ہیں۔ ترکی زبان میں یہ لفظ زمین یا قوم کے بادشاہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اصل معنی قاصد کے ہی ہیں۔ جیسا کہ Encyclopaedia of Islam میں بیان ہوا ہے۔

Elci , a turkish word meaning envoy, In some eastern turkish texts the word 'appears to denote the ruler of a land or people. Its normal meanings however since early times has been that of envoy or messenger usually in a diplomatic. Sometimes, in mystical literature, in a figurative religious sense. In Ottoman Turkish it became the normal word for an ambassador, together with the more formal Arabic term " Sefir" ۹

ڈپلومیسی Diplomacy: سفارت کے لیے ایک اصطلاح ڈپلومیسی کی بھی ہے۔ جو انگریزی زبان میں استعمال ہوتی ہے۔ جس کے معانی Shorter Oxford English Dictionary میں اس طرح بیان ہوئے ہیں۔

Diplomacy: The management of international relations by negotiation ۱۰

۸۔ ابن عبد البر الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۲/۳۵۹۔ حاشیہ براصابہ فی تمحیر الصحابہ از ابن حجر عسقلانی دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان۔ ۱۳۲۸

۹۔ The Encyclopaedia of Islam vol II (C-G)p.694(Elci) E.J Brill 1965 London.

۱۰۔ The shorter Oxford English Dictionary of Historical Principles vol-I (A-M)P.514 oxford clarendon Press 1959.

”ڈپلومیسی بات چیت یا نواد کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات کا طریق کار ہے۔“
 ڈپلومیسی کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔

The method by which relations are adjusted and managed by ambassadors and envoys ۱۱

Ernest Satow نے Diplomacy کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

Diplomacy is the application of intelligence and tact of the conduct of official relations between the government of independent state ۱۲

”ڈپلومیسی ذہانت اور مہارت کے اس استعمال کو کہتے ہیں جو ریاستوں کی حکومتوں کے درمیان سرکاری تعلقات کے معاملے میں عمل میں لائی جاتی ہے۔“

”المنار“ میں ڈپلومیسی کی جو تعریف کی گئی ہے اس کے مطابق لوگوں کے ساتھ نرمی اور

حسن سلوک سے معاملہ کرنا Diplomacy کہلاتا ہے جیسا کہ اس میں بیان ہوا ہے۔

”دبلوماسية“ تطف و کياسة في معاملة الناس حسن الناني ۱۳

Encyclopaedia of Britannica میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"Diplomacy is the art of conducting international negotiations." ۱۴

انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا کی یہ تعریف ڈپلومیسی کو ایک فن قرار دیتی ہے اور بین

الاقوامی سطح پر نواد کا تبادلہ اس فن کا مہون منت ہے۔

ڈپلومیسی کا ایک مختصر تجزیہ اگرچہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا بین الاقوامی قانون کے ساتھ

قریبی رابطہ ہے تاہم یہ ذہنی کاوش کی ایک الگ شکل ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی زمانہ

۱۱۔ The shorter Oxford English Dictionary of Historical Principles vol-I (A-M)P.514

۱۲۔ Satow s.Ernest. A Guide to Diplomatic Practice Book I, chapter I, P.1 (diplomacy) glasgow university press 1966.

۱۳۔ Hasan,S.Karmi Al-Manar English Arabic dictionary P.175(diplomacy) Beirut 1971

۱۴۔ Encyclopedia of Britannica, vol-7 P.404-London 1951

میں اس لفظ ڈپلومیسی کو بین الاقوامی تعلقات کے لیے اچھے معنوں میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس کو خفیہ معاہدوں، خفیہ اتحاد و جارحیت کے غیر ذمہ دارانہ بلکہ دھوکے دہی کے خطوط پر چلایا گیا اور اس کو دھوکا دہی کا علم ہی کہا جاتا تھا اور انیسویں صدی تک سفیر کو ایک دیانتدار کا ذب سمجھا جاتا تھا جو صرف اپنی ہی ریاست کے مفادات کا تحفظ کرتا تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ باقاعدہ گفت و شنید، واضح شرائط پر ہونے والے معاہدات کے طریقوں نے ڈپلومیسی کو ترقی دے کر آج کے حالات میں ریاستوں کے درمیان تعلقات میں ایک خاص اور باعزت مقام دے دیا ہے۔ اور اب سیاسی نظام میں یہ عمل خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ ۱۵۔

ڈپلومیسی کا لفظ اٹھارہویں صدی میں پہلی بار مرتبہ استعمال ہوا۔ جیسا کہ

Encyclopaedia of Britannica میں بیان ہوا ہے۔

The word diplomacy was first used in England so late as 1976 by Burke. ۱۶

سفارت اور ڈپلومیسی: تاج العروس من جواہر القاموس میں سفارت کے معانی "قوم کے درمیان صلح کی کوشش کرنا" کے بیان کیے گئے ہیں۔ اور سفیر کو "رسول المصلح بین القوم" کہا گیا ہے۔ ۱۸۔ سفیر کو سفیر اس لیے بھی کہتے ہیں کہ وہ طرفین کے دلوں کی بات کو منکشف کرتا ہے تاکہ ان کے درمیان صلح کرادے۔ ۱۹۔

تقریباً اس سے ملتا جلتا معنی Oxford English Dictionary میں

diplomacy کا لکھا گیا ہے۔ یعنی

"The method by which the relations are adjusted and managed. ۲۰

بعض ماہرین خارجہ پالیسی کو ڈپلومیسی کے مفہوم میں ملا لیتے ہیں حالانکہ خارجہ پالیسی ریاستوں کے درمیان تعلقات کا متبادل ہوتی ہے۔ جبکہ ڈپلومیسی وہ طریق کار ہے جو اس پالیسی پر

۱۵۔ Encyclopedia of Britannica, vol-7 P.406 and Satow S. Ernest, A Guide to Diplomatic Practice, chapter I

۱۶۔ Encyclopedia of Britannica, vol-7 P.404

۱۷۔ تاج العروس ۳۱/۱۲ ۱۸۔ تاج العروس من جواہر القاموس ۳۱/۱۲ ۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ The Shorter Oxford English Dictionary vol-I P.514 (Diplomacy)

عمل درآمد کے لیے جاری رہتا ہے۔

خارجہ پالیسی ریاست کے ذمہ دار افراد بلکہ حکمران بناتے ہیں اور اس پر عمل ڈپلومیسی کے ذریعے ہوتا ہے۔ تاہم خارجہ پالیسی کے طور پر ڈپلومیسی کا مقصد ملکی مفادات و سالمیت کا تحفظ پر امن ذرائع سے کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی ملک کی سلامتی کے لیے جنگ ضروری ہو جائے تو یہ فوجی قوت میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ ۲۱

چنانچہ سفارت اور ڈپلومیسی تقریباً ہم معانی الفاظ ہیں۔

سفارت کی ضرورت و اہمیت: سفارت کا عہدہ زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ یعنی جب سے تہذیب و ثقافت اور ریاستی امور و قوانین وضع کیے گئے اس وقت سے ہی یہ عہدہ بھی موجود ہے۔ یونانی، چینی، ایرانی اور رومی سیاسیات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ان کے ہاں عہدہ سفارت موجود تھا۔ ۲۲

زمانہ جاہلیت میں جب عرب معاشرتی لحاظ سے مختلف گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم تھے قبائلی نظام رائج تھا اور ان قبائل میں صدیوں پرانی رقاتیں اور دشمنیاں چلی آ رہی تھیں جب بھی وہ قبائل تنازعات کے حل کے لیے سفارت پر یقین رکھتے تھے اور اپنے قبیلے سے سفارت کے لیے اس شخص کا انتخاب کرتے جو فصیح اللسان ہوتا۔ ہمت و جرات، تہور و شجاعت میں اور معاملہ فہمی میں اس کا کوئی ثانی نہ ہوتا اس بات کی تائید ہمیں "الاستیعاب" سے بھی ملتی ہے۔

ابن عبدالبر "الاستیعاب" میں رقمطراز ہیں۔

(قال الزبير و كان عمر بن خطاب من اشرف قريش واليه كانت

السفارة في الجاهلية وذلك ان قريش كانت اذا وقع بينهم حرب او بينهم وبين غيرهم بعثوه سفيرا وان نافرهم منافر وفاخرهم منفاخر وضوا بدوهم وبعثوا منافرا ومفاخرا) ۲۳

۲۱- Norman D. Palmer and Howard C. Perkins, International Relations, P.159 (diplomacy as an instrument of national policy), published under the Aspicies of " the london Institute of World Affairs, Steven and Sons limited, London, 1954

۲۲- ڈپلومیسی، اے۔ ایچ۔ لینڈ، تاریخ جمہوریہ روما (اردو ترجمہ حمید احمد انصاری) ج ۱- ص ۷۵- حیدرآباد دکن دارالطبع جامعہ عثمانیہ- ۱۹۶۹ء ۲۳- الاستیعاب- ۲/۳۵۹

”زیرِ قلم فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قریش کے سرداروں میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں سفارت کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ جب قریش میں کوئی باہمی لڑائی واقع ہوتی یا ان کی کسی دوسرے قبیلے سے نبرد آزمائی ہوتی تو قریش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجتے۔ اور اگر کوئی قریش کے ساتھ منافرت یا مفاخرت کا مظاہرہ کرتا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھاتے۔“

انسان نے ہمیشہ اپنی زندگی کے مفادات کے حصول اور تحفظ کی خاطر باہمی اتحاد اور یکجہت کے جذبہ کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ ابتداً انسان کی زندگی کا دائرہ محدود تھا یہ دائرہ چند افراد اور خاندانوں پر مشتمل تھا۔ اس کی زندگی میں وسعت نہ تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی وسعت اختیار کرتی چلی گئی اور زندگی کا یہ قافلہ ایک مرحلے پر آ کر قوموں کی شکل اختیار کر گیا اور زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہو گیا۔ اور جہاں آباد ہوا وہاں اپنا تسلط قائم کر کے ریاست و حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ جب اس خطہ کے وسائل زندگی کی مادی و غیر مادی ضروریات کو پورا نہ کر سکے تو انسان نے اپنی حدود سے باہر ان کے حصول کی کوششیں شروع کر دیں۔ جس سے دوسری قوموں اور ریاستوں پر اثر پڑا۔ اس لیے مفادات کے اس ٹکراؤ سے تنازعات اٹھ کھڑے ہوئے۔ رنجشوں میں اضافہ ہوا۔ لڑائی جھگڑوں کے معاملات مکمل جنگوں کی شکل اختیار کرتے رہے۔ قوت کا استعمال ہوا۔ اس کی تباہی کے نتائج سے سبق حاصل کر کے انسان نے کچھ لو کچھ دو کے طریق کار کو ختم دیا اور اختلافات کی بنیاد بننے والے وسائل اور مفادات میدان جنگ کے علاوہ گفت و شنید کے ذریعہ بھی طے کیے جانے لگے۔ معاہدات میں شرائط طے ہوتی رہیں اور یہ احساس ہر آن ترقی پذیر رہا کہ مفادات کے حصول میں حق، ضرورت اور اعتدال کی راہوں کو اپنانے بغیر زندگی کا نظام نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ترقی پاسکتا ہے۔ ۲۳

چنانچہ جب کبھی ایک ریاست اپنے مفادات کے حصول کی خاطر دوسری ریاست پر جنگ مسلط کر دیتی ہے یا دوران جنگ بھی ایسا موقع آجائے کہ جنگ بند کرنے کے لیے باہمی شرائط پر اتفاق ہو سکے یا جنگ ہارنے اور جیتنے والوں کے درمیان معاملات کا واضح تعین کرنے کے لیے شرائط طے کی جا سکیں تو ان تمام صورتوں میں گفت و شنید کی خاطر بعض افراد کو نمائندہ یا سفیر بنا

کردوسرے حکمرانوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ جن کو نہ صرف ہر قسم کا تحفظ حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کو بہت سی مراعات بھی دی جاتی تھیں۔ یہ سفیر اور پیغام رساں مسلم ذہانت اور مہارت تامہ کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ قابل اعتماد بھی ہوتے تھے اور انہیں اپنی حکومتوں کی طرف سے اختلافی معاملات کو نبٹانے اور مفادات کے حصول کے لیے بات چیت کرنے کا مکمل اختیار ہوتا تھا۔

اہلِ رومانے ایسے معاملات طے کرنے کے لیے مذہبی راہنماؤں کی ایک جماعت مخصوص کر رکھی تھی جو صلح و امن کی شرائط طے کرتی تھی۔ ۲۵

ترکی میں ابتدائی زمانے میں سفیر عموماً قصر شاہی کے افسروں میں سے چنے جاتے تھے بعد میں روس اور علما میں سے لیے جانے لگے۔ جیسا کہ Encyclopaedia of Islam میں بیان ہے:

In earlier times envoys were usually chosen from the palace corps of pursuivants later from among the bureaucratic and "Ulema" classes. ۲۶

اسلامی ریاست جب وجود میں آئی تو اس کے ابتدائی دور میں خود حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں دوسری ریاستوں سے معاملات طے کرنے کے لیے نمائندے بھیجے جاتے تھے اور دوسری ریاستوں کے نمائندوں کو اپنے ہاں مدعو کیا جاتا تھا معاہدات کی شرائط طے کرنے میں دونوں طرف سے ان نمائندوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط طے کرنے کا معاملہ اس کی ایک اعلیٰ مثال ہے جس میں حضرت محمد ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عہد نامہ لکھنے کے لیے اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ ۲۷

یہی نمائندے آگے چل کر سفیر کہلائے اور انہی کی بدولت ریاستوں کے درمیان تعلقات کو ایک موثر ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے۔

قبل از اسلام سفارتی تعلقات کی نوعیت: زمانہ قدیم سے مختلف اقوام، قبائل اور حکومتوں کے درمیان سفراء کے ذریعے سے تعلقات قائم تھے۔ عرب حکومتوں اور عرب قبائل کے

۲۵۔ تاریخ جمہوریہ روما (اردو ترجمہ) ۱/۴۲

۲۶۔ The Encyclopaedia of Islam, vol II, (C-G), Eler, P 694

۲۷۔ ابن ہشام اہلسیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۳۳۱ (تحقیق شیخ محمد بن الدین عبدالحمید القاہرہ ۱۳۵۶ھ)

سرदारوں کے جمعی حکومتوں کے ساتھ سفراء کے ذریعے سے رابطہ قائم رہتا تھا۔ جزیرہ نماے عرب میں آباد قبائل کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے قبیلے قریش کے تعلقات بھی سفراء کے ذریعے ہی سے قائم تھے۔ ان کے مابین وفود کی آمد و رفت بھی جاری رہتی تھی۔ اسلام سے پہلے عرب کی تاریخ بھرہ اراکین کے گچھو گچھو کا تھا، کتے بچے سفر سفر اٹکے آمد و رفت سے متعلقہ تاخراض تک تھے۔ پیش نظر جہاں نماے ساری رہتی۔ کبھی اقتصادی معاملات کو طے کرنے کے لیے اور کبھی باہمی جنگ و جدل کو روک کر امن قائم کرنے کے لیے، کبھی دوستانہ تعلقات کو بڑھانے کے لیے سفارت کا سلسلہ جاری و ساری رہتا۔

دورِ قدیم میں عراق، شام، ہمسرا، ایران اور روم تہذیب و تمدن کے مراکز تصور کیے جاتے تھے اور اس دور میں ایران اور روم کی سلطنتوں کو سیاسی اور فوجی اعتبار سے پوری دنیا میں سپر پاور تصور کیا جاتا تھا۔ ان کو قیصر و کسریٰ کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا تھا۔ ان دونوں حکومتوں کے مابین بھی سفارتی تعلقات قائم تھے۔ ۲۸۔

زمانہ قدیم میں جزیرہ نماے عرب کو تجارتی مرکز ہونے کی حیثیت حاصل تھی۔ پوری دنیا تجارت کی غرض سے یا تو شرقی راستہ اختیار کرتی اور یہ بیچ عربی سے دریاے دجلہ میں سے ہوتے ہوئے شام اور فلسطین تک پہنچتے یا پھر مغربی راستہ اختیار کیا جاتا جس سے بحر احمر کے ذریعے مغرب کا مال مشرق میں پہنچتا اور مشرق کا مال مغرب میں پہنچتا۔ اور تجارت کے فروغ کے لیے اور باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے سفراء عرب اور سفراء عرب کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا۔ ۲۹۔

جہاں تک عرب اور دیگر بڑی ممالک کے درمیان تجارتی روابط کا تعلق ہے۔ جزیرہ نماے عرب میں داخلی تجارت یمن اور مکہ کے درمیان ہوتی تھی۔ تجارتی قافلے یمن اور مکہ اور مکہ اور شام کے درمیان رواں دواں رہتے۔ موسم سرما میں تجارتی قافلے مکہ سے یمن کی طرف اور موسم گرما میں شام کی طرف جاتے۔ ۳۰۔

۲۸۔ ابن الاثیر الجوزی۔ الکامل فی التاريخ ۱/۱۷۷۱۔ دار صادر بیروت ۱۳۸۵ھ

۲۹۔ احمد حسن الزیات، تاریخ الادب العربی ص ۶، مکتبۃ المدینہ المصریہ، یمن۔ ن۔

۳۰۔ احمد حسن الزیات، تاریخ الادب العربی، یمن۔ ن۔

قرآن کریم میں تجارتی قافلوں کی آمدورفت کو رحلۃ الشتاء والصیف - ۳۱ کی
ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ ان تجارتی قافلوں کے ذریعے سے بھی سرزمین عرب کا رابطہ دوسرے
ممالک سے قائم رہتا۔ اور عرب قبائل کے باہمی تعلقات کو بھی فروغ ملتا۔

علاوہ ازیں شمال میں واقع سرزمین شام اور جنوب میں واقع جزیرہ نمائے عرب میں
مقدس دینی مقامات پائے جاتے تھے۔ جیسا کہ بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ اور مکہ میں بیت اللہ کو
دینی مقدس مقامات کی حیثیت حاصل تھی۔ ہر سال موسم حج میں لوگ اور زائرین کی ان مقامات
میں آمدورفت جاری رہتی اور اس سے بھی باہمی تعلقات کے فروغ میں خوشگوار اثرات مرتب
ہوتے ہیں اور سفرات تجارتی، سیاسی اور عسکری روابط کو زیادہ مضبوط اور مربوط بنانے میں موسم حج
سے بھرپور فائدہ اٹھاتے۔ ۳۲

543 عیسوی میں جبکہ یمن میں ابرہہ نے مسیحی حکومت کی بنیاد رکھی تو اس کی طرف
نجاشی شاہ روم، شاہ ایران، بنو تمیم کے سردار منذر حارث بن جبلة اور ابو الخیر بن جبلة نے اپنی اپنی
حکومت کی جانب سے سفیروں کو خیر سگالی کے پیغامات دے کر بھیجا۔ ۳۳
دور جاہلیت میں عبدالمطلب بن ہاشم (رسول اکرم ﷺ کے دادا) بھی ابرہہ کے
پاس اس وقت قریش کی جانب سے پیغام لے کر پہنچے جب وہ اپنا لشکر لے کر بیت اللہ کو گرانے
کے لیے مکہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ ۳۴ عبدالمطلب نے اس ملاقات میں اپنے اوتوں کی
واپسی کا مطالبہ کیا جو ابرہہ نے انہیں واپس کر دیے۔ ۳۵ اور یہ واقعہ اس سال وقوع پذیر ہوا جس
سال نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ عام الفیل کا واقعہ ہے۔ ۳۶

دائمانہ جاہلیت میں قریش کی طرف سے عمرو بن العاص کو جوشہ کے بادشاہ نجاشی کی
طرف نبوت کے پانچویں سال سفیر بنا کر بھیجا گیا تاکہ نجاشی مہاجر مسلمانوں کو سرزمین جوشہ سے
واپس ان کی طرف مکہ لوٹا دے اور دوسری مرتبہ ۶ھ کو عمرو بن العاص ہی کو جوشہ کے حکمران نجاشی
کی طرف دوبارہ سفیر بنا کر بھیجا لیکن نجاشی نے عمرو بن العاص کے مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے

۳۱۔ القرآن الحکیم (القریش) ۳۱:۱۰۳۔ ۳۲۔ تاریخ الامم والملوک ۴/۲۶۱

۳۳۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۶۹۔ مکتبۃ السعادة - مصر۔ ص ۳۳۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام

۳۴۔ ابن ہشام السیرۃ النبویہ ۱/۲۳۱۔ ۳۵۔ ابن ہشام السیرۃ النبویہ ۱/۵۱۵۔

مسلمانوں کو جوش میں اعزاز و اکرام سے رہنے کی اجازت دی۔

زمانہ جاہلیت میں ہی حضرت عمر بن الخطاب کو قریش کی جانب سے سفیر بنا کر مختلف قبائل کی طرف بھیجا جاتا۔ بے وجہ کسی قبائل کی باہمی چپقلش ہوتی تو معاملات کو نبٹانے کے لیے حضرت عمر بن الخطاب کو ہی سفیر بنا کر بھیجا جاتا۔ ۲۸

اس کے برعکس جب اسلامی ریاست قائم ہوئی تو نبی کریم کی جانب سے مختلف قبیلوں اور حکومتوں کی جانب سفراء مقرر کر کے بھیجنے کا اہم ترین سلسلہ شروع ہوا تو اس کا مقصد صرف اسلام کی طرف دعوت دینا ہوتا تھا۔ آپ کے پیش نظر کوئی سیاسی یا تجارتی مقاصد نہیں تھے۔ اور نہ ہی لوگوں کو کسی نوعیت کا کوئی نقصان پہنچانا آپ کے پیش نظر تھا بلکہ خیر سگالی کے جذبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قبائل اور بادشاہوں کو دائرہ اسلام میں لاکر دینا اور آخرت کے لحاظ سے ان کی خیر خواہی پیش نظر ہوتی تھی۔

عہد قدیم میں سفارت کے مقاصد: عہد قدیم میں سفارتی تعلقات رکھنے کے بہت سے مقاصد پیش نظر ہوتے تھے جیسا کہ نظام الملک طوسی اپنی کتاب ”سیاست نامہ“ میں رقمطراز ہیں۔ ”سفراء کا کام یہ نہیں ہے کہ اپنی حکومت کے بیانات اس ملک کی حکومت تک پہنچادیں جہاں وہ متعین ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی سفارت کے کئی مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔“ مثلاً جغرافیائی، سیاسی اور اقتصادی معلومات کا جمع کرنا: سفیر جس ملک میں متعین ہوتا تھا اس ملک کے متعلق تمام جغرافیائی، سیاسی اور اقتصادی معلومات کا علم رکھتا تھا۔ سفیروں کو یہ ہدایت کی جاتی کہ یہ معلوم کریں کہ کہاں کہاں سڑکیں راستے وادیاں اور نہریں ہیں۔ ان کی حالت کیسی ہے۔ وہ فوج کے گزرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں اور آس پاس کے کن علاقوں سے فوج کو خوراک فراہم کی جاسکتی ہے۔ ۲۹

فوجی طاقت کا جائزہ: عہد قدیم میں سفارت کا ایک مقصد اس ملک کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانا ہوتا تھا کہ ملک کی فوجی طاقت کیسی ہے اور فوج کن کن اسلحہ جات سے لیس ہے فوجیوں

۲۷۔ محمد حسین بیگل۔ الغاروق عروج الامم ۳۳ مطبوعہ مصر شکرہ مسلمہ مصر یہ ۱۹۶۳ء

۲۸۔ الاستیعاب ۲/۵۹

۲۹۔ نظام الملک طوسی۔ سیاست نامہ۔ باب ۲۱ ص ۸۷۔ ج ۱ ص ۱۸۹

کے حوصلے کیسے ہیں اور بادشاہ اور حکومت کے متعلق ان کے خیالات کیا ہیں؟ ۲۰
 بادشاہ کی حیثیت اور اقتدار سے متعلق معلومات حاصل کرنا: عہدِ قدیم میں
 سفارت کا ایک مقصد بادشاہ کی حیثیت اور اس کے اقتدار کے متعلق معلومات کی تفصیل حاصل کرنا
 ہوتا تھا۔ ان تمام معلومات کا کیا مقصد ہے اس کے متعلق نظام الملک طوسی کا کہنا ہے کہ "سفیروں کو
 یہ تمام معلومات حاصل ہونی چاہئیں اور ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جب کبھی ان کے
 وطن کو اس ملک پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ تمام جنگی معلومات پہلے سے ہی جمع
 رہیں۔" ۲۱

رسول کریم ﷺ کی سفارتی حکمت عملی اور اس کے نتائج: مختلف قوموں اور مملکتوں
 کے درمیان باہمی تعلقات اور دو طرفہ معاہدات کے لیے قدیم زمانے سے سفارتی سرگرمیاں
 تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ جنگی معاملات اور تجارتی امور پر بھی اس ادارہ کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاتا
 تھا۔ اگرچہ خارجہ معاملات کے لیے کوئی باقاعدہ اور مضبوط سفارتی سرگرمیاں موجود تھیں نہ ہی
 سفارت خانوں کے متعلق دفاتر مختلف ممالک میں قائم ہوتے تھے لیکن سیاسی طور پر اسے نمایاں
 مقام حاصل تھا۔ جب سفارتی رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی تو ایسے افراد کو سفیر بنا کر
 بھیجا جاتا تھا جو زیرِ غور مسئلے کے ہر پہلو کو خوب سمجھتا ہو۔ ذہین اور سمجھدار ہوا چنی بات کو موثر انداز
 میں پیش کر سکے اور دوسرے فریق سے اپنی بات منوائے۔ ۲۲

ضروری ہے کہ اسلام سے قبل عربوں میں خارجہ تعلقات کے ضمن میں سفارتی
 سرگرمیوں کا مختصراً جائزہ لیا جائے۔ جنگِ بعاث میں جب قبیلہ اوس کو شکست ہونے لگی تو انہوں
 نے ایک وفد ابو بکرؓ کی سربراہی میں قریش مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ قبیلہ اوس نے یہ سفارتی ادارہ
 اس لیے قائم کیا تھا کہ قریش مکہ کو اپنا حلیف بنالیں اور جنگ میں خزرج کے خلاف ان کی مدد
 حاصل کریں۔ ۳۳ مکہ کی شہری مملکت میں سفارت کا ادارہ خاندانِ عدی کے پاس تھا اور بعثت کے
 وقت حضرت عمرؓ اس عہدے پر فائز تھے۔ ۳۴

۳۰۔ نظام الملک طوسی سیاست نامہ ص ۲۱۔ ص ۸۷

۳۱۔ رشید احمد مسلمانوں کے سیاسی افکار ص ۹۶ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور۔ ۱۹۹۵ء

۳۲۔ الزرقانی شرح علی المصاب اللہ ص ۳۳۹۔ المطبوعہ الازہریہ مصر ۱۹۱۳ء۔ نظام الملک طوسی۔

سیاست نامہ ص ۲۱۔ ص ۸۷

۳۳۔ شیخ نعمانی۔ سیرۃ النبی ص ۱۶۰/۱۔ مطبوعہ قرآن گل کراچی اس ن ۳۳۔ الاستیعاب ۳۵۹/۲

جب نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو قریش مکہ نے غلامیہود سے سفارتی رابطہ قائم کیا۔ قریش نے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو عین منورہ بھیجا تا کہ وہ علمائے یہود سے حضور ﷺ کے دعویٰ کی سچائی کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ ۳۵

مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ بعض مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو اہل مکہ نے شاہ حبشہ کے پاس سفارتی نمائندے بھیجے تا کہ سفارتی ذریعہ سے شاہ حبشہ پر دباؤ ڈال کر ہجرت کر کے حبشہ آنے والے مسلمانوں کو واپس مکہ آنے پر مجبور کر دیا جائے یا کم از کم اپنی حکومت سے نکلنے پر مجبور کر دیا جائے۔ ۳۶ قریش مکہ کی جانب سے سفارت کے فرائض عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ نے سرانجام دیے۔ ۳۷

گویا زمانہ جاہلیت میں سفارتی رابطے صرف اس وقت قائم کیے جاتے تھے جب دفاعی معاہدات طے کرنے ہوں یا کوئی اہم مشکل درپیش ہو۔ بعض اوقات سیاسی تعلقات بنانے کے لیے بھی رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کے ذمہ جو کام توحید کی اشاعت کا سونپا گیا تھا اس کے لیے ضروری تھا کہ سفارتی ادارہ کو زیادہ فعال مضبوط اور منظم بنایا جائے۔ اسلام ایک آفاقی دین تھا جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر تمام انسانوں کی فلاح و سعادت کے لئے ایک جامع نظام حیات پیش کیا۔ اس نظام میں دعوت دین یا نظریہ کی اشاعت کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے سفر کے فرائض میں دعوت دین کے فرائض کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد میں مختلف سفیروں کو مختلف اغراض و مقاصد کے لیے روانہ فرمایا۔ کچھ سفیر تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تو کچھ دوسرے صلح کے معاہدے کرنے کے لیے اور کچھ نے بادشاہوں سے مسلم طبقات کی واپسی کی درخواست کی اور اپنے خاندان یا ملک میں مقیم ایک مسلمان عورت سے امام کی شادی کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ ۳۸

مکتوباتِ نبوی ﷺ کی تحریر اور اسلوب کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف مملکتوں میں قائم شاہی نظام جو غیر انسانی بنیادوں پر قائم تھا کو چیلنج کرتے ہوئے اللہ کی توحید

۳۵۔ نقوش (رسول نمبر) ۶۰۱/۷ ادارہ فروغ اذہد و لاہور ۱۹۸۳

۳۶۔ ابن ہشام السیرۃ النبویہ، ۱/۳۵۶۔ ۳۷۔ ایضاً

۳۸۔ ابن سعد الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۹۔ دار صادر۔ بیروت ۱۳۷۶ تاریخ الامم والملوک ۸۹/۳

کی طرف بلایا۔ اکثر ممالک میں شاہی نظام کی گرفت اتنی سخت تھی کہ عوام کی آزادی ان کے فرماؤں کی نظر التفات کا دوسرا نام تھا۔ ان فرماؤں نے مذہبی پیشواؤں کا تعاون حاصل کر کے انسانیت کو اپنے پاؤں تلے روندنا۔ اسلام سرخ و سفید کالے اور گورے کے امتیاز کو ختم کرنے کے لیے آیا۔ اس نے نئی نوع انسان کے شاندار اور تابناک مستقبل کا مژدہ سنایا اور انسان کی زندگی کے اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، ذہنی اور روحانی پہلوؤں کے متعلق ادا و نواہی جاری کر کے آزادی، مساوات اور اخوت کا درس دیا۔ یہ درس اس انداز سے دیا کہ آپ کے لب و لہجہ میں ذرہ برابر نیاز مندی نہیں، ہر عمویت یا کمزوری نہیں بلکہ ایک خاص وقار ہے، عزم اور ثبات ہے۔ چنانچہ اس پر اعتماد اور پر خلوص دعوت کے انتہائی اثرات مرتب ہوئے۔ ہر خط کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مطلق العنان بادشاہ محض اللہ کی واحد انیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے دیے ہوئے نظام کے دائرہ میں آ جائیں۔ ۴۹

رسول اکرم ﷺ کے مکاتیب میں محض بادشاہوں اور امراء ہی کو مخاطب نہ کیا گیا تھا بلکہ عوام الناس بھی اس میں شامل تھے۔ مکتوبات مملکتوں کے سربراہوں کے نام لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ بین الاقوامی قوانین کی رو سے خطوط ہمیشہ سربراہان ریاست ہی کو بھیجے جاتے ہیں۔ پھر یہ اس دور کی بات ہے جب کہ عام شہریوں کے حقوق بادشاہوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھے اور انہیں وہ سیاسی آزادی حاصل نہ تھی جس سے کام لے کر وہ اپنے بارے میں فیصلہ کر سکیں۔ ملوک و سلاطین کو دعوت اسلام دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے سیاست و تمدن اور بالغ نظری کا حد درجہ ثبوت دیا۔ آپ نے نہ صرف بڑی طاقتور ریاستوں کو دعوت اسلام دی بلکہ ان کے زیر اثر اور ماتحت سرحدی ریاستوں کو بھی چھوڑا۔

سیاسی لحاظ سے اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ طفیلی ریاستوں کو کس طرح ان بڑی طاقتور مملکتوں سے علیحدہ کر دیا جائے جن سے وہ قوت پارہی تھیں۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے سفیر وحید الکلی کے ذریعہ قیصر روم کو مکتوب روانہ کیا تو اس کے ساتھ ساتھ سلطنت روم کے حلیف اور ماتحت تمام علاقوں کے سربراہوں کو بھی خطوط روانہ کیے۔ دوسری جانب سلطنت فارس اور اس کے ماتحت امرا و رؤسا کو بھی مخاطب کیا۔ اس سلسلے میں شاہ فارس کسریٰ پرویز، یمانہ کے ہوزہ بن علی

بحرین کے حاکم اور سرداران قبیلہ بکر بن وائل وغیرہ کے نام مکتوب قابل ذکر ہیں۔ ۵۰۔
ان مذکورہ ملوک و سلاطین کے نام مکتوبات کے نتائج خواہ کچھ رہے ہوں اس کے
اثرات عالمی سیاسی حالات پر بہت گہرے پڑے۔ حضور ﷺ کی یہ سفارتی حکمت عملی یعنی طور پر
کامیاب رہی۔ مثلاً عمان، بحرین اور یمن کے امرا انہی سفارتوں کے نتیجے میں حلقہ بخش اسلام
ہوئے۔ ۵۱۔

یہ علاقے اپنی زرغیزی اور دولت و ثروت کے لحاظ سے دیگر تمام عرب علاقوں سے
ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ پھر رسول اکرم ﷺ سے برسرِ پیکار عرب قبائل کو ان ہی علاقوں سے
غلہ اور اسلحہ فراہم کیا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ جانتے تھے کہ جب تک دشمن قبائل کو ان علاقوں سے
غلہ اور اسلحہ فراہم ہوتا رہے گا جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس لیے ان امارتوں کے
ریاست نبوی کے زیرِ اثر آ جانے سے رسول اللہ ﷺ کو زبردست کامیابی ہوئی۔ اسی طرح اسلامی
ریاست کی حدود پھیلتے ہوئے پر امن طور پر عمان، بحرین اور یمن تک جا پہنچیں۔

مکتوبات کے ذریعے دعوتِ الہی پر بعض حکمرانوں نے ردِ عمل کے طور پر اسلام تو قبول
نہ کیا لیکن دلوں پر اثرات ضرور محسوس کیے۔ جیسے یمامہ کے امیر ہوزہ بن علی نے قبولِ دعوت کے
لیے کچھ شرطیں پیش کیں۔ بالآخر وہ تباہ ہوا۔ ۵۲۔ مصر کا حکمران مقوقس خط پڑھ کر بہت متاثر ہوا اور
قاصد کی تکریم کرتے ہوئے حضور ﷺ کے لیے تحائف ارسال کیے۔ لیکن اسلام لانے سے
بچکایا۔ ۵۳۔

گویا اخلاقی اعتبار سے ان علاقوں میں نرم گوشے پیدا ہوئے۔ اس کے برعکس شہنشاہ
فارس پرویز نے نامہ مبارک چاک کر ڈالا اور اپنے عامل یاذان کو رسول اللہ ﷺ کی گرفتاری کے
لیے لکھا۔ ۵۴۔ نتیجتاً ایک طرف تو یمن سلطنتِ ایران سے کٹ کر خود بخود رسول اللہ ﷺ کی زیر
سیادت آ گیا اور دوسرے یہ کہ کسریٰ پرویز شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ۵۵۔
ایران میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور وہ اپنی سرحدات کا دفاع نہ کر سکا۔ اس طرح

۵۰۔ ابن الجوزی، زاد العادنی، ہی فی السہا، ۶۰-۶۲، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ، ۱۳۷۱ھ۔
۵۱۔ طبقات ابن سعد، ۳۶۰، ۵۲۔ طبقات ابن سعد، ۳۶۲، ۵۳۔ طبقات ابن سعد، ۳۶۰۔
۵۴۔ تاریخ الامم والملوک، ۹۰/۳، ۵۵۔ طبقات ابن سعد، ۳۶۰۔

ایران کے اکثر علاقوں پر رومیوں نے قبضہ جمایا اس کے علاوہ بصری کے حاکم نے حضرت حارث بن عمیر جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیر بنا کر بھیجا تھا قتل کر ڈالا۔ حاکم بصری عیسائی تھا اور براہ راست قیصر روم کے احکامات کے تابع تھا۔ ۵۶

ایک خود مختار ریاست کے سفیر کا قتل معمولی جرم نہ تھا۔ یہ بین الاقوامی آداب کے سراسر منافی تھا۔ لہذا اس سانحہ کی اطلاع ملنے ہی جمادی الاول ۸ ہجری میں تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج رسول اللہ ﷺ نے سرحد شام کی جانب روانہ فرمائی۔ تاکہ یہ علاقہ آئندہ نسلوں کے لیے پر امن ہو جائے اور یہاں کے لوگ مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر آئندہ زیادتی نہ کریں۔

یہ جنگ، جنگ موتہ جو کہ حضور ﷺ کے بھیجے ہوئے ایک سفیر کے قتل کے رد عمل میں واقع ہوئی اس کا ایک سیاسی فائدہ عربوں کو یہ بھی حاصل ہوا کہ انہیں شہنشاہ روم اور اس کی عظیم الشان قوت سے ٹکرانے کا حوصلہ مل گیا۔ اس سے پہلے عربوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ روم کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جنگ موتہ نے عربوں کی اجتماعی نفسیات بدل ڈالی اور دنیا پر واضح ہو گیا کہ اسلامی ریاست اپنے مقصد کے حصول، اپنی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھنے کے لیے کسی بھی طرح سے مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی بین الاقوامی سفارتی سرگرمیوں کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام ایک عالمی قوت کے طور پر پہچانا گیا اور عرب کے بہت سے قبائل جو دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس عالمی قوت کے ساتھ ناطہ جوڑنے کی خواہش کرنے لگے اور اس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد اور سفیر بھیجنا شروع کیے۔

عہد جدید میں سفارت کا دوبارہ آغاز اور ارتقا: عہد جدید میں سفارت کا باقاعدہ آغاز ترکی سے ہوا۔ عثمانی بادشاہ خیر-گالی یا بات چیت کرنے کے لیے دوسرے مسلمان بادشاہوں کے ساتھ وفد اور سفارتی مشن کا تبادلہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے مشن یورپی ممالک میں بھی جاتے تھے یہاں سے باقاعدہ عہدہ سفارت کا آغاز ہوا۔ جیسا کہ Encyclopaedia of Islam میں مذکور ہے۔

From an early date the Ottoman Sultans exchanged

occasional diplomatic missions, for courtesy or negotiations with other muslim rulers (in Anatolia, Egypt, Morocco, Persia, India, Central Asia, etc.) and also sent a number of missions to varrious European Capitals. ۵۷

یورپ میں مستقل سفارت خانوں کا قیام: قرن اول میں ترکی نے سفارت کا باقاعدہ آغاز تو کیا لیکن سولہویں صدی میں یورپ میں مستقل سفارت خانے قائم ہو گئے اور دور دراز ریاستوں کے آپس میں تعلقات قائم رکھنے کا رواج عام ہو گیا۔ اس مقصد کے لیے یورپ کی حکومتوں نے استنبول میں مستقل نمائندوں کی تقرری کی۔ لیکن سلطنتِ عثمانیہ نے جہاں سے سفارت کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا اٹھارہویں صدی کے اختتام تک یورپ کے اس رواج کے اتباع کی کوشش ہی نہ کی۔ اور سفارتی تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کے لیے اپنے نمائندے نہ بھیجے بلکہ استنبول میں مقیم خارجی وفد کے ذریعے سے ہی ایک آدھ سفیر وقتی ضرورت کے تحت روانہ کر دیا جاتا جیسا کہ Encyclopaedia of Islam میں مذکور ہے۔

From the 16th century , in accordance with the growing European practice of continuous diplomacy through resident embassies European states established permanent missions in Istanbul. The Ottoman government however made no attempt to respond to this practice until the end of the 18th century, preferring to rely for contact with the European powers, on the foreign missions in Istanbul, and on occasional special embassies despatched to one or another European capital for some immediate and limited purpose. ۵۸

اٹھارہویں صدی میں یورپ میں ترکی کے سفارت خانوں کا قیام: ترکی نے یورپ میں اپنے مستقل سفارت خانے اٹھارہویں صدی میں قائم کیے جبکہ اس سے پہلے صرف وقتی

۵۷- The Encyclopedia of Islam, vol II (c---G) P.694 (Elci)

۵۸- The Encyclopedia of Islam, vol II (c---G) P.694 (Elci)

میں سلیم ثالث 1792 ضرورت کے تحت ایک آدھ سفیر بھیج دیا جاتا کوئی مستقل سفیر نہ تھا۔ چنانچہ Encyclopaedia of Islam نے ان سفارت خانوں کے قیام کا فیصلہ کیا جس کی تصریح ہمیں میں ملتی ہے۔

In 1792 Salim III decided to establish permanent resident embassies in Europe. The first was open in London in 1793, and was followed by others in Vienna, Berlin and Paris. This first experiment gradually petered out—the embassies, left in charge of Greek Officials being finally closed on the out break of the Greek war of Independence in 1821. ۵۹

1821ء میں یونانی جنگ آزادی کے نتیجے میں جوترکی کے سفارت خانے بند کر

دیے گئے ان کا دوبارہ آغاز کرنے کی طرف 1830 میں قدم اٹھایا گیا۔ Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے اس بات کی تحقیق یوں کی ہے۔

A new start was made in the eighteen-thirties with the opening of permanent embassies in London, Paris and Vienna and a legation in Berlin, and the despatch of envoys extraordinary to Tehran and St. Peterburg. There were followed by further resident missions in Europe. Asia (Tehran embassy 1849) and America (Washington legation 1867) and the organization of a foreign ministry. ۶۰

۵۹- The Encyclopedia of Islam, vol II (c----G) P.694 (Elci)

۶۰- The Encyclopedia of Islam, vol II (c----G) P.694 (Elci)

باب نمبر ۱

عہدہ سفارت اور اس کے تقاضے

- سفیر کا مفہوم ❁
- سفیر کا انتخاب ❁
- سفیر کی خصوصیات ❁
- سفیر کے فرائض ❁
- سفیر کے حقوق ❁
- حسن سلوک ❁
- سفراء کے قتل کی ممانعت ❁
- سفیر کو کسی امر پر مجبور نہیں کرنا چاہیے ❁





عہدہ سفارت اور اس کے تقاضے

عہدہ سفارت ایک نہایت اہم اور بڑی ذمہ داری کا حامل عہدہ ہے۔ اس عہدے پر مقرر شخص جسے سفیر کہا جاتا ہے۔ کے کندھوں پر اس ذمہ داری کا بوجھ بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس ذمہ داری کو مکمل طور پر ادا کرنا اس کا فرض ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا یا کوئی ایسی حرکت جو کہ اس کے عہدے کے حامل شخص کے وقار کے منافی ہے تو ایسی حرکت سے نہ صرف اس کو نقصان پہنچے گا بلکہ اس کی یہ حرکت دو ممالک کے تعلقات کے بگاڑ کا باعث بنے گی۔ چنانچہ حکومت کو چاہیے کہ وہ ایسے شخص کو اس عہدے پر مقرر کرے جو نہایت ذمہ دار، فرض شناس، محبت وطن، اور اعلیٰ اخلاق و کردار کا حامل ہو۔ اس عہدے کے کیا تقاضے ہیں اس عہدے پر فائز شخص جو سفیر کہلاتا ہے کے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ اس کا جائزہ لینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ لفظ ”سفیر“ کا معنی و مفہوم کیا ہے اور یہ لفظ زمانہ قدیم سے لے کر اب تک کن معانی میں استعمال ہوتا رہا ہے اور مختلف ماہرین لغت نے اس لفظ کی کیا تعریف کی ہے۔

سفر:

اس کا مادہ سفر ہے۔ جس کے معانی پردہ اٹھانے سے ہیں۔ جیسے

﴿سَفَرُ الْعَمَامَةِ عَنِ الرَّأْسِ﴾ ۱ "اس نے سر سے عمامہ اتار دیا۔"

سفر کے معانی "کھولنے" کے بھی ہیں جیسے

﴿سَفَرَتِ الْمَرَاةُ وَجْهَهَا إِذَا كَشَفَتِ النِّقَابَ عَنْ وَجْهِهَا﴾ ۲

"خاتون نے اپنا چہرہ کھول دیا جب اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔"

سفر کے معانی "پردہ ہٹانے" کے بھی ہیں۔ مثلاً

﴿سَفَرَتِ بَيْنَ الْقَوْمِ اسْفَرَ سَفَارَةَ اِی كَشَفَتِ مَا فِی قَلْبِ هَذَا وَقَلْبِ

هَذَا لِاصْلِحِ بَيْنَهُمْ﴾ ۳

"میں نے لوگوں کے درمیان سے پردہ ہٹا دیا اور جو کچھ ان کے دل میں تھا اسے کھول

کر رکھ دیا تاکہ ان کے درمیان صلح کرادوں۔" اسی سے لفظ سفیر ہے۔

تاج العروس میں سفیر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

﴿المصلح بین القوم﴾ ۴ "قوم کے درمیان صلح کرانے والا"

تاج العروس من جواهر القاموس کا مصنف رقمطراز ہے:

﴿وانما سُمی به لانه یکشف ما فی قلب کل منہما﴾ ۵

"سفیر کو سفیر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طرفین کے دلوں کی بات کو منکشف کرتا ہے۔"

(تاکہ ان کے درمیان صلح کرادے)

زہری نے سفیر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

﴿هو الرسول المصلح﴾ ۶ "سفیر اصلاح کرنیوالے پیغام رساں کو کہتے ہیں۔"

حضرت علی نے اپنے ایک قول میں سفیر کی تعریف اس طرح کی ہے:

﴿ان الناس قد استسفرونی بینک و بینہم ای جعلونی سفیرا و هو

الرسول المصلح بین القوم یقال سفرت بین القوم اذا سعیت بینہم فی

الاصلاح﴾ ۷

۱۔ المفردات فی غریب القرآن۔ ص ۲۳۳ (سفر) ۲۔ لسان العرب ۳/۳۷۰ ۳۔ ایضاً

۴۔ تاج العروس من جواهر القاموس ۱۲/۳۱ ۵۔ ایضاً ۶۔ تاج العروس ۱۲/۳۱

۷۔ لسان العرب ۳/۳۷۰

”حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ لوگوں نے مجھے آپ کے اور قوم کے درمیان سفیر مقرر کیا ہے اور ”سفیر اس پیغام رساں کو کہتے ہیں جو قوم کے درمیان صلح کرانے والا ہو“۔ جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے قوم کے درمیان سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ یعنی ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کی۔

المعجم الوسيط میں سفیر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

وهو في القانئون الدولى مبعوث يمثل الدولة لدى رئيس الدولة

المبعوث اليها (ج) سفراء ﴿١﴾

”بین الاقوامی قانون میں سفیر اس نمائندے کو کہتے ہیں جو ایک حکومت دوسری حکومت کے سربراہ کے لیے نامزد کرتی ہے۔ یعنی اسے نمائندہ بنا کر بھیجتی ہے۔ اس کی جمع سفراء ہے۔“

سفیر کی ایک تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے:

الرسول المصلح بين القوم و منه السفير و كيل دولة عند دولة

الاخرى يعرف بالايلاجى ايضا ﴿٢﴾

”قوم کے درمیان اصلاح کرنے والے کو رسول کہتے ہیں۔ اور اس معنی میں سفیر ہے۔ نیز سفیر ایک حکومت کا دوسری حکومت کی طرف نمائندہ ہوتا ہے۔ اسے ایلچی کہتے ہیں۔“

سفیر کے لیے ایلچی کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جسکے معانی قاصد کے لیے جاتے ہیں۔ ترکی زبان میں یہ لفظ زمین یا قوم کے بادشاہ کے لیے بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس کی تصریح ہمیں Encyclopeda of Islam میں ملتی ہے۔

Elci: A Turkish word meaning envoy, from el or il, country, People or state with the occupational suffix.Ci.In some eastern Turkish texts the word appears to denote theruler of a land, or people. Its normal meanings, however,since early times has been that of envoy or messenger, usually in a diplomatic sometimes

۸ احمد حسن الزيات، المعجم الوسيط، ۱/۲۳۵۔ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

۹ محیط المحيط، ۱/۳۱۳

in mystical, literature in a figurative religious sense. In Ottoman turkish it became the normal word for an ambassador together with the more formal arabic term "sefir"۱۰

The New Oxford Illustrated Dictionary میں سفیر کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"Ambassador is' a minister sent by one sovereign or state on mission to another"۱۱

Encyclopaedia of Americana میں سفیر کی تعریف ان الفاظ میں

کی گئی ہے:

”حکومت کا نمائندہ جو کسی دوسری حکومت کے صدر مقام میں رہائش پذیر ہوتا ہے۔

اس کو اپنے ملک کی طرف سے کھلے اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ اہم معاملات میں دوسری

حکومت سے گفت و شنید کرے اور اس کو وہاں کے بادشاہ یا صدر مملکت کا حق رہتا ہے۔“ ۱۲

السفرۃ: اس کا مادہ سفر ہے۔ اس مراد ”تحریر“ ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ

﴿السفرۃ کتبه المملکۃ الذین یحصون الاعمال﴾ ۱۳

”ان فرشتوں کی تحریر جو اعمال کا اندراج کرتے ہیں۔“

اس سے مراد فرشتے بھی ہیں۔

قال ابن عرفۃ: سمیت المملکۃ سفرۃ لانہم یسفرون بین اللہ و بین انبیائہ ۱۴

”ملائکہ کو سفیر اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفارت

کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔“

قال ابوبکر: ﴿سما سفرۃ لانہم ینزلون بو حی اللہ و باذنه و ما یقع بہ

الصلاح بین الناس فشیہوا بالسفرآء الذین یصلحون بین الرجلین و فی الحدیث.

10- The Encyclopedia of Islam vol II (C-G)p.694(Elci)

11- The New Oxford Illustrated Dictionary p.45(Ambassador) Oxford university press.

12- The Encyclopedia Americana vol I p.470(Ambassador)

۱۳۔ لسان العرب ۳/۳۷۰

۱۴۔ لسان العرب ۳/۳۷۰

”المأهر بالقرآن مثل السفارة“ ہم الملئكة ﴿١٥﴾

ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ملائکہ کو) سفرة اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی وحی اس کے حکم سے لے کر نازل ہوتے ہیں اور اس سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے اور یہ ان سفراء کے ساتھ مشابہ رکھتے ہیں۔ جو دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ

”قرآن کے ماہر کی مثال فرشتوں جیسی ہے“

قال المفسرون: ﴿السفيرة یعنی الملئكة الذين يكتبون اعمال بنى آدم﴾ ﴿١٦﴾
السفيرة سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بنی آدم کے اعمال لکھتے ہیں۔

﴿قال ابو اسحاق واعتبار بقوله كراما كاتبين يعلمون ماتفعلون﴾ ﴿١٧﴾
السفر: اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں حقائق کا بیان ہو یا وہ حقائق کو بے نقاب کرتی ہے اس کی مثال جمع اسفار آتی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

﴿كمثل الحمار يحمل اسفارا﴾ ﴿١٨﴾

سفیر کا انتخاب: ابتدائی زمانے میں سفیروں کا انتخاب قصر شاہی کے انسروں میں سے کیا جاتا تھا۔ بعد میں روضا اور علما سے لیے جانے لگے۔ الفرض سفیر کا عہدہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا اپنی موجودہ شکل کو پہنچا۔ جیسا کہ Encyclopaedia of Islam میں مذکور ہے:

In earlier times envoys were usually chosen from the palace corps of pursuivants, later from among the bureaucratic and "ulema" classes. At first there was some uncertainty about grades and ranks, in the 19th century the European terminology of ambassador, minister and plenipotentiary for heads of missions was adopted. The first was rendered buyuk elci or sefir-kabir, the second orta elci or simply sefir, the third maslahatguzar. ﴿١٩﴾

١٥۔ لسان العرب ٣/٣٤٠ ١٦۔ لسان العرب ٣/٣٤١ ١٧۔ ایضاً ١٨۔ ص ٢٣٢ (سفر)
19-The Encyclopaedia of Islam vol II (c-g)p.694(Elci)

عمر بن بحر الجاحظ سفیروں کے انتخاب کے بارے میں رقمطراز ہے:

عجمی بادشاہ جب اپنی رعایا سے کسی کو اپنا سفیر بنانا چاہتے تو پہلے اس کو آزما تے (امتحان لیتے) اور اس کی آزمائش کی یہ صورت ہوتی کہ بادشاہ اپنے کسی خاص دوست کی طرف اسے خطوط دے کر بھیجتا اور اس کا جائزہ لینے کے بعد ایک جاسوس بھی مقرر کر دیا جاتا۔ جو آ کر بادشاہ کو پوری صورت حال سے آگاہ کرتا۔ جاسوس کی رپورٹ کی بنیاد پر بادشاہ نمائندے کی عقل و دانش اور انداز گفتگو کا جائزہ لیتا۔ پھر بادشاہ اس قاصد کو ضرورت پیش آنے پر اپنے دشمن کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجتا۔ اس پر بھی جائزہ لینے کے لیے کسی کو جاسوس مقرر کیا جاتا۔ اگر وہ قاصد اپنے مشن میں کامیابی کے ساتھ واپس آتا تو اسے مستقل سفیر مقرر کر دیا جاتا اور اس پر مکمل اعتماد کیا جاتا۔ اس کی دی ہوئی خبر کو حجت اور دلیل کا درجہ حاصل ہوتا۔ ۲۰

ابن طقطقی سفراء کے انتخاب میں نہایت احتیاط برتنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دو چیزوں سے کسی نامعلوم شخص کی ذہنی صلاحیت اور عقل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک اس کا لکھا ہوا خط پڑھ کر اور دوسرے اس کے بھیجے ہوئے سفیر کو دیکھ کر اس کی ذہنی سطح معلوم کی جاسکتی ہے۔ اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ عاقل و داناستر کو بھیجے جو اس کی شہرت اور ناموری کا باعث ہو۔ ۲۱ سفیر کی خصوصیات: عہدہ سفارت کی ذمہ داری نہایت ہی اہم ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سفیر کو بھی نہایت ذمہ دار شخص ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کی سفارت پر دو ممالک کے تعلقات کا انحصار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے تقرر کے سلسلے میں بھی بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

سفیر کو منتخب کرتے وقت اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہوں جو اس کی سفارت کو موثر اور کامیاب بنائیں۔

۱۔ عقل و دانش اور دیانت داری: ابن طقطقی کے نزدیک سفیر کی سب سے اہم خصوصیت عقل و دانائی ہے۔ جس کے بغیر کوئی بھی سفیر اپنے فرائض کو ادا کر ہی نہیں سکتا۔ عقل کا معیار یہ ہے کہ سفیر غلط اور صحیح، سیدھے اور ٹیڑھے میں تمیز کر سکے۔ دوسری صفت اس میں دیانت داری کی بھی پائی جانی چاہیے۔ تاکہ کسی لالچ میں آ کر اپنے ملک اور آقا کے خلاف غداری کرنے

۲۰۔ الجاحظ عمر بن بحر الساجی اخلاق الملوک ص ۲۱۵-۲۱۶ دارالانجام بیروت ۱۹۵۵ء

۲۱۔ رشید احمد مسلمانوں کے سیاسی انکلاز ص ۱۵۶

پر آمادہ نہ ہو ۲۲۔

۲۔ ”جاظہ“ نے اپنی کتاب ”التاج فی اخلاق الملوک“ میں سفیر کی خصوصیات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ اس کے سفیر کی فطرت اور مزاج درست ہو۔ بات بالکل واضح اور دو ٹوک انداز میں کرنے کا سلیقہ ہو۔ گفتگو کرنے اور مد مقابل کو جواب دینے کی مکمل مہارت ہو۔ بادشاہ کی نمائندگی کرنے کی بدرجہ اتم صلاحیت پائی جائے۔ دورانِ گفتگو دل نشین لہجہ اختیار کرے۔ لالچ اور معیوب طرز عمل سے اجتناب کرے۔ اور اپنے فرائض کو پوری ذمہ داری سے نبھائے۔ ۲۳۔

۳۔ سفیر کو قیمتی اور خوش نما لباس زیب تن کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب حروریہ ۲۴ کے پاس سفیر بن کر گئے تو وہ یمن کے نہایت قیمتی اور خوش نما لباس میں گئے۔

حدثنا ابو زمیل حدثنی عبد اللہ ابن عباس قال لما خرجت الحروریہ اتیت علیا رضی اللہ عنہ قال ء انت هولاء القوم فلیست احسن ما یكون من حلال الیمن قال ابو زمیل و کان ابن عباس رجلا جمیلا جھیلما قال ابن عباس فاتیہم فقالوا مرحبا بک یا ابن عباس ما هذه الحلة قال ماتعیون علی لقد رأیت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن ما یكون من الحلال ﴿ ۲۵

”ابوزمیل نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے مجھے بتایا کہ جب حروریہ (خوارج کا ایک گروہ) الگ ہوئے تو میں حضرت علی کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا اس قوم (حروریہ) کے پاس جاؤ تو میں نے بہترین یعنی چوتھ ذریب تن کیا۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نہایت خوبصورت انسان تھے۔“

عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا آے ابن

۲۲۔ رشید احمد۔ مسلمانوں کے سیاسی افکار۔ ص ۱۵۶۔ ۲۳۔ التاج فی اخلاق الملوک ص ۲۱۵۔

۲۴۔ حروریہ خارجیوں کا ایک گروہ تھا۔

۲۵۔ ابوداؤد سلیمان بن یسعت۔ سنن ابی داؤد کتاب اللباس، الجزء الرابع ص ۲۵ حدیث نمبر ۳۰۳۷ دار احیاء السنۃ النبویہ ص ۱۰۔

عباس رضی اللہ عنہ خوش آمدید ایہ کیا چوغہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اسے معیوب سمجھتے ہو؟ جبکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوبصورت ترین چوغہ پہنے ہوئے دیکھا۔“

۴۔ سفیر کو مختلف زبانوں کا ماہر ہونا چاہیے۔ تاکہ سفارت کے فرض کو پوری طرح ادا کر سکے اور جس ملک میں سفارتی مشن پر جائے تو وہاں کی زبان سے آگاہ ہوتا کہ ان کی اپنی زبان میں ان تک بات پہنچا سکے۔ حضرت زید بن ثابت کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو خطوط آتے تھے ان کو راز میں رکھنے کے لیے اور جو خود آتے ان سے ان کی زبان میں بات کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ کے صحابہ میں سے کسی کو ان کی زبان آتی ہوتا کہ بات واضح اور دونوک ہو سکے۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

﴿زید بن ثابت قال: قال لي رسول الله ﷺ: انه ياتيني كتب من اناس لا احب ان يقرءواها احد فهل تستطيع ان تعلم كتاب العبرانية او قال السريانية؟ فقلت: نعم اقال فتعلمتها في سبع عشرة ليلة﴾ ۲۶

”زید بن ثابت نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے کوئی اور پڑھے کیا آپ یہ استطاعت رکھتے ہیں کہ عبرانی زبان سیکھ لیں۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ سریانی زبان سیکھ لیں؟ میں نے کہا ہاں افرماتے ہیں کہ میں نے سترہ دنوں میں وہ زبان سیکھ لی۔“

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جو طبقات میں اس طرح مذکور ہے۔

﴿زید بن ثابت قال: لما قدم رسول الله ﷺ، المدينة قال لي: تعلم كتاب اليهود فاسنى والله ما آمن اليهود على كتابي، قال: فتعلمته في اقل من نصف شهر﴾ ۲۷

”زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم یہودیوں کی کتاب سیکھ لو بخدا! میں اپنی کتاب کے بارے میں یہودیوں سے مطمئن نہیں۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ میں نے نصف ماہ سے بھی کم مدت میں اسے سیکھ لیا۔

۵۔ اس کے علاوہ سفیر کو فصیح و بلیغ ہونا چاہیے۔ تاکہ سفارت کی ذمہ داری ادا کرتے وقت

اس کے لہجے میں کوئی گھبراہٹ یا ہچکچاہٹ نہ ہو اور وہ پورے اعتماد کے ساتھ دو ٹوک انداز میں بات کرے۔

۶۔ سفیر میں صبر و تحمل کی خصوصیت کا پایا جانا بھی از بس ضروری ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی ذمہ داری کو مکمل حقہ پورا نہیں کر سکتا۔

۷۔ سفیر کو شجاعت اور بہادری کا نمونہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ سفیر اگر خوف کا شکار ہو جائے یا جس بادشاہ کے پاس وہ اپنی حکومت کا پیغام لے کر جا رہا ہے۔ اس کے جاہ و جلال سے مرعوب ہو جائے تو وہ اس ذمہ داری کو پورا نہیں کر سکتا جو اس کی حکومت نے اس کے ذمہ لگائی ہے۔

سفیر کے فرائض: نظام الملک طوسی اپنی کتاب "سیاست نامہ" میں رقمطراز ہیں:

"سفراء کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی حکومتوں کے پیغامات اس ملک کی حکومت تک پہنچادیں جہاں وہ متعین ہیں۔ بلکہ اس ملک کے متعلق تمام جغرافیائی، سیاسی اور اقتصادی معلومات کا جمع کرنا بھی ان کے اہم فرائض میں داخل ہے۔ سفیر کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس ملک میں وہ مقرر ہے اس میں کہاں کہاں سرسٹیس، راستے اور نہریں ہیں۔ اور ان کی حالت کیسی ہے۔ وہ فوج کے گزرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں اور آس پاس کے کن علاقوں سے فوج کو خوراک فراہم کی جاسکتی ہے۔ ۲۸

اس کے علاوہ سفیر کا فرض یہ ہے کہ بادشاہ کی حیثیت اور اس کے اقتدار کے متعلق معلومات حاصل کرے اور اپنے ملک کو فراہم کرے۔ وزیر کے بارے میں بھی علم ہونا چاہیے کہ وہ دیانت دار ہے یا نہیں اس کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس ملک کی فوجی طاقت کیسی ہے اور فوج کیسے کیسے اسلحہ جات سے لیس ہے۔ پھر فوجیوں کے حوصلے اور حکومت کے متعلق بھی خیالات معلوم کرنا ایک سفیر کا فرض ہے۔ فوجی طاقت کے علاوہ اقتصادی حالت اور باشندگان ملک کی مالی حالت کا جائزہ لینا بھی سفیر کا فرض ہے۔ ۲۹

22 نومبر 1938 کو جاپان میں متعین امریکہ کے سفیر نے ایک سیمینار میں خطاب کیا جس میں انہوں نے سفیر کے فرائض اور اس کے تقرر کے عظیم مقاصد پر روشنی ڈالی۔ ان

۲۸۔ نظام الملک طوسی۔ سیاست نامہ۔ باب ۲۱۔ ص ۸۷۔ ۲۹۔ نظام الملک طوسی۔ سیاست نامہ۔ باب

کے بقول سفیر کے بہت سے فرائض ہیں جن کو ہر حال میں پورا کرنا اس کے عہدہ کا تقاضا ہے۔ اپنے خطاب میں انہوں نے فرمایا:

He must be first and foremost an interpreter, and this function of interpreting acts both ways. First of all he tries to understand the country which he serves its conditions, its mentality, its actions, and its underlying motives, and to explain these things clearly to his own government.

And then he seeks means of making known to the Government and the people of the country to which he is accredited the purpose and hopes and desires of his native land. He is an agent of mutual adjustment between the ideas and forces upon which nations act.

سفیر کے حقوق: ایک سفیر پر جہاں بہت سے فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہاں اس کے کچھ حقوق بھی ہیں جن کا خیال رکھنا ہر ریاست کے حکمرانوں کا فرض ہے۔ یہ حقوق درج ذیل ہیں۔

۱۔ حسن سلوک: سفراء کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ جس ملک میں جائیں وہاں ان کے ساتھ حسن سلوک ہو۔ ان کو عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ان کے ساتھ بالکل وہی سلوک ہونا چاہیے جو بادشاہوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ انہیں منزل بہ منزل قیام کی سہولت مہیا ہو۔ ان کی خوشی کو ملحوظ رکھا جائے اور پھر ان کی واپسی پر بھی ان سے حسن سلوک کیا جائے۔ ۳۲

رسول اکرم ﷺ کے نزدیک وفود کا احترام اور ان سے حسن سلوک اتنا اہم ہے کہ آپ نے وفات کے وقت اس کی خصوصی وصیت فرمائی۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿واجب و الوفد بنحو ما كنت اجيزهم﴾

”قاصدوں کو اس طرح انعام دینا جس طرح میں دیتا تھا۔“ ۳۳

۳۱۔ International Relations" p. 158 (Diplomacy as an instrument of national policy)

۳۲۔ نظام السلوک طوسی سیاست نامہ باب ۲۱ ص ۸۷۔ نظام السلوک طوسی سیاست نامہ باب ۲۱ ص ۸۷

۳۳۔ صحیح البخاری کتاب الحج والعمرة اور کتاب الجواز والوفد

۲۔ سفراء کے قتل کی ممانعت:

اسلام نے سفراء کے قتل کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ زاد العاد میں مذکور ہے ﴿وكانت تقدم عليه رسل اعدائه وهم على عداوته فلا يهيجهم ولا يقتلهم﴾
 ”رسول اکرم ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے دشمنوں کے بھی سفیر آتے تھے آپ انہیں کوئی گزند نہ پہنچاتے اور نہ ہی انہیں قتل کرتے۔“ ۳۳
 ”سنن ابی داؤد“ میں مذکور ہے۔

آپ ﷺ کے پاس سیلہ کذاب کے دو سفیر عبد اللہ بن النواح اور عبد اللہ بن اثال آئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا!
 ”تم دونوں کیا کہتے ہو؟“

دونوں نے جواب دیا ”ہم وہی کہتے ہو جو سیلہ کذاب کہتا ہے۔“

تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿ولو لا ان الرسل لا تقتل لضربت اعنا فكما﴾ ۳۵

”اگر قاصدوں کو قتل کرنے کا دستور ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔“

ابن قیم کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ طریقہ جاری و ساری ہو گیا کہ کسی قاصد کو قتل نہ کیا جائے۔ ۳۶

یہ رسول اکرم ﷺ کا سفیروں کے بارے میں طرز عمل تھا۔ آپ نے ان کے حقوق کا پورا خیال رکھا۔ جبکہ اس سے پہلے سفیروں کو بے درجہ قتل کر دیا جاتا تھا۔
 سیرۃ ابن ہشام میں اس حوالے سے ایک واقعہ مذکور ہے جسے ابن اثیر نے روایت کیا ہے:

قال ابن اسحاق: وحدثني بعض اهل علم:

﴿ان رسول الله ﷺ دعا خراش بن اميه الخزاعي ، فبعثه الى قريش

۳۳۔ زاد العاد ۳/۱۳۸

۳۵۔ سنن ابی داؤد الجزء الثالث، کتاب الجهاد۔ ص۔ ۸۳ حدیث نمبر ۲۷۶۱۔ ۳۶۔ زاد العاد ۳/۱۳۸

بمکة وحمله علی بعیر له یقال له الثعلب ، لیبلغ اشرفهم عنه ماجاء له فقروا به
جمل رسول الله صلی الله علیه وسلم وارادوا قتله فمعتته الاحابیش ، فخلوا
سیله حتی اتى رسول الله ﷺ ﴿ ۳۷ ﴾

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خراش بن امیہ
الخرامی کو بلایا اور اسے مکہ معظمہ میں قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا اور ایک اونٹ پر انہیں سوار کیا
جن کا نام ثعلب تھا۔ تاکہ ان کے سرداروں کو نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچائیں۔
انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دیں اور سفیر کو قتل کرنے کا ارادہ
کیا۔ جشیوں نے انہیں پہچایا۔ چنانچہ قریش نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور انہیں جانے دیا۔ یہاں
تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔
اسی حوالے سے طبقات ابن سعد میں مذکور ہے:

کر رسول الله نے حارث بن عمیر الازدی ؓ کو بصری کے بادشاہ کی طرف خط دے
کر بھیجا جب وہ موتہ کے مقام پر ٹھہرے تو شرحبیل بن عمرو الغسانی ان سے ملا اور انہیں قتل کر دیا۔
اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کے کسی سفیر کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور
آپ نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ ۳۸

چنانچہ غزوہ موتہ انہی حارث بن عمیر الازدی کا بدلہ لینے کے لیے ہوا۔
۳۔ سفیر کو کسی امر پر مجبور نہیں کرنا چاہیے: ابن قیم " زاد المعاد " میں بیان کرتے ہیں:
نبی اکرم ﷺ کا یہ طرز عمل تھا کہ آپ کسی ایسے سفیر کو جو آپ کا دین اختیار کر لیتا اپنے
پاس نہ روکتے اور اسے اپنی قوم کے ساتھ ملنے سے منع نہ کرتے۔ بلکہ آپ اسے اس کی قوم کے
پاس لوٹا دیتے۔ ۳۹
سنن ابی داؤد میں مذکور ہے۔

﴿ قال ابو رافع! بعثتني قریش الی رسول الله ﷺ القی فی قلبی الاسلام
فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انی والله لا ارجع الیهم ابدا
فقال رسول الله ﷺ انی لا اخیس بالعهود ولا اخیس البرد ولكن

ارجع فان كان في نفسك الذي في نفسك الان فارجع

قال : فذهبت ثم اتيت النبي صلى عليه وسلم ، فاسلمت ﴿٤٠﴾
 ”ابورافع کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے نبی کریم ﷺ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام نے گھر کر لیا۔ میں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ میں قریش کے پاس کبھی واپس نہ جاؤں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میں بدعہدی نہیں کروں گا اور قاصدوں کو نہ روکوں گا۔ تم ان کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کے بعد بھی اگر اپنے دل میں اسلام کی طرف رغبت محسوس کرو تو دوبارہ لوٹ آنا۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اسلام قبول کر لیا۔“

الغرض سفیروں کے ان تمام حقوق کا خیال رکھنا ہر حکومت کا فرض ہے۔ کیونکہ سفیر کے حقوق میں کوتاہی دو ممالک کے تعلقات کے بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔



باب نمبر ۳

سفراء الرسول ﷺ تعارف

- حضرت ذوجہ بن خلیفہ الکلبیؓ شاہ وروم ہرقل
 حضرت عبداللہ بن حذافہ القرظیؓ السہمیؓ شاہ ایران کسری پرویز
 حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ النخعیؓ حاکم مصر مقوقس
 شجاع بن وہب الاسدیؓ حاکم دمشق حارث بن ابی شمر الغسانی
 حضرت سلیط بن عمرو العامریؓ رئیس یمامہ ہوذہ بن علی النخعی ثمامہ بن اثال
 حضرت عمرو بن العاص القرظیؓ السہمیؓ سر دار عمان جعفر بن ابی العجلدی اور عبید بن
 العجلدی
 حضرت علاء بن الحضرمیؓ منذر بن سادہ
 حضرت حارث بن عمیر الازدیؓ سفارت کے فرائض سرانجام دینے سے
 پہلے راستے میں شہید کر دیے گئے
 حضرت مہاجر بن ابی امیہ القرظیؓ الحزومیؓ حارث بن عبد کلال الکمری
 حضرت جریر بن عبداللہ الجلیؓ ذوالکلاع اور ذومرود
 حضرت جعفر بن ابی طالبؓ شاہ حبش نجاشی
 حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ نجاشی
 حضرت عثمان بن عفانؓ قرین مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام
 دیئے۔



سلطنتِ مدینہ کے سفیر صحابہ رضی اللہ عنہم

۶ھ کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنی دعوت و تبلیغ کے کام کو وسیع کرنے کا اور اسلام کی دعوت کو اطراف و اکنافِ عالم میں پہنچانے کا آغاز کیا تو اس سے اشاعتِ اسلام کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ اور آپ ﷺ نے عرب اور اردگرد کی ریاستوں کے ملوک و امرا کو اسلام کی طرف بلانے کا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لیے آپ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ایک مہذب حکومت اور ریاست کا ہوتا ہے یعنی آپ ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ کرام میں سے چند صحابہ کو اپنی حکومت کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے منتخب کیا۔ جنہوں نے آپ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو مکما حقہ پورا کیا۔ سفارت کا جو مشن نبی کریم ﷺ نے انہیں سونپا وہ انہوں نے جس انداز میں پورا کیا اس کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان سفراء کے حالاتِ زندگی اور جن ملوک کے پاس یہ گئے ان کے حالاتِ زندگی سے مکمل آگاہی ہوتا کہ اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکے کہ یہ سفراء کس قدر ذمہ دار تھے اور ان کے مخاطب امراء و سلاطین کس طرح کے اخلاق کے مالک تھے اور کتنی بڑی بڑی سلطنتوں پر حکومت کرتے تھے۔

۱ حضرت وحیدہ بن خلیفہ الکلمی رضی اللہ عنہ

﴿وحیدہ بن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن امراء القیس بن عامر بن بکر بن عامر بن عوف بن بکر بن عوف بن عدلہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ ۱ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ۲﴾
 حضرت وحیدہ بن خلیفہ الکلمی رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں شامل ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت وحیدہ زمانہ قدیم میں اسلام لائے ۳ ان کے اسلام سے قبل کے حالات معروف نہیں ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ خیبر اور دیگر معرکوں میں شریک جہاد ہونے کی سعادت حاصل کی۔ صرف غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ ۴ ایک روایت کے مطابق آپ نے سب سے پہلے غزوہ خندق میں شرکت کی۔ ۵ غزوہ تبوک میں انہیں مجاہدین کے ایک دستے کا سالار مقرر کیا گیا۔ چنانچہ آپ کو صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے جہاد کا شرف بھی حاصل ہے۔ ۶

حضرت وحیدہ الکلمی رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کرام میں شامل ہیں ۷ آپ بڑے بااخلاق تھے۔ آپ نے جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث بخاری اور مسلم میں منقول ہیں۔ ۸ آپ رضی اللہ عنہ سے ۱۳ احادیث مروی ہیں۔ ۹ ابن حجر العسقلانی نے آپ سے ۶ احادیث مروی ہونے کا تذکرہ اپنی کتاب الاصابہ میں کیا ہے۔ ۱۰

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق ان صحابہ کرام سے جن کا فتویٰ جاری تھا۔ یعنی آپ مفتی بھی تھے۔ ۱۱
 آپ نے کئی دفعہ رسول اکرم ﷺ کو قیمتی تحائف پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ۱۲

- ۱- ابن اثیر الجوزی اسد الغابہ ۲/ ۱۳۰..... ابن حجر الاصابہ فی تہذیب الصحابہ ۳/ ۴۲۳..... الاستیعاب ۲/ ۴۶۱.....
- ۲- طبقات ابن سعد ۳/ ۲۳۹
- ۳- طبقات ابن سعد ۳/ ۲۳۹..... الاستیعاب ۲/ ۴۶۱..... ۵- الاصابہ ۳/ ۴۲۳
- ۶- طبقات ابن سعد ۳/ ۲۳۹..... النووی تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۱۸۵ القاہرہ..... الاصابہ ۳/ ۴۲۳
- ۷- استیعاب ۳/ ۴۲۳..... ۸- تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۱۸۵..... ۹- تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۱۸۵
- ۱۰- الاصابہ ۳/ ۴۲۳..... ۱۱- ابن حزم جوامع المسیرۃ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار المعارف مصر
- ۱۲- اسد الغابہ ۲/ ۱۳۰..... الاصابہ ۳/ ۴۲۳

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ

ان دحیہ اہدی الی النبی ﷺ خفین فلیسہما ۱۳

”دحیہ الکھئی ﷺ نے نبی کریم کو دو موزے بطور تحفہ دیئے۔ جنھیں آپ ﷺ نے پہنا“

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا میں نے جس شخص کو سب سے زیادہ
جبرائیل کے مشابہ دیکھا وہ دحیہ الکھئی ﷺ ہیں۔ ۱۴ ابن عمر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے

کہ جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس دحیہ الکھئی ﷺ کی صورت میں آتے تھے۔ ۱۵

حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿کان جبرائیل یاتیننی علی صورة دحیة الکلبی وکان دحیہ رجلاً

جمیلاً﴾ ۱۶

”جبرائیل میرے پاس دحیہ الکھئی کی شکل و صورت میں آیا کرتے تھے اور دحیہ ایک

خوبصورت شخص تھا۔“

عوف بن حکم کہتے ہیں:

﴿اجمل الناس من کان جبرائیل ینزل علی صورته﴾ ۱۷

”لوگوں میں خوبصورت وہی ہے جس کے روپ میں حضرت جبرائیل نازل ہوا کرتے

ہیں۔“

غزوہ خیبر میں شرکت: غزوہ خیبر میں جب لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ وہاں سے وافر

مقدور میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ جب اسے تقسیم کیا گیا تو خیبر کے سردار حنی بن اخطب کی حسین و

جمیل بیٹی دحیہ کلبی کے حصے میں آئی۔ انہوں نے اس کی خاندانی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی

اقدس کی خدمت میں پیش کر دیا۔

معمر کہ حسی میں شرکت: حسی سرزمین شام میں واقع ایک دیہات کا نام ہے۔ ۱۸

اس مقام پر ہمدانی لا آخر ۶ھ میں ایک معمر کو قوع پذیر ہوا۔ دحیہ الکھئی ﷺ شاہ

روم سے ملاقات کے بعد اس معمر کے میں شریک ہوئے۔ بیدری بن عارض اور اس کے بیٹے عارض

۱۳۔ الاصابہ/۱۳۴۲۳۔ طبقات ابن سعد/۲۵۰/۱۳۔ طبقات ابن سعد/۲۵۰/۱۳

۱۵۔ طبقات ابن سعد/۲۵۰/۱۶۔ الاصابہ/۴۲۳/۱۷۔ الاصابہ

۱۸۔ طبقات ابن سعد/۸۸۸۔ الحموی یا قوت بن عبد اللہ عم البلدان/۳/۲۷۶

نے جن کا تعلق قبیلہ بنو جذام سے تھا حسی مقام پر حضرت وحیدہ کا سارا مال و متاع چھین لیا۔ یہ خبر جب قبیلہ بنو بصیب کو پہنچی تو وہ بنو جذام کے پاس گئے اور ان سے وحیدہ کا مال و متاع و اگر کر لیا اس کے بعد وحیدہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو 500 مجاہدین کا لشکر دے کر حسی کی طرف بھیجا اور وحیدہ رضی اللہ عنہا کو بھی ان کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ یہ لشکر حسی پہنچا اور بنو جذام پر حملہ آور ہوا انہیں تہ تیغ کیا اور بھیدی اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا اس معرکہ میں ہزار اونٹ، پانچ سو بکریاں اور سو عورتیں اور بچے ہاتھ لگے۔ اس کے بعد زید بن حارثہ جذامی اپنی قوم کا ایک قافلہ لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ کی خدمت میں ایک خط پیش کیا اور اسلام قبول کر لیا اور اپنی عورتوں اور بچوں کی رہائی کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو حضرت زید کے پاس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان کی عورتوں کو چھوڑ دیں۔ اور انہیں ان کا مال واپس کر دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں رافع بن ملکیت الجہنی سے ملاقات ہوئی جنہیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کامیابی کی خوشخبری دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ اور ذی المردۃ کے مابین غلٹین 19 ہستی میں ملاقات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ان تک پہنچایا اور تمام لوگوں کا مال و متاع انہیں واپس کر دیا۔ ۲۰

اس معرکہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ بنو جذام کو سبق سکھلایا جائے جنہوں نے حضرت وحیدہ رضی اللہ عنہا پر ناحق ظلم اور زیادتی کی تھی۔ وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں انہیں یہ علم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر خاموشی اختیار نہیں کریں گے اور کسی مسلمان پر دشمنوں کی جانب سے ظلم و زیادتی کا سن کر آپ یقیناً بدلہ لیں گے۔ اس معرکہ کے واقعات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت وحیدہ رضی اللہ عنہا بلکہ شام کی طرف آتے جاتے رہتے تھے۔ شاہِ روم کے ساتھ ان کی شناسائی تھی یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ روم کی طرف اس کو اسلام کا پیغام دینے کے لیے سفیر بنا کر بھیجا۔

جنگ یرموک میں شرکت: حضرت دجیہؓ جنگ یرموک میں بھی شریک ہوئے۔ اس جنگ میں ایک لشکر کے سالار بھی تھے۔ آپ اس لشکر کے قافلے کے سالار تھے۔ جس کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے۔ جب حضرت خالد نے آپ کو لشکر کا سالار مقرر کیا تو شجاعت پیش قدمی اور تجربہ کو پیش نظر رکھا اور یہ خوبیاں حضرت دجیہؓ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ۲۱۔

حضرت دجیہ بن خلیفہؓ میں قیادت کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ لہذا ان خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے یزید بن ابی سفیان نے دمشق فتح ہو جانے کے بعد ان کی قیادت میں ایک لشکر مدینہ کی جانب روانہ کیا۔ ۲۲۔

آپ نے دمشق میں مزہ نامی بستی میں اپنی زندگی کے آخری ایام میں رہائش اختیار کی۔ آپ معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خلافت تک زندہ رہے۔ ۲۳۔ آپ نے ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ ۲۴۔ اور مزہ نامی بستی میں ہی دفن کئے گئے تھے۔

الغرض دجیہؓ کو مومن، صادق الایمان، دائم الاخلاق، خوش منظر، شریف الطبع، سخی، مہمان نواز، وفادار، نرم طبیعت، حق گو، جری اور بہادر مسلمان تھے۔ انہی دجیہ بن خلیفہؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم ہرقل کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔

تعارف قیصر روم ہرقل: چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی سیاسی قوتوں کے دو بڑے مرکز تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کے مشرق میں خلیج فارس کے ساحل پر ایرانی حکومت قائم تھی۔ اس کا رقبہ فرغانہ و افغانستان سے لے کر یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ اس وقت ایشیا کی سب سے بڑی سلطنت اور عظیم الشان تہذیب کا گہوارہ تھی۔ اور مغرب میں بحر احمر کے کناروں سے بحر اسود تک وہ سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ جو تاریخ میں روم کے نام سے مشہور ہے۔ دونوں حکومتوں کی سرحدیں عرب کے شمال میں عراق کے مشہور دریاؤں دجلہ اور فرات پر آ کر ملتی تھیں۔ ۲۵۔ یہ اپنی زمانے کی طاقتور ترین سلطنتیں تھیں۔ یہ اپنے جاہ و جلال اور قوت و سطوت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے زیادہ پر شوکت و عظمت حکومتیں سمجھی جاتی تھیں۔

۲۱۔ الامصار ۲/۱۶۱۔ ۲۲۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۴۴۱۔ ۲۳۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۵۰۔ ۲۴۔ ائزولگی
اطلام ۳/۱۲۔ ۲۳۔ البدیۃ النہامیہ ۳/۴۶۔ ۲۵۔ الکامل فی التاریخ ۱/۲۳۰۔

ہرقل اس عظیم سلطنت روم کا بادشاہ تھا۔ جس نے اس سلطنت پر ۶۱۰ء سے ۶۴۱ عیسوی تک حکومت کی۔ اس کی حکومت کا عرصہ ہجرت نبویؐ سے بارہ سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ اور ۲۱ھ تک جاری رہا۔ اسی بادشاہ کی طرف رسول ﷺ نے اپنا مکتوب گرامی۔ ۶؎ بھیجا اور اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل سے پہلے سلطنت روم پر نو کاس کی حکومت تھی۔ ۷؎

افریقہ کے حکمران ہرقل نے روم کی طرف اپنے بیٹے کو بھیجا جس کا نام بھی ہرقل تھا۔ وہ لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بحری راستے سے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے دوران سفر بعض جزیروں پر قیام کیا۔ لوگوں نے ہرقل کو خوش آمدید کہا اور یہ تین اکتوبر ۶۱۰ء کو قسطنطنیہ میں وارد ہوا اور اس نے لوگوں کے دلوں میں اپنی عزت اور توقیر کو دیکھتے ہوئے پہلے حکمران نو کاس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اسے پابند سلاسل کر دیا۔ ۲۸؎ ۱۵ اکتوبر ۶۱۰ء کو ہرقل کی تاجپوشی ہوئی۔ پھر اس نے حکمران نو کاس کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ اس کا مجسمہ چوراہے میں آویزاں تھا۔ اسے توڑنے کا حکم صادر کیا۔ ہرقل کو سلطنت روم کی تاریخ میں ایک کامیاب بادشاہ کی حیثیت حاصل ہوئی۔ یہ دین مسیحیت سے وابستہ تھا۔ اس نے سلطنت روم میں بہت سی اصلاحات کیں۔ سیاسی، ثقافتی اور عسکری لحاظ سے اس کے دور میں رومی سلطنت کو استحکام ملا۔ ۲۹؎

۶۱۰ء میں ایرانیوں نے بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کی اور ۳۳ بجتے اس کو اپنے حصار میں لیے رکھا۔ اندرون شہر گھروں کو آگ لگا دی۔ متعدد لوگوں کو ذبح کر دیا گیا اور بڑے چرچ سے مقدس صلیب کو اپنے قبضے میں لے کر ایرانیوں نے اسے اپنے دار الحکومت مدائن میں منتقل کر دیا۔ ایرانیوں کا بیت المقدس پر مکمل قبضہ ہو گیا۔ ایرانیوں نے شام اور فلسطین پر غارت گری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے ۶۱۲ء میں قسطنطنیہ کا رخ کیا۔ ایرانیوں نے قسطنطنیہ پر مشرق کی جانب سے حملہ کیا۔ پھر ایرانی فوج نے مصر کی جانب پیش قدمی کی اور ۶۱۹ء میں اسکندریہ پر قبضہ کر لیا اور تھوڑی دیر میں ایرانی پورے مصر پر قابض ہو گئے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھتے

۲۶۔ الکامل فی التاریخ ۱/۳۲۲۔ ۲۷۔ ایضاً ۱/۳۲۲۔ ۲۸۔ میر لڈیکیم (مترجم غلام رسول شہر) قسطنطنیہ ص ۱۳۱م شیخ غلام علی ایڈیٹرز اردو بازار اردو دائرہ معارف الاسلامیہ ج ۵ ص ۴

۲۹۔ Encyclopaedia Americana P. 108-Vol-5 Gibbon, The History of the decline and fall of the Roman empire

ہوئے ہرقل نے عسکری اصلاحات کی طرف توجہ دی۔ فوج کو پوری طرح منظم کیا اور اس کی تیاری میں بڑا اہتمام کیا۔ فوج کو پوری طرح تیار کرنے کے بعد فوج کی قیادت ہرقل نے بذات خود کی۔ ۶۲۲ء رومی اور ایرانی فوجیں آمنے سامنے آئیں زور کارن پڑا۔ بالآخر رومی فوج ایرانی فوج پر غالب آگئی۔

۶۲۳ء میں ہرقل نے آرمینیا کی طرف پیش قدمی کی وہاں بھی کامیابی نے اس کے قدم چوسے۔ پھر جنوب کی طرف توجہ دی جو کہ اردشیر کا دارال حکومت تھا۔ اور ایران میں اس کو دینی مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ ۳۰ سالہ شاہ ایران یہ صورتحال دیکھ کر شہر سے بھاگ نکلا اور یہ شہر بھی رومی فوج کے قبضے میں آ گیا۔ انہوں نے ایرانیوں کے معبد میں آگ لگا دی جس طرح کہ ایرانیوں نے بیت المقدس میں توڑ پھوڑ کی اور اسے جلانے کی حرکت کی تھی۔ اس معرکے میں بہت سے ایرانی گرفتار ہوئے۔

۶۲۳ء اور ۶۲۵ء میں رومی اور ایرانی فوج کے درمیان بہت سے کانٹے دار معرکے ہوئے اور ان تمام معرکوں میں رومی فوج کا پلہ بھاری رہا۔ ۶۲۶ء میں رومی فوج کے مقابلے کے لیے ایرانیوں نے تزکوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ لیکن رومی فوج کو اس موقع پر بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ ۶۲۷ء میں ہرقل ایک بہت بڑا لشکر لے کر جنوب کی طرف متوجہ ہوا اور ایران کے وسط تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ نینوا شہر میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں اور اس میں بھی رومیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ۳۱

۶۲۸ء میں ایران کے بادشاہ کی رہائش گاہ پر رومی فوج قابض ہونے میں کامیاب ہوئی۔ شاہ ایران کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ایران کا حکمران بنا اور اس نے ہرقل کے ساتھ صلح کر کے امن حاصل کر لیا۔ اس صلح کے نتیجے میں ہرقل نے شاہ ایران کے بیٹے کو وہ تمام چیزیں واپس کر دیں جو انہیں وہاں فتح کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھیں۔ ہرقل اپنے دارال حکومت کی طرف ۶ سال کے بعد واپس ہوا۔ واپسی پر اس کا سلطنت روم کے عوام نے اپنے پادریوں اور قیصر

کے بیٹے کی قیادت میں بڑے ہی دلہانہ انداز میں استقبال کیا اور خوشی سے رقص کناں ہوئے۔ ۳۲۔
 جب ایران پر رومی فوج نے فتح حاصل کر لی اور اپنی مقدس صلیب کو حاصل کر لیا تو شاہ
 روم قیصر ۶۲۹ء میں اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر شکرانے کے طور پر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔
 ۳۳۔ ۲۱ مارچ ۶۲۹ء کو وہ صلیب دوبارہ کلیسا میں نصب کر دی گئی۔ جسے ایرانی وہاں سے اکھاڑ کر
 لے گئے تھے۔ ۳۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر مدینہ میں خلیفہ العباسی کے ہاتھ قیصر روم
 کو خط دے کر بھیجا جس میں اسے اسلام کی طرف دعوت دی گئی۔ ۳۵۔ ۱۱ فروری ۶۳۱ء کو ہزقل نے
 وفات پائی۔ ۳۶۔

۳۲۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۸۵۔
 ۳۳۔ ایضاً
 ۳۴۔ مصری محمد فرج عمر بن العاص (مترجم محمد امجد پانی پتی) ص ۱۵۳۔
 ۳۵۔ ابن جریر الباری ۱/۲۸، ابان ۱۳۰۱۔
 ۳۶۔ محمود شیت العباب ۵۴، فتح الشام و مصر ص ۵۱۔

۳۲۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۸۵۔
 ۳۳۔ ایضاً
 ۳۴۔ مصری محمد فرج عمر بن العاص (مترجم محمد امجد پانی پتی) ص ۱۵۳۔
 ۳۵۔ ابن جریر الباری ۱/۲۸، ابان ۱۳۰۱۔
 ۳۶۔ محمود شیت العباب ۵۴، فتح الشام و مصر ص ۵۱۔

۳۲۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۸۵۔
 ۳۳۔ ایضاً
 ۳۴۔ مصری محمد فرج عمر بن العاص (مترجم محمد امجد پانی پتی) ص ۱۵۳۔
 ۳۵۔ ابن جریر الباری ۱/۲۸، ابان ۱۳۰۱۔
 ۳۶۔ محمود شیت العباب ۵۴، فتح الشام و مصر ص ۵۱۔

۲ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ

﴿عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن منہم بن عمرو و
بن حصیب القرظی السہمی﴾

حضرت عبداللہ بن حذافہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی طرف سے شاہ ایران کسریٰ کی طرف پیغام حق پہنچانے کی سعادت حاصل کی۔ یہ حضرت
حصیب بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پہلے خاندان تھیں بن حذافہ کے بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام
تمیمہ بنت حرثان تھا۔ اور یہ بنی عبدالمخزوم بن عبدمنافہ بن کنانہ سے تھیں۔

تھیں بن حذافہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن حذافہ جنگ بدر میں
شریک نہیں تھے۔ اور موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق اور دیگر اصحاب معاذی نے ان کا تذکرہ اصحاب
بدر میں نہیں کیا لیکن انہوں نے مکہ معظمہ ہی میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ اور
یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کرنے والے افراد میں شامل تھے۔

حضرت عبداللہ غزوہ بدر میں اس لیے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ یہ اس وقت حبشہ میں تھے
اور حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالب کی رفاقت میں مدینہ اس وقت واپس آئے جب نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فقیاب ہو کر مدینہ تشریف لائے تھے۔ اے اور غزوہ خیبر ماہ محرم کے ہوا کہ وہ قوی
پذیر ہوا تھا۔

زہری حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہی کہ ایک دن جب سورج ڈھل گیا
تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے نکلے، ظہر کی نماز پڑھی، سلام پھیرا، منبر پر کھڑے ہوئے اور
ارشاد فرمایا کوئی اگر مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے۔ اللہ کی قسم! میں
جب تک اس جگہ پر کھڑا ہوں گا تم میں سے جو بھی اس چیز کے بارے میں پوچھے گا میں وہ بتاؤں

- ۱۔ تہذیب اسباب العرب ۱۶۵/۱ الاصابۃ ۲۹۶/۲ اسد الغابۃ ۱۲/۳ ۲۔ طبقات ابن سعد ۱۸۹/۳
- ۳۔ الاصابۃ ۲۹۶/۲ ۳۔ طبقات ابن سعد ۱۸۹/۳ ۵۔ الاصابۃ ۲۹۶/۲ ۲۹۷
- ۶۔ طبقات ابن سعد ۱۸۹/۳ السیرۃ والنبیۃ لابن ہشام ۱۲۵/۱ الاصابۃ ۲۹۶/۲ اسد الغابۃ ۱۳۲/۳
- ۷۔ السیرۃ والنبیۃ لابن ہشام ۳۱۲/۳ ۸۔ السیرۃ والنبیۃ لابن ہشام ۳۲۸/۳ جامع السیرۃ ۲۱۲

گا تو عبد اللہ بن حذافہ نے آپ سے پوچھا کہ ”میرا باپ کون ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے۔^۹

حضرت عبد اللہ کی طبیعت مزاجیہ تھی۔ الاستیعاب میں مذکور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ ﷺ کے مزاجیہ انداز کا اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا امیر مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے لشکر کے افراد کو حکم دیا کہ وہ اپنے دھن اکٹھا کر کے آگ جلائیں۔ جب انہوں نے آگ جلائی تو آپ نے انہیں جلتی ہوئی آگ میں کود جانے کا حکم دیا۔ افراد لشکر نے ان کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے کہا کیا رسول ﷺ نے تمہیں میری اطاعت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ جو امیر کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا۔ اہل لشکر نے جواب دیا ہم تو اللہ پر ایمان اس لیے لائے اور اس کے رسول کی اتباع اس لیے کی کہ ہم آگ سے چھٹکارا حاصل کریں اور آپ ہمیں آگ میں کود جانے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے انکار کر دیا۔ نبی کریم ﷺ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق ﴾

”اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔“ اور اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ

﴿ لا تفتلوا انفسكم ﴾ ”اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔“

اور افراد لشکر کی رائے اور کردار کو درست قرار دیا۔^{۱۰}

حضرت عبد اللہ بن حذافہ غزوہ خیبر کے بعد تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ شانہ بشانہ رہے۔ حجہ الوداع میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔^{۱۱} الاصابہ میں حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ نے حکم دیا کہ میں اہل مثنیٰ میں منادی کرادوں کہ ان دنوں میں کوئی بھی روزہ نہ رکھے۔^{۱۲} حضرت عبد اللہ بن حذافہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ دو ہجرتیں کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ایک ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ۔ یہ رسالہ اکرم ﷺ کے معتد اور محبوب صحابہ کرام میں سے تھے۔^{۱۳}

۹۔ الاصابہ/۳/۲۹۶-۱۰۔ الاستیعاب/۲/۲۸۵-۱۱۔ الاصابہ/۲/۲۹۶-مغازی الوائدی/۳/۱۱۰۹

۱۲۔ الاصابہ/۳/۲۹۶-۱۳۔ الاصابہ/۲/۲۹۶

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سرزمینِ شام میں بہت سے معرکوں میں شریک ہوئے آپ بہت جری، بہادر اور دراعِ العقیدہ مسلمان تھے۔ ایک معرکے میں رومی فوج نے ان کو گرفتار کر لیا۔ غلیظہ بن خیاط کی روایت کے مطابق اکتوبر ۱۹ ہجری میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس سلسلے میں یقینی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکرِ روم کی طرف روانہ کیا جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ موجود تھے۔ رومی فوج نے آپ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا روم کے بادشاہ نے ان سے کہا کہ ”تم نصرانیت قبول کر لو میں تمہیں اپنے اقتدار میں شریک کر لوں گا“ آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا شاہِ روم نے آپ کو چھانسی کا حکم دیا لیکن آپ بالکل نہ گھبرائے تو شاہِ روم نے ایک دیگ لائے کا حکم دیا اس میں پانی ڈالا گیا اور اس کے نیچے آگ جلادی گئی اور ایک قیدی کو پکڑ کر اس کھولتے ہوئے پانی میں پھینکا گیا جس سے اس کے جسم کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہو گیا اس کے بعد پھر شاہِ روم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو کہا کہ ”نصرانیت قبول کر لو ورنہ تمہیں بھی اس دیگ میں پھینک دیا جائے۔“ آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

جب آپ کو دیگ میں پھینکنے کے لیے شاہِ روم کے کارندے لے کر چلے تو حضرت عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ شاہِ روم نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس کو واپس لے آؤ۔ اور پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ فرمانے لگے کہ میری دلی تمنا ہے کہ میری سوجائیں ہوں اور ان تمام جانوں کو اللہ کی راہ میں اسی طرح کھولتے ہوئے پانی میں پھینک کر ختم کیا جائے تو شاہِ روم یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا اور اس نے کہا کہ اگر تم میرے سر کو چوم لو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا سارے قیدی مسلمانوں کو بھی آزاد کر دو گے۔ اس نے کہا ”ہاں“ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر پکڑ کر چوم لیا تو شاہِ روم نے سارے قیدی مسلمانوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عبداللہ تمام قیدی مسلمانوں کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہ کے سر پر بوسہ دیا۔ ۱۵

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ مصر کی فتوحات میں حضرت عمرو بن العاص کے ماتحت شریک ہوئے۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فسطاط۔ ۱۶ علاقے پر فتح حاصل کر لی تو حضرت عبداللہ بن حذافہ کو عین شمس کی طرف ایک لشکر کا قائد بنا کر بھیجا۔ ۱۷

آپ اس علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۸۔ اسکندر یہ فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ اور خود سطاط کی طرف چلے گئے۔ رومی فوج نے قسطنطین بن ہرقل کو جو اس وقت روم کا بادشاہ تھا، خط لکھا اور اس کو بتایا کہ اسکندر یہ میں مسلمان بہت تھوڑے ہیں تو شاہ روم نے اپنے ایک جرنیل کو وہ ۳۰۰ بیڑے دے کر اسکندریہ کی طرف روانہ کیا۔ وہ اسکندریہ میں داخل ہوا لیکن مسلمانوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کی قیادت میں جم کر مقابلہ کیا اور اسکندر یہ پر اپنے قبضہ کو برقرار رکھا۔ ۱۹

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض بڑی جرأت اور دانشمندی سے ادا کیے۔ اپنی حکمت عملی، شجاعت اور مضبوط ارادے کی بنا پر میدان جنگ میں بروقت فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ یہ بڑے قابل اور تجربہ کار جرنیل تھے۔ علم و عمل، حسن اخلاق اور فصاحت و بلاغت سے آراستہ تھے۔ دینی مسائل پر ان کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے سفارت کے فرائض بڑی دانشمندی اور ذمہ داری سے ادا کیے۔ صبر و تحمل اور حکمت و دانائی جیسی خوبیاں ان میں قابل رشک انداز میں پائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ شاہ روم کی قید میں انہوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس کی جانب سے نصرانیت کو قبول کرنے کی بنیاد پر حکومت میں حصہ دار بنانے کی پیشکش کا جواب انہوں نے انتہائی حکمت و دانائی سے دیا۔ یہ مشکل میں سے اپنے ساتھیوں کو نکالنے کے لیے ایسی چال چلتے کہ دشمن دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور شام و مصر کے تمام قائدین کا اعتماد و زندگی بھر حاصل رہا۔

﴿اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم﴾ ۵۰۔ والی آیت ان

کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے شام کے بہت سے معرکوں میں حصہ لیا وہاں کے ایک مشہور و معروف علاقے عین شمس کو آپ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فتح کیا گیا۔ اور اس شہر میں جامعہ

۱۸۔ بلاذری فتوح البلدان ص ۳۰۳، بیروت ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۔ فتوح البلدان ص ۳۱۰-۳۱۱، ۲۰۔ القرآن (النساء) ۳۵۹/۴

عین شمس کے نام سے ایک بہت بڑی مشہور و معروف یونیورسٹی قائم ہے۔

حضرت عبداللہ نے حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں مصر میں وفات پائی اور آپ ﷺ کو وہیں دفن کیا گیا۔

تعارف شاہِ ایران کسری : نبی کریم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ ﷺ کو کسری کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ کسری ایران کے بادشاہوں کا لقب رہا ہے۔ ۲۲ فارسی میں اسی کو خسرو کہتے ہیں۔ خسرو کے معانی ”ملکوں کی سرحدیں وسیع کرنے والا“ کے ہیں عربوں نے خسرو کو معرب کسری کیا ہے۔ ۲۳

نبی کریم ﷺ کسری اول انوشیرواں کے دور میں پیدا ہوئے۔ انوشیرواں کا دور ۵۳۱ء سے ۵۷۹ء تک رہا۔ ۲۴ اور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ ۲۵ انوشیرواں کے بعد اس کا بیٹا ہرمز چہارم ۵۷۹ء سے ۵۹۰ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ ۲۶ ہرمز کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کسری دوم ”پرویز“ ۵۹۰ء سے ۶۲۸ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ یہ وہی شاہِ ایران ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اپنا مکتوب گرامی بھیجا۔ ۲۷ کسری ثانی پرویز کا اصل نام ”مظفر“ تھا۔ اور یہ اپنے باپ کے قتل کے بعد برسرِ اقتدار آیا۔ ایرانی فوج کے جنرل بہرام نے کسری دوم پرویز کی مخالفت کی اور دار الحکومت مدائن میں پہنچ کر اس کے سر سے تاج اتار دیا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد رومی فوج نے پرویز کی معاونت کی جس کے نتیجے میں حالات بدل گئے۔ لڑائی کے دوران رومی غالب آگئے۔ جس کی وجہ سے بہت سے عظیمائے ملت بہرام کے خلاف ہو گئے۔ جو پہلے اس کے معاون تھے۔ بہرام کو اس معرکے میں آذر بایجان کے قریب بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ ۲۸ اس طرح یہ کسری ثانی دوبارہ ایران کے تخت پر جلوہ نشین ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

اس بادشاہ کے دور میں ایران کا روم کے ساتھ حرب و ضرب کا سلسلہ جاری رہا۔ ایرانی

۲۱۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۹۰-۱۱۱ ص ۲/۳۹۶۔ اسد الغابہ ۳/۱۳۲۔ البدایہ النہایہ ۷/۲۲۱۔ الزرکلی اعلام

۲۲۔ ۲۰۶/۳۔ لسان العرب ۶/۳۵۷۔ ۲۳۔ القاموس المحیط ۳/۳۲۲

۲۴۔ اقبال ڈاکٹر محمد ایران بعد ساسانیان ص ۳۲۸-۳۲۳۔ دہلی مطبوعات انجمن ترقی اور ہند ۱۹۳۱ء

۲۵۔ اکابر فی التاريخ ۱/۲۸۱۔ ۲۶۔ شبلی نعمانی سیرۃ النبی ﷺ ۳/۲۱۶

۲۷۔ اکابر فی التاريخ ۱/۲۸۱۔ اسد الغابہ ۳/۱۳۲۔ ۲۸۔ ہیرالڈ لیم (مترجم نام رسول مہر) قسطنطنیہ ص ۱۳۱

فوج نے ایشیا کی متعدد جہات اٹھایا اور دمشق پر قبضہ کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور پھر یہ فوج بیت المقدس میں داخل ہو گئی۔ اور اس نے عیسائیوں کے مذہبی شعائر صلیب کو اکھاڑ کر ایران کے دار الحکومت مدائن میں بھیج دیا۔ پھر ایرانی فوج نے اسکندریہ اور مصر کے مختلف حصوں پر قبضہ کر لیا۔ ۶۱۵ء میں ایرانی فوج کی طاقت پورے زوروں پر تھی۔ یہ واقعات و حوادث کی وہ ایک جھلک ہے جو کسری دوم کے دور میں پیش آئے۔

میدان جنگ میں مسلسل کامیابیوں کی بنا پر کسری دوم کے ہاتھ بہت سامان لگا جس طرف اس نے قدم بڑھایا کامیابی اس کے شامل حال رہی۔ اس لیے پرویز کا نام ”مظفر“ مشہور ہوا۔ مظفر عربی زبان میں کامیاب انسان کو کہتے ہیں۔ ۲۹ء اس نے اپنے ملک پر تقریباً ۳ سال حکومت کی۔ ۳۰ء پھر اس کے بعد اس کا انجام بھی وہی ہوا جو اس کے باپ کا ہوا تھا۔ آخر کار اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر دیا اور خود ایران کا حکمران بن گیا۔ ۳۱ء کسری دوم کا قتل مارچ ۶۲۸ء یعنی ۷ھ کو ہوا۔ ۳۲

۳ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ النخعی رضی اللہ عنہ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ عمرو بن عمیر بن سلمہ بن صعّب بن سہل ابن العتیک بن معاد بن راشدہ بن جزیلہ بن نخعم بن عدی رضی اللہ عنہ۔ حضرت حاطب کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد تھی۔ ان کے سلسلہ نسب میں اختلاف ہے۔ بعض انہیں قطانی النسل قرار دیتے ہیں اور بعض بنو نخعم بن عدی کا حلیف بتاتے ہیں۔ اصحاب سیر کا عام رجحان یہ ہے کہ ان کا آبائی وطن یمن تھا۔ مکہ میں غلامی یا حلیفانہ تعلقات کے باعث سکونت پذیر تھے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ قبیلہ بنو اسد کے حلیف تھے۔ حج، مکہ معظمہ میں اناج کی تجارت ان کا پیشہ تھا۔ جسے بہت فروغ حاصل ہوا۔ عنقوان شباب میں ہی انہوں نے شہسواری، نیزہ بازی، تیر اندازی اور شمشیر زنی میں مہارت پیدا کر لی تھی۔ اور زمانہ جاہلیت میں قریش کے مشہور شہسوار اور شاعر مانے جاتے تھے۔ حج، حضرت حاطب اسلام کے پہلے ہی مراحل میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد شعر و شاعری سے پہلو تہی اختیار کرنے لگے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے۔ وہ بھی قدیم الاسلام صحابہ کرام میں سے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اپنے حلیف حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے حضرت زبیر نے حبش کی طرف دو مرتبہ ہجرت اختیار کی تھی۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ نہیں تھے۔ بلکہ مکہ میں رہے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رضیلہ بن خالد کے ساتھ مواخات کا رشتہ

۱۔ اسد الخلیفہ ۱/۳۶۰ الاصابہ ۳۰۰۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱۵۱۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳

۲۔ اسد الخلیفہ ۱/۳۶۱۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱۵۱

۳۔ الاصابہ ۱/۳۰۰۔ ۵۔ العسقلانی آئین حجر تہذیب ۲/۱۲۸ حیدرآباد دکن ۱۸۲۷ء

۶۔ جرائع السیرہ ص ۳۶۔ ابن عبد البر الدرر فی اختصار المغازی و السیرہ ص ۱۳۱ القاہرہ ۱۳۸۶ھ

۷۔ بلاذری احمد بن یحییٰ انساب الاشراف ۱/۲۰۲۔ القاہرہ ۱۹۵۹ء



قائم کیا۔ ۸۔

جبکہ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ نے عومیم بن ساعدہ کے ساتھ مواخات قائم کی۔ ۹۔ اور یہ دوسری روایت پہلی روایت سے زیادہ درست دکھائی دیتی ہے اور اکثر مصادر و مراجع میں اس کی تائید ملتی ہے۔ ۱۰۔ حضرت حاطب نے غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۱۔ اسی طرح یہ غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے۔ ۱۲۔ اور اس غزوے میں انہوں نے تیرا اندازی کرتے ہوئے کمال مہارت کا مظاہر کیا۔ ۱۳۔

اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو ایک کنواں ۱۴۔ کھودنے کا حکم دیا تاکہ مجاہدین بوقت ضرورت اس سے فیض یاب ہو سکیں۔ ۱۵۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں بھی شریک ہوئے۔ ۱۶۔ اور بیعت رضوان کے موقع پر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی۔ ۱۷۔

جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے ارادہ فرمایا کہ مکہ مکرمہ کو شرک کی آلائشوں سے پاک و صاف کر کے اسے امن کا گہوارہ بنا دیا جائے اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ اس عظیم شہر کو فتح نہیں کر لیا جاتا۔ آپ ﷺ نے اس منصوبے کو صیغہ راز میں رکھا تاکہ قبل از وقت اہل مکہ کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔ ۱۸۔

آپ نے مدینہ منورہ میں اپنے مخبر پھیلا دیے تاکہ وہ اس خفیہ منصوبہ کی اطلاع باہر نہ جانے دیں۔ اس نازک ترین موقع پر ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا جس سے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا ایک انوکھا پہلو کھل کر سامنے آیا۔ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر رسول ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر ہی لیا تو یقیناً فتح آپ ﷺ کو ہی ہوگی کیونکہ آپ کا ہر اقدام اللہ کے حکم اور اشارے سے ہوتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اجتہاد کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ اگر اہل مکہ کو پیشگی اطلاع کر دی

۹۔ السیرۃ النبویہ ۱۱، ہشام ۲/۱۳۵-۱۳۶۔ جوامع السیرۃ ۵، ص ۹۶-۹۷۔ الدرر ۹۹۔

۱۰۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳۔ ۱۱۔ السیرۃ النبویہ ۱۱، ابن ہشام ۲/۳۲۸۔ مغازی الوقدی ۱/۱۵۳۔

۱۲۔ مغازی الوقدی ۱/۲۳۳۔ انساب الاشراف ۱/۳۲۳۔

۱۳۔ طبقات ابن سعد ۱/۱۱۵۔ ۱۴۔ جوامع السیرۃ ۵، ص ۲۰۳۔ ۱۵۔ مغازی الوقدی ۲/۳۲۵۔

۱۶۔ جوامع السیرۃ ۵، ص ۲۰۸۔ ۱۷۔ مغازی الوقدی ۲/۲۰۳۔ ۱۸۔ اسد الغابہ ۱/۳۶۱۔

جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے قریش کے تین اشخاص صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کی طرف خط لکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور آپ ﷺ فوج لے کر کے کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔

اور یہ خط مزینہ قبیلے کی ایک غیر مسلم عورت کو دیا جس کا نام کنود تھا اور اس سے یہ طے کیا کہ اگر تم یہ خط کے پہنچاؤ دو تو اس کے بدلے ایک دینار ملیں گے۔ لیکن شرط یہ کہ اس خط کا کسی کو پتہ نہ چلے اس خاتون نے خط کو اپنے سر کی مینڈھیوں میں چھپالیا اور اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی۔ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو اس خاتون کے تعاقب میں بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے خط لے کر واپس آئیں۔ وہ روانہ ہوئے اور حراء الاسد کے مقام پر اس عورت کو جا پکڑا۔ ۱۹

دونوں نے اس عورت کو خط نکالنے کا حکم دیا۔ تو اس نے اپنے بالوں میں چھپایا ہوا خط نکال کر ان کے سپرد کر دیا۔ وہ دونوں یہ خط لے کر نبی کریم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے اعتراف کر لیا آپ ﷺ نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلد فیصلہ نہ فرمائیں۔ میں اللہ تعالیٰ پر اور آپ ﷺ پر پختہ ایمان رکھتا ہوں۔ میں نے یہ کام کسی کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا ہے اور نہ ہی میں کفر کو پسند کرتا ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اہل مکہ میرا یہ احسان مانتے ہوئے میرے رشتہ داروں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اللہ جانتا ہے کہ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ اس کے بارے میں خیر و بھلائی کے جذبات اپناؤ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ چونکہ جلالی طبیعت کے تھے فرمانے لگے یا رسول اللہ! اس نے خیانت کا ارتکاب کیا مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اے عمر! کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ بڈزی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

﴿اعلموا ما انتم قد غفرت لکم﴾ ۲۰

”حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تَلْفُؤْنَ إِلَيْهِمْ

بِالْمُؤَدَّةِ﴾ ۲۱

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا۔

بیرت حلیہ ج ۳ ص ۱۱ پر اس خط کی عبارت درج ہے۔ جو حضرت حاطب بن ابی

بلتعہ نے اہل مکہ کے نام تحریر کیا تھا۔

﴿إِن رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ تَوَجَّهَ إِلَيْكُمْ بِعِشِّ كَاللَّيْلِ يَسِيرُ كَالسَّيْلِ وَ

قَسَمَ بِاللَّهِ لَوْ سَارَ إِلَيْكُمْ وَحْدَهُ لَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكُمْ فَإِنَّهُ مَنْجَزٌ لَهُ مَا وَعَدَهُ

فِيكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَاصِرُهُ وَوَلِيُّهُ﴾ ۲۳

رسول اللہ ایک لشکرِ جرار لے کر سیلاب کی مانند تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں۔ بخدا اگر

وہ اکیلے بھی آپ کی طرف روانہ ہو جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں تم پر غالب کر دے گا۔ اللہ ان کے

تمام ان وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس نے تمہارے بارے میں ان سے کیے ہیں۔ بلاشبہ اللہ

ان کا حامی و مددگار ہے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ غزوہ فتح مکہ میں بھی شریک ہوئے جو ماہ رمضان ۸ھ کو ہوا۔

۲۴ اس کے علاوہ غزوہ حنین میں بھی شرکت کی جو ماہ شوال ۸ھ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ ۲۵ انہوں

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شرکت کی۔ بڑے ماہر تیر انداز

تھے۔ ۲۶ انہوں نے غزوات کے دوران اپنی تیر اندازی سے بہت سے مشرکین کو ذہیر کیا۔ جب

رسول کریم ﷺ نے انہیں مصر کے حکمران مقوقس کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا تو انہوں نے وہاں

اپنی زودہنی، دانشمندی اور حاضر جوابی سے مقوقس کو رطہ حیرت میں ڈال دیا۔ ۲۷

اور جب حضرت حاطب، مقوقس سے ملاقات کر کے واپس لوٹے تو اس نے ان کے

۲۱۔ قرآن حکیم (مکتبہ) ۱: ۶۰

۲۲۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/ ۱۵۱ الاصابہ/ ۳۰۰۔ اسد الغابہ ۱/ ۳۶۳

۲۳۔ اٹلی، علی بن برحان الدین، سیرہ حلیہ، ۳/ ۱۱۔ طبعہ مصطفیٰ محمد القاہرہ، س۔ ن

۲۴۔ جوامع السیرہ ۲۵ ۲۲۶۔ مغازی، ۹۰۹۔ ۲۶۔ طبقات ابن سعد ۳/ ۱۱۳

۲۷۔ ابن عبدالحکم فتوح مصر و المغرب، ص۔ ۶۵ الجنت البیان العربی، س۔ ن

ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تھے بھیجے۔ ان تحائف میں تین کینز بھی تھیں۔ ان میں ایک ماریہ قطیہ تھیں اور دوسری ان کی بہن شیریں تھیں۔ ۲۸ حضرت حاطب نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں۔ حضرت ماریہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت میں لیا اور ان کی بہن کو حضرت حسان بن ثابت کے سپرد کر دیا۔ اور تیسری کینز کو حضرت جہم بن قیس العبدری کی تحویل میں دے دیا۔ ۲۹ ان کے علاوہ بہت سے قیمتی تحائف، ہونا، قیمتی کپڑوں کے جوڑے اور مال و متاع سے نوازا۔ ۳۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کو پیارے ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے دوبارہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو شاہ مصر مقوقس کی جانب بھیجا۔ اس نے آپ سے پھر احترام و اکرام کا سلوک کیا۔ اور مصر کے مشرقی جانب پر واقع ایک علاقہ ان کے سپرد کر دیا۔ یہ حضرت عمرو بن العاص کی مصر کی طرف فاتحانہ پیش قدمی تک اس علاقہ کے سربراہ رہے۔ یاد رہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے ۲۰ھ کو مصر فتح کیا۔ ۳۱ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ۳۰ھ کو برطانیہ ۶۵۰ء کو 65 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ جبکہ ان کا سن پیدائش ۵۸۵ء تھا۔ حضرت عثمان بن عفان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۳۲ انہوں نے ورثہ میں ۴ ہزار دینار اور ایک گھر چھوڑا۔ ان کا وسیع کاروبار تھا۔ بڑے حسین و جمیل تھے۔ قد چھوٹا تھا ہاتھوں کی انگلیاں مضبوط اور موٹی تھیں۔ بلا کے ذہین تھے۔ ان کو سیاسی معاملات نمٹانے کا وسیع تجربہ تھا۔ ۳۳ الفرض حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بڑے جلیل القدر صحابی، سچائی کے خوگر مجاہد اور کامیاب سفیر تھے۔ انہوں نے حاکم مصر مقوقس کے دربار میں سفارت کے فرائض نہایت کامیاب اور بہادری سے سرانجام دیے۔

حاکم مصر مقوقس: براعظیم افریقہ کے شمال میں مصر کا ملک تاریخ کے ابتدائی زمانے سے تہذیب و تمدن اور خاص سیاسی عظمت کا مالک رہا ہے۔ جہاں کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ بعث نبوی کے وقت مصر میں دو قومیں آباد تھیں۔ ایک قبلی جو مصر کے اصل باشندے تھے۔

۲۸۔ الکامل فی التاريخ ۲/۲۲۵ - ۲۹۔ نوح مصر و المغرب ۶۷

۳۰۔ انجلی ابو یزید احمد بن یحییٰ اللہ و التاريخ ۳/۲۲۹۔ باریز ۱۸۹۹ - ۳۱۔ الاستیعاب ۱/۳۲۶-۳۲۸

۳۲۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳۔ تہذیب الاسماء و اللغات ۱/۱۵۲ - ۳۳۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳-۱۱۵

دوسرے رومی (بازنطینی) جنہوں نے مصر کو اپنی نوآبادیائی بنا رکھا تھا۔ رومی حاکم مصری عوام کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے اور ان کے چار حاناتر سے قبضوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ۳۳۰ء

جب ہرقل نے ۶۲۳ء بمطابق ۲ھ میں ارمینیا کا دورہ کیا تو وہاں سرکاری اور مذہبی امور میں یکسانیت پیدا کرتے ہوئے ارمینیا کے باشندوں میں اتحاد پیدا کیا اور سب کو ایک ہی مذہبی پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ اس کے چار سال بعد ہرقل نے قوقاز کا دورہ کیا اور وہاں کے مذہبی راہنما قیرس مطران سے ملاقات کی اور اس کے ذہنی علم سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور اسے اپنی طرف سے اسکندریہ میں پوپ مقرر کر دیا۔ اس نے وہاں جا کر اسکندریہ کے باشندوں کو اپنے علم و عمل سے متاثر کیا اور اسکندریہ کے بیشتر باشندوں نے اس کو دلی طور پر اپنا مذہبی اور سیاسی راہنما تسلیم کر لیا۔ اسی کو مقوقس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۳۵

ایک اور روایت کے مطابق مقوقس کا اصل نام "جرج بن میناء" تھا۔ اور مقوقس لقب تھا اور یہ ہرقل کی جانب سے مصر کا نائب السلطنت تھا۔ اس نے مسیحی دین اختیار کر لیا تھا۔ اور عیسائی مذہب کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس کا دارالسلطنت مصر کا مشہور شہر "اسکندریہ" تھا۔ ۳۶ء یہی وہ شخصیت ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعبعہ رضی اللہ عنہما کو سفیر بنا کر بھیجا اور یہ حضرت حاطب سے بڑی عزت اور بکرم سے پیش آیا۔ اس کو ایک دفعہ ۶۳۰ء بمطابق ۲۰ ہجری میں شاہ روم ہرقل نے اس کے عہدے سے معزول کر دیا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ۲۰ھ میں حضرت عمرو بن العاص اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بابلون کے قلعہ میں پڑاؤ کیا جسے ۳۱ء تو مقوقس بھی لشکر لے تیزی سے بابلون کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ لشکر اسلام کو روکا جاسکے۔ اس نے قلعہ کے گرد خندق کھدوادی اور خود لشکر سمیت قلعہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب لشکر اسلام نے قلعہ کا محاصرہ تک کر دیا تو یہ قلعہ کو چھوڑ کر جزیرہ روضہ کی طرف بھاگ نکلا۔ ۳۸

مقوقس نے لشکر اسلام کے جرنیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہماری طرف اپنے نمائندے بھیجیں تاکہ ہم اس کے ساتھ باہمی تبادلہ خیال کے بعد کسی نکتہ پر

۳۳۔ سیرۃ حلبیہ ۳/۲۸۲۔ ۳۵۔ مصری محمد فرج عمرو بن العاص (مترجم شمس محمد احمد پانی پتی) ص ۱۶۰-۱۶۱

۳۶۔ سیرۃ حلبیہ ۳/۲۸۲۔ ۳۷۔ بحم البلدان ۱/۳۱۱-۳۱۲۔ ۳۸۔ جزیرہ روضہ آج کل قاہرہ میں ہے۔

اتفاق کر گئیں۔ اور لڑائی کی نوبت نہ آئے۔ مقوقس کا یہ خط لے ایک وفد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آئے۔ ۳۹ اس وفد نے واپس جا کر لشکرِ اسلام کے اوصاف کا تذکرہ مقوقس سے کیا جس سے مقوقس بہت متاثر ہوا۔ اس کی خواہش پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک وفد اس کے پاس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا اور اسے یہ پیغام بھیجا کہ یا تو اسلام قبول کر لو یا جزیہ ادا کرو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مقوقس کے دربار میں نہایت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ اور مقوقس نے اپنے مشیروں اور قوم کے مشورہ سے کہا کہ اپنا دین تو ہم نہیں چھوڑ سکتے اور لڑائی کی صورت میں موت دکھائی دیتی ہے۔ لہذا ہم جزیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ جبکہ رومی فوج اور ان کے شہنشاہ ہرقل کا خیال تھا کہ مقوقس لڑائی کی تیاری کرے۔ لیکن مقوقس کسی بھی صورت میں لشکرِ اسلام سے لڑائی کے لئے آمادہ نہ ہو رہا تھا۔ شاہِ روم ہرقل اس صورتِ حال سے بڑا سخ پا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ بڑے تعجب کی بات ہے ہماری فوج ایک لاکھ جبکہ مسلمان تعداد میں صرف بارہ ہزار ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس سلطنتِ روم کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ یا بزدلی کا ثبوت دے رہا ہے۔ چنانچہ اس نے غصے میں آ کر مقوقس کو اس کے منصب سے معزول کر دیا یہ واقعہ ۶۳۰ء بمطابق ۲۰ھ کے تقریباً اختتام کا ہے۔ ۶۳۱ء کو بمطابق ۲۱ھ کو شاہِ روم ہرقل فوت ہو گیا۔ اور مقوقس دوبارہ ”اسکندریہ“ پر قابض ہو گیا اور اس نے لشکرِ اسلام کے ساتھ صلح کر لی۔ ۶۳۱ء اور یہ صلح نومبر کی ۲۸ تاریخ ۶۳۱ء بمطابق ۲۱ھ کو ہوئی اور اسے تاریخ میں ”صلحِ اسکندریہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۳۹۔ مصری محمد فرج، عمرو بن العاص (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۲۱۵۔

۴۰۔ مصری محمد فرج، عمرو بن العاص (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۲۱۶۔ ۲۱۸۔

۴۱۔ مصری محمد فرج، عمرو بن العاص (مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی) ص ۲۱۹۔

۲۴ حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ

﴿شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کثیر بن
غنم بن دودان بن خزیمہ الاسدی﴾

حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ قریش کے قبیلے بنی عبد شمس کے حلیف تھے اور ان کی کنیت ابو وہب تھی۔ یہ قدیم الاسلام تھے اور اس حوالے سے انہیں سابقون الاولون میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۳۰ حبشہ کی دوسری ہجرت میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ شریک سفر ہوئے اور جب حبشہ میں مہاجرین کو یہ اطلاع ملی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو یہ مکہ واپس لوٹ آئے۔ ۳۱ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو شجاع بن وہب الاسدی نے پہلے مرحلے میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ۵

مدینہ منورہ پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ خولی بنی عوف بن الخزرج قبیلہ سے تھے۔ ۶ حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ۷ ان کے بھائی عقبہ بن وہب کو بھی اس غزوہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۸ حضرت شجاع عکاشہ بن حصن کی قیادت میں معرکہ بدر میں شریک ہوئے۔ ۹ یہ معرکہ ۶ ہجری ماہ ربیع الاول کو پیش آیا۔ ۱۰ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ تمام غزوات میں حصہ لیا اور جہادی کارنامے سرانجام دیے۔ ۱۱

ان جہادی کارناموں اور تجربات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ مجاہدین کے لشکر کا قائد بنا کر ماہ ربیع الاول ۸ھ کو بخبر ہوازن کے مقابلے کے لیے اسی مقام پر روانہ کیا۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۵ دن کی مسافت پر واقع تھا۔ ۱۲ حضرت شجاع بن وہب اس لشکر کو لے کر صبح

۱۔ الاصابہ ۲/۲۳۸۔ ۲۔ اسد الغابہ ۲/۲۸۶۔ ۳۔ الاصابہ ۲/۱۳۸۔ ۴۔ اسد الغابہ ۲/۲۸۶۔

۵۔ سیرۃ ابن ہشام ۸۰/۲ جوامع السیرۃ ۸۷۔ ۶۔ المعجم میں اسد الغابہ ۲/۲۸۶۔

۷۔ معاذی الواقدی ۱۵۴/۱۔ ۸۔ اسد الغابہ ۲/۲۸۶۔ ۹۔ طبقات ابن سعد ۲/۶۱۔

۱۰۔ معاذی الواقدی ۵۵۰/۲۔ ۱۱۔ اسد الغابہ ۲/۲۸۶۔

۱۲۔ طبقات ابن سعد ۶/۱۲۸۔ معجم البلدان ۳/۳۰۲۔

کے وقت اسی مقام پر پہنچے اور اچانک وہاں کے باشندوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے اچانک حملے سے وہ لوگ سنبھل نہ سکے اس طرح مجاہدین کے ہاتھ بہت سامانِ غنیمت آیا۔ ہر ایک مجاہد کے حصے میں ۱۵، ۱۵ اونٹ آئے اور اس عمر کے میں کل ۱۵ دن صرف ہوئے۔ ۱۳ حضرت شجاع بن وہب دراز قد اور کمزور جسم کے مالک تھے۔ یہ بڑے پختہ عزم، دلیر اور نڈر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ یہ درجہ اول کے مجاہدین میں سے تھے اور نبی اکرم ﷺ پر ان کا کمال درجے پختہ ایمان تھا۔ ۱۲

گفتگو بڑی فصاحت و بلاغت سے کرتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے حارث بن شمر الغسانی کی طرف سفارت کے فرائض بڑی کامیابی سے ادا کیے۔ صبر، حکمت، دانشمندی، منصوبہ بندی میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ ان کی ظاہری شخصیت بھی بہت رعب دار تھی۔ شہادت حضرت شجاع بن وہب الاسدی کی محبوب خواہش تھی اور انہوں نے جنگِ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ ۱۵ جنگِ یمامہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سیلہ کذاب کی خلاف لڑی گئی۔ اس جنگ میں شرکت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۵ سال تھی اور یہ جنگ اٹھ کو لڑی گئی۔ ۱۶

حارث بن ابی شمر الغسانی، رئیسِ یمامہ : ﴿حارث بن الاعرج بن ابی شمر بن عمرو بن حارث بن عوف بن عمرو بن عدی بن عمرو بن مازن بن الزد﴾ کے علاوہ حارث بن الاعرج بن ابی شمر الغسانی غسان قبیلے کی طرف منسوب تھا۔ اس قبیلے کا نام غسان اس بنا پر پڑا کہ یہ قبیلہ یمن کے مشہور و معروف ڈیم "سد مأرب" کے پاس رہائش پذیر تھا۔ اور اس ڈیم کو غسان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس بنا پر اس قبیلے کا نام غسان پڑ گیا۔ جب یمن کا یہ ڈیم سیلِ عرم کی وجہ سے منہدم ہو گیا تو یہ قبیلہ یمن سے شام کے پہاڑی علاقے میں جا کر آباد ہو گیا اور وہاں انہوں نے سلطنتِ روما کی حمایت سے بلقا۔ ۱۸ اور حوران۔ ۱۹ کے علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ حملات بنائے اور وہاں ایک شہر آباد ہو گیا۔ اور علاقہ حوران میں

۱۳۔ ابن سید الناس عمون الاثر ۵۶/۲ ادارہ الجیل بیروت ۱۹۷۳ء انساب۔ الاشراف ۳۸۰/۱۔ مغازی

الواقدی ۷۵۳/۲۔ طبقات ابن سعد ۹۳/۳۔ ۱۵۔ معجم البلدان ۳۳۱/۵

۱۶۔ الکامل فی التاريخ ۳۶۰/۲۔ ۳۶۱۔ الاصابہ ۱۳۸/۲۔ ۱۷۔ جہرۃ انساب العرب ص ۳۷۳

۱۸۔ معجم البلدان ۳۸۹/۱۔ ۱۹۔ معجم البلدان ۳۱۷/۲۔ ۳۱۸



بصری۔ ۲۰ شہر کو دار الحکومت قرار دیا اور اس قبیلے نے وہاں تقریباً ۶ صدیوں تک حکومت کی اور اس کے کل ۳۲ حکمران ہوئے۔ سب سے پہلا حکمران جند بن عمرو اور آخری جلد بن اسہم تھا۔ اسی سے مسلمانوں نے اس علاقہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور یہاں پر اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ آخری غسانی حکمران جلد بن اسہم، حارث بن شمر کا چچا زاد بھائی تھا۔ اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمان ہوا لیکن پھر مرتد ہو گیا اور قیصر روم کی طرف بھاگ گیا اور رومیوں کے ساتھ مل گیا۔ اس کا تذکرہ تاریخ عرب میں بنو تغلب کے حوالے سے ملتا ہے۔ جو سرزمین شام میں آباد تھے۔ ۱۱

حارث بن ابی شمر غسانی بہت بہادر، ہنر اور جنگجو تھا۔ اسن و امان کے بجائے لڑائی جھگڑے کی طرف اس کی طبیعت زیادہ مائل تھی۔ اس نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ معرکہ آرائی میں گزار دیا۔ اور بہت سے معرکوں میں کامیابیاں حاصل کیں۔ تاریخ عرب کی مشہور لڑائی جو معرکہ بین ابابغ۔ ۲۲ کے نام سے مشہور ہے، اس میں بھی اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں اس کا مقابلہ منذر بن ماء و اسماء سے ہوا۔ ۲۳

تاریخ میں حارث کا نام اس لیے مشہور ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے سفیر شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی۔ لیکن اس نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ حارث بن ابی شمر غسانی ۵۸ بمطابق ۶۳۰ء فتح مکہ کے سال فوت ہوا اور اس کے بعد جلد بن اسہم حکمران بنا۔ ۲۴

۲۰۔ مجمع البلدان/۱/۳۳۱-۳۳۲۔ البدایہ والنہایہ/۳/۲۶۸

۲۱۔ مجمع البلدان/۳/۳۱۵-۳۱۶۔ الکامل فی التاريخ/۱/۵۳۲-۵۳۳

۲۲۔ طبقات ابن سعد/۲۶۱۔ البدایہ والنہایہ/۳/۲۶۸

۵ سلیط بن عمرو والعامری رضی اللہ عنہ

سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی القرظی۔ حضرت سلیط کی کنیت ابو الوضاح تھی۔ ۲۰ ان کی والدہ خولہ بنت عمرو بن الحارث بن عمرو بن عس یمن سے تعلق رکھتی تھیں۔ ۳۰ نبی کریم ﷺ دائرۃ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ابھی دار ارقم میں فروکش نہیں ہوئے تھے کہ سلیط بن عمرو ﷺ نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ ۳۰ ان سے پہلے ۲۰ مردوزن مسلمان ہو چکے تھے۔ اور یہ اکیسویں مسلمان تھے۔ ۵۰ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب ﷺ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ۶۰ جنب اہل مکہ نے مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھانا شروع کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کی حالت زار کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ خَسِرْتَهُمْ إِلَىٰ أَرْضِ الْحَبَشَةِ لَأَنَّ بَهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَهُ أَحَدٌ وَهِيَ أَرْضُ صَدُوقٍ حَتَّىٰ يَجْعَلَ اللَّهُ لِرُجَا مِمَّا أَنْتُمْ فِيهِ﴾
 ”اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف چلے جاؤ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے کہ اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ حبشہ امن و صداقت کی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے لئے اس مصیبت سے چھٹکارا دے کر کشادگی پیدا کر دے۔“

یہ حکم پا کر صحابہ کرام اپنے دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ کی طرف چلے۔ یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔ ۷۰ بے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے ان افراد میں حضرت سلیط بن عمرو بھی تھے۔ ۸۰ ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شرکت کی۔ ۹۰ لیکن زیادہ راجح یہی ہے کہ یہ پہلی دفعہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ تھے۔ اور اکثر مصادر بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہجرت حبشہ میں ان کی بیوی فاطمہ بنت علقمہ بھی تھیں۔ ۱۰۰

- ۱۔ جہرۃ انساب العرب ص ۱۶۶۔ الاصابۃ ۱/۴۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۰۳
- ۲۔ انساب الاشراف ۱/۲۱۹۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۰۳۔ ۴۔ انساب الاشراف ۱/۲۱۹
- ۵۔ جرائح الاسرۃ ۳۳۔ سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۶۰۔ ۶۔ الاصابۃ ۱/۲۰۴
- ۷۔ ابن ہشام السیرۃ ۱/۲۲۳۔ ۸۔ ابن ہشام السیرۃ ۱/۲۰۴
- ۹۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۰۳۔ ۱۰۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۰۳

حضرت سلیط بن عمرو غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں اس لئے شرکت نہ کر سکے کہ تکہ وہ اس وقت حبشہ میں تھے۔ ۱۱

غزوہ بدر کے علاوہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی ہے۔ ۱۲ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلیط بن عمرو کو نجد کے علاقے یمامہ کے دوریکسوں ہوزہ بن علی اُحفی اور ثمامہ بن اثال کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ۱۳ ایک روایت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلیط کو صرف ہوزہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ۱۴ جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ ہوزہ اور ثمامہ بن اثال دونوں کی طرف بھیجا۔ ۱۵ اور تاریخ میں وہ خط محفوظ نہیں رہا جو نبی کریم ﷺ نے ثمامہ کی طرف بھیجا تھا۔ ۱۶

شہادت: جب نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسیدِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو بہت سے فتنوں نے سراٹھایا۔ ان میں سے ایک فتنہ مسلحہ کذاب کا تھا۔ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت سلیط بن عمرو بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ اور اسی معرکہ یمامہ میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ بحالیہ معرکہ ۱۱ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ ۱۸

الفرض حضرت سلیط بن عمرو العامری بڑے فصیح و بلیغ، تجربہ کار اخلاقی حسنہ سے آراستہ، صبر و تحمل کے خوگر، بڑے منصوبہ ساز، ذہین و فطین اور قبائل کے حسب و نسب سے واقفیت رکھنے والے جلیل القدر صحابی تھے۔ انہوں نے ۶ ہجری کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہوزہ بن علی اُحفی اور ثمامہ بن اثال کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۰۳

۱۳۔ جوامع المسیرۃ ص ۲۹ ۱۴۔ اکمال فی تاریخ ۲/۲۱۰ ۱۵۔ اسد الغابہ ۲/۳۳۳

۱۶۔ المقریزی امتاع الاسماع ج ۱ ص ۳۰۸ مطبع المکتبۃ العلمیۃ والترجمۃ والنشر مصر

۱۷۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۰۳ ۱۸۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۲۸۱

ہوڑہ بن علی الحنفی۔ رئیس یمامہ: ﴿ہوڑہ بن علی بن ثمامہ بن عمرو بن عبد

العزيز بن صحيم بن مره بن الدؤل بن حنيفه﴾ ۱۹

ہوڑہ بن علی عہد نبوی میں بنو حنیفہ کا مشہور و معروف شاعر اور خطیب تھا۔ یہ شاہِ ایران کسریٰ کے دربار میں بھی ایک دفعہ گیا اور اس سے ملاقات کی۔ ہوڑہ بڑا حسین و جمیل اور فصیح و بلیغ انسان تھا۔ شاہِ ایران اس کی گفتگوں کو رانگشت بدنداں رہ گیا اور اس نے اسے موتیوں کا ایک قیمتی پارہ اور ایک قیمتی عالی شان ریشم کا چونچہ بطور تحفہ دیا۔ اس کے بعد یہ ہوڑہ صاحبِ تاج کے نام سے مشہور ہوا۔ ہوڑہ بڑا بہادر دانش ور شاعر اور خطیب تھا۔ اس کے شاہِ ایران کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ ایرانی تجارتی قافلے جو مدائن سے یمن اور یمن سے مدائن کے درمیان رواں دواں رہتے ان کی حفاظت ہوڑہ بڑی ذمہ داری سے کیا کرتا۔ یہ نصرانی مسلک کا تھا۔ ۲۰ھ ۸ ہجری بمطابق ۶۳۰ عیسوی اس نے وفات پائی۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت جبرائیلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو خبر دی کہ ہوڑہ بن علی الحنفی فوت ہو گیا ہے۔ ۲۱ھ اسی ہوڑہ کی طرف سفیر رسول ﷺ حضرت سلیط بن عمرو اسلام کا پیغام لے کر گئے۔ ۲۲ھ لیکن اس نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا۔

ثمامہ بن اثال: ﴿ثمامہ بن اثال بن نعمان بن سلمہ غنئیہ ابن ثعلبہ بن یربوع

بن ثعلبہ بن دؤل بن حنیفة الحنفی ابو امامة الیمامی۔﴾ ۲۳

ثمامہ بن اثال علاقہ نجد کا سربراہ تھا۔ نجد میں وافر مقدار میں غلہ پیدا ہوتا تھا اور اہل مکہ کی غذا کا بیشتر حصہ یہیں سے پورا ہوتا تھا۔ ثمامہ کا شمار زمانہ جاہلیت کے بارعہ عرب سرداروں میں ہوتا تھا۔ اور وہ بنو حنیفہ کا ہرگز سردار تھا۔

زمانہ جاہلیت میں جب ثمامہ کو رسولِ اقدس ﷺ کا خط ملا تو اس وقت اس نے بڑی حقارت سے خط کو دیکھا اور اسلام قبول نہ کیا۔ لیکن بعد میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ تاریخ میں کچھ اس طرح مذکور ہے کہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے نبی کریم ﷺ نے نجد کی جانب کچھ سوار بھیجے۔ جو بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو پکڑ کر

۱۹۔ مہرۃ انساب العرب ص ۳۱۰۔ ۲۰۔ تاریخ الامم والملوک ۱/۱۶۹۔ ۱۷۱

۲۱۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۶۲۔ ۲۲۔ اسد الغابۃ ۲/۳۲۳۔ ۲۳۔ الاصابۃ ۲/۳۰۳

نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کے پکڑ لائے ہو یہ شامہ بن اثال ہے۔ اس سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس آکر پوچھا۔

”اے شامہ تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا اے محمد ﷺ میرے پاس بھلائی ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خون کی کوئل کریں گے اور اگر نوازش کریں گے تو ایک دن قدر دان پر نوازش کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا مال چاہیں مانگ لیں۔ تو آپ ﷺ اسے چھوڑ کر چلے آئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو پھر آپ نے اسے کہا کہ اے شامہ تیرے پاس کیا ہے اس نے کہا کہ جو میرے پاس ہے وہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شامہ کو آزاد کر دو۔ تو وہ گیا اور بیع الغرقہ کے پاس پہنچ کر درختوں کے جھنڈ میں ایک تالاب پر غسل کیا اور واپس آ کر نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر وہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ پہنچا اہل مکہ نے کہا اے شامہ! تم بے دین ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے اعلیٰ دین دین محمدی قبول کر لیا ہے۔ اے اہل مکہ! مجھے رب ذوالجلال کی قسم! اب یرامہ سے تمہاری طرف گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک محمد ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ یہ کہہ کر شامہ چلا گیا اور وہاں جا کر اناج کی سپلائی روک دی۔ اہل مکہ نے رسول ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے شامہ کو اہل مکہ کی طرف گندم روانہ کرنے کا حکم دیا۔ ۲۳

حضرت شامہ رضی اللہ عنہا مشہور مدعی نبوتِ مسیلمہ کذاب کے ہونے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد مسیلمہ زور و شور سے اٹھا اور فتنہ ارتداد ہر طرف پھیل گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوری قوت سے مرتدین کی مخالفت کی اور ان کے خلاف جنگ لڑی تو مرتدین کے اس استیصال میں حضرت شامہ برابر کے شریک تھے۔ ۲۵ مرتدین کے استیصال کے بعد بنی قیس کے مرتد سردار کا حلیہ اس کے قاتل سے خریدنے سے پہلے بنو قیس نے ان کے بدن پر اپنے سردار کا حلیہ دیکھ کر سمجھا کہ اس نے ہی ہمارے سردار کو قتل کیا ہے اور یہ حلیہ انہیں سلب میں ملا ہے چنانچہ اس شبہ میں انہوں نے شامہ رضی اللہ عنہا کو شہید کر دیا۔ ۲۶

۶ حضرت عمرو بن العاصؓ

عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن
ہصيص بن كعب بن لوی بن غالب۔

حضرت عمرو بن العاص مکہ کے مشہور و معروف قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ بنو سہم کو جہاں ایک طرف افرادی قوت میں امتیاز حاصل تھا وہاں سیاسی لحاظ سے بھی وہ بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت عمروؓ کا والد العاص بن وائل قبیلہ بنو سہم کا سردار تھا۔ وہ مکہ معظمہ کا مشہور تاجر تھا۔

عاص ابھی زندہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن وہ ایمان کی نعمت سے محروم رہا۔ یہی وہ عمرو عاص بن وائل ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے بیٹے قاسم اور عبد اللہ کے فوت ہونے پر کہا تھا کہ ”ان محمداً ابتر“ (بے شک محمد ﷺ کی نسل ختم ہو گئی) تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی ”ان شانک هو الابتر“ (بے شک تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہوگا) عاص بن وائل ہجرت کے ایک ماہ بعد فوت ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص کے سن ولادت اور عمر میں مؤرخین میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن زیادہ مؤرخین اسی بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے ۹۰ برس عمر پائی۔ جب کہ ابن حجر نے آپ کی عمر نانوے برس بتائی۔ آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ اور آپ تجارت کی غرض سے دوسرے ممالک میں جاتے رہتے تھے۔ آپ کا شمار قریش مکہ کے مغز زین میں ہوتا تھا۔ آپ نے ابتدائی دنوں میں اسلام قبول نہ کیا بلکہ آپ نے اپنے والد کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپ کے والد عاص بن وائل کا شمار اسلام کے شدید ترین معاندین میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور سردار ابن قریش کو ظلم ہوا کہ مسلمان حبشہ میں پناہ حاصل کر کے آسودہ و پرسکون زندگی بسر کر رہے ہیں تو وہ بہت افسردہ ہوئے انہوں نے سوچا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو یہ لوگ خوش حال ہو کر کسی بھی وقت ہمارے لئے خطرہ بن سکتے ہیں تو سردارانِ قریش نے بڑی سوچ و بچار کے بعد سرزمینِ عرب کے ذہین و فطین اور معروف نوجوان عمرو بن العاص اور اس کی

۱۔ الاصابہ ۳/۳۲۱۔ ۲۔ اسد الغابہ ۳/۱۱۵۔ ۳۔ الکافی فی تاریخ ۱/۵۸۹۔

۴۔ سیرۃ ابن ہشام ۱/۳۲۱۔ ۵۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۳۹۸۔ ۶۔ الاصابہ ۲/۳۲۱۔

معاونت کے لئے عبد اللہ بن ابی ربیعہ کو قیمتی تحائف دے کر بھیجا۔

تا کہ نجاشی سے مل کر پناہ گزین مسلمانوں کو سرزازان قریش کی تحویل میں دینے کا مطالبہ کریں۔ عمرو بن العاص نجاشی کے دربار میں گئے اور اس موقع پر فہم و فراست کو آزمانے ہوئے اپنے مشن میں کامیاب ہونے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن حضرت جعفر بن ابی طالب کی مؤمنانہ بصیرت اور فصاحت و بلاغت سے مرصع گفتگو کے سامنے یہ اپنا جا دو جگانے میں بری طرح ناکام رہے۔ اس طرح عمرو بن العاص کی سربراہی میں نجاشی کے پاس جانے والا قریش مکہ کا یہ وفد ناکام واپس لوٹا۔ ۵

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نجاشی کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے اسلام کی طرف میری طبیعت مائل ہونا شروع ہو گئی۔ اور غزوہ احزاب میں مدینے کا محاصرہ ناکام اور شریکین کا شرد دیکھتے ہوئے میں نے اسلام کی حقانیت پر غور کرنا شروع کر دیا اور میرے دل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلام ہی سچا اور آفاقی مذہب ہے۔

قبول اسلام: چنانچہ فتح مکہ سے تقریباً ۶ ماہ قبل ۸ ہجری میں حضرت عمرو بن العاص حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ تینوں حضرات خود مدینہ منورہ پہنچے اور اسلام لے آئے۔ ۹ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھنے سے پہلے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے میں پیش پیش رہا ہوں۔ کیا میرے سابقہ گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام اور ہجرت سے سارے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ۱۰

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام قبول کرنے پر اتنے خوش تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام قبول کرنے کے کچھ عرصہ بعد جمادی الاول ۸ ہجری میں سریہ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنا کر روانہ کیا۔ ۱۱ حالانکہ اس سربزے میں حضرت ابو بکر

۷۔ سیرۃ ابن ہشام ۲/۲۵۶ - ۸۔ جامع السیرۃ ص ۶۳۔ الکامل فی التاريخ ۲/۷۹

۹۔ اسد الغابۃ ۳/۳۷۲۔ الاصابۃ ۳/۱۰۳۔ مخازن الواقعی ۲/۷۲۲۔ ۷۳۵

۱۱۔ طبقات ابن سعد ۲/۱۳۱

صدیق ؓ حضرت عمر بن الخطاب ؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جیسے چوٹی کے صحابہ کرام موجود تھے۔ ۱۲۔ اس کے بعد رسول ﷺ نے سوانح نامی بت توڑنے کے لئے جو دست روانہ فرمایا اس کا امیر بھی حضرت عمرو بن العاص ہی کو بنایا۔ یہ بت مکہ سے ۳ میل کے فاصلے پر نصب تھا اور قبیلہ بنو ہذیل اس کا پجاری تھا۔ ۱۳۔

اس کے بعد حضرت عمرو غزوہ حنین، غزوہ فتح مکہ اور طائف کے محاصرے میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ۸ ہجری میں ہی نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص کو عمان کے دور رسوں جنی بن جلدی اور عبد بن جلدی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ آپ کی یہ سفارت نہایت کامیاب رہی اور اہل عمان حضرت عمرو بن العاص ؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ جنی اور عبد نے بھی اسلام قبول کیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے آپ کو عمان میں زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر فرمایا۔ اور رسول ﷺ کی وفات تک آپ اسی عہدے پر رہے۔ اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ اور آپ کی سعی و کوشش سے علاقے کے اکثر باشندے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ۱۴۔

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد عہد خلافت صدیقی میں جب فتنہ ارتداد کی لہر اٹھی تو حضرت ابو بکر صدیق نے مرتدین کی سرکوبی کے لئے مختلف صحابہ کو امیر لشکر بنا کر اور جہت اودے کر ان علاقوں کی طرف بھیجا جہاں ارتداد کی لہر اٹھی تھی تو ان صحابہ میں حضرت عمرو بن العاص ؓ بھی شامل تھے۔ حضرت ابو بکر نے انہیں قضاہ قبیلے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ۱۵۔

یہ قبیلہ بھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر مرتد ہو گیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ اس قبیلے کو پسپا کرتے ہوئے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے۔ یہ قبیلہ دوبارہ مسلمان ہوا اور زکوٰۃ دینے لگا۔ ۱۶۔ اس کے بعد صدیق اکبر نے حضرت عمرو کو فلسطین اور شام پر حملہ آور ہونے کے احکامات جاری کئے۔ اس میدان میں بھی وہ سرخرو ہوئے۔ جس طرف بھی گئے فتح و نصرت نے ان کی قدم بوسی کی۔ بحال

جب ۱۳ ہجری میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق ؓ اللہ کو پیارے ہو گئے تو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ نے مسند خلافت سنبھالی۔ شام فتح کرنے کے بعد حضرت عمرو بن

۱۲۔ جوامع السیرۃ ص ۲۰۔ تاریخ الامم والملوک ۳-۳۲-۳۳-۱۳۔ طبقات ابن سعد ۲/۱۳۶

۱۳۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۱۲-۱۵۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۲۳۹-۱۶۔ اکال فی التاريخ ۲/۳۲۶

۱۷۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۳۹۰



العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے مصر پر چڑھائی کی۔ یہاں بھی کمال جرات اور شجاعت، حکمت و دانائی کے ساتھ پورے مصر کو اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا۔ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ آپ نے اپنے دور حکومت میں بہت سی اصلاحات کیں۔ نئے شہر آباد کئے۔ نئی نہریں کھدوائیں۔ زراعت کے کام کو فروغ دیا۔ جس سے زرعی پیداوار میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ترقیاتی منصوبوں کی وجہ سے مصر بہت جلد خوشحال ملک بن گیا۔ ۱۸۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور ان کی جگہ خلیفہ سوم حضرت عثمان آئے اور انہوں نے مسند خلافت سنبھالی تو ان دنوں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بدستور مصر کے نشیبی صوبے کے گورنر تھے دفاع اور خزانہ دونوں محکمے ان کے پاس تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصر کے بالائی صوبے کے گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وزارت خزانہ کا انتظام و انصرام کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مالیات کا شعبہ دینے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے کچھ تکی پیدا ہوئی اور بالآخر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے منصب سے معزولی کر دیا۔ معزول کے احکامات ملتے ہی مصر سے مدینہ پہنچے اور پھر وہاں سے فلسطین روانہ ہو گئے۔ ۱۹۔

لیکن ان کی قابلیت، عقل و فراست ہر دور میں مسلم رہی۔ جب حضرت عثمان بن عفان کے خلاف شورش برپا ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مشورے کے لئے مدینہ منورہ بلایا۔ جو اس بات کا اعتراف ہے کہ امیر المؤمنین انہیں صاحب رائے مدبر اور معاملہ فہم سمجھتے تھے۔ انہوں نے بلوائیوں کے خلاف سخت اقدام کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم طبیعت اس پر عملدرآمد کرنے سے قاصر تھی، جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جب حضرت عثمان کو شہید کیا گیا اس وقت آپ فلسطین میں مقیم تھے۔ ۲۰۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمان کو کفر کر دار تک پہنچانے کا مطالبہ

کر دیا۔ حضرت علی کا موقف یہ تھا کہ ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ اسی طرح باہمی اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ جس کے نتیجے میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے حادثات معرضِ وجود میں آئے۔ خوارج کا فتنہ رونما ہوا۔ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے اس موقع پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ ۲۱

مسئلہ تحکیم میں امیر معاویہ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نمائندگی کے فرائض سرانجام دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعری نمائندہ تھے۔ اس تاریخی موقع پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی عقل و دانش کے بل بوتے پر ایسا انداز اختیار کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے حالات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں پلانا لگا گئے۔ جس کے نتیجے میں یہ معاہدہ طے پایا کہ سرزمینِ شام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا۔ اور عراق و حجاز پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اختیارات تسلیم کر لئے گئے۔ ۲۲

خوارج نے مسئلہ تحکیم کو بنیاد بنا کر مکمل علیحدگی اختیار کر لی۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو صفحہ ہستی سے مٹائے بغیر امتِ مسلمہ میں امن و سکون قائم نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا تین خوارج نے بیت اللہ میں بیٹھ کر یہ معاہدہ کیا کہ ایک ہی تاریخ میں وقت مقررہ پر تینوں شخصیات پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ لہذا ایسا ہی ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے کی بنا پر شہید ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ران پر زخم آیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ طبیعت کے ناساز ہونے کی بنا پر اس روز فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اس روز ان کی جگہ حضرت خارجہ بن حذافہ نے نماز فجر پڑھائی۔ ان پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ جس میں وہ شہید ہو گئے۔ ۲۳ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن بن علی کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی تھی لیکن وہ چھ ماہ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز رہنے کے بعد ۴۱ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ اور امتِ مسلمہ پھر دوبارہ ایک قیادت کے تحت آگئی۔

امیر معاویہ نے ۳۸ ہجری میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ۶ ہزار کا لشکر دے کر مصر

۲۔ تاریخ الامم والملوک ۱۲/۵

۲۱۔ (تفصیل کے لئے) البدلیہ والناہیہ ۱/۶، ۲۷۶، ۲۷۸۔ طبقات ابن سعد ۳/۳۵، ۲۵۷

۲۲۔ حسن ابن ابیہم حسن امیرت حضرت عمرو بن العاص (مترجم شیخ محمد حماد پانی پتی) ص ۲۸۳



روانہ کر دیا تھا۔ وہاں اس وقت محمد بن ابی بکر والی مصر تھے۔ جنہیں حضرت علی ؓ نے اس منصب پر فائز کیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے دوبارہ پورے مصر پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ اور انہیں امیر معاویہ نے اپنی صوابدید کے مطابق مصر کا نظام چلانے کے اختیارات تفویض کر دیے۔ ۲۳۔

حضرت عمرو بن العاص ؓ کا یہ دور حکومت بہت مختصر ثابت ہوا۔ آپ مصر کے دارالحکومت فسطاط میں رہائش پذیر تھے کہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اور عید الفطر کے دن یکم شوال ۳۳ ہجری بمطابق ۶۶۳ عیسوی بروز ہفتہ آپ ؓ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ۲۵۔

عمان کے سربراہ جیفر بن جلندی اور عبد بن جلندی..... تعارف

جیفر: جیفر بن جلندی بن کوکب بن المستکبر بن مسعود بن الجراز بن عبد العزی بن معولہ بن شمس بن عمرو بن غالب بن عثمان بن نصر بن زهران بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن الازد الازدی۔ ۲۶۔
رسول ﷺ کے عہد مبارک میں جیفر یمن کے دارالحکومت عمان کے سربراہ تھا۔ جلندی کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی شخص کا نام نہیں تھا بلکہ عمان کے باشندوں کی زبان میں ہرنجومی شخص کے لئے بطور لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ ۲۸۔

حضرت عمرو بن العاص کی سفارت سے پہلے جیفر کے واقعات تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں۔ ان کا نام تاریخ میں اسی وقت سے مشہور ہوا جب نبی کریم ﷺ نے ۸ ہجری بمطابق ۶۳۰ عیسوی کو حضرت عمرو بن العاص ؓ کو عمان میں رہائش پذیران دوسرے ہوں جیفر بن جلندی اور اس کے بھائی عبد بن جلندی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ ۸ ہجری سے نبی کریم ﷺ کی وفات تک عمان ہی میں رہے اور آپ ﷺ کی طرف سے مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی اور آتش پرستوں سے جزیہ۔ اور اس کام میں جیفر نے ان کا ساتھ دیا۔ ۲۹۔

جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ؓ مسندِ خلافت پر جلوہ

۲۳۔ محفرج مصری تاریخ عظیم عمرو بن العاص (مترجم شیخ محمد پائی بی) ص ۳۹۳۔

۲۵۔ محفرج مصری تاریخ عظیم عمرو بن العاص (مترجم شیخ محمد پائی بی) ص ۳۹۷۔

۲۶۔ جہرۃ انساب اساب العرب ۳۸۳-۳۸۲۔ ۲۷۔ عجم البلدان ۱۵۰/۳۔

۲۸۔ جہرۃ انساب العرب ۳۷۹-۳۸۳۔ ۲۹۔ الکامل فی التاریخ ۲/۲۷۲۔

افروز ہوئے تو ارتداد کا فتہ پھا ہوا۔ جس کا اثر اہل عمان تک بھی پہنچا۔ اہل عمان بھی مرتد ہونے لگے لیکن یہ دونوں بھائی اسلام ہی سے وابستہ رہے۔ اور مرتدین کی سرکوبی کے لئے جیفر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افرادی مدد طلب کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کا لشکر اس کی مدد کے لئے بھیجا۔ جیفر اور اس کے بھائی نے مرتدین کے خلاف زوردار لڑائی لڑی۔ یہاں تک کہ ان میں سے عمان کے بیشتر باشندے مسلمان ہو گئے۔ ۳۱۔ اس کے بعد جیفر بن جلدی کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ واقعات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اپنی زندگی میں زیارت نہ کر سکا۔ ۳۱

عبد بن اکلند کی: عبد بن اکلند بی جیفر بن اکلند کی کا بھائی تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سفارت سے پہلے اس کے حالات بھی تاریخ میں نہیں ملتے۔ بلکہ اس کا تذکرہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سفارت کے بعد ہی سامنے آتا ہے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد ہی اسے یہ شرف حاصل ہوتا ہے کہ اسے تاریخ کے اوراق میں جگہ ملی۔ اس نے بھی اپنے بھائی جیفر کے شانہ بشانہ مرتدین کی سرکوبی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کی زندگی کے حالات بھی اپنے بھائی سے ملتے جلتے ہیں۔ اسے بھی نبی کریم ﷺ کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔ ۳۲

عبد بن جلدی اپنے بھائی جیفر سے زیادہ حلیم الطبع اور بااخلاق تھا اور امور حکومت میں اپنے بھائی کا نائب و معاون تھا۔ اور حضرت عمرو بن العاص جب نبی کریم ﷺ کی طرف سے اسلام کا پیغام لے کر گئے تو پہلے عبد بن جلدی سے ہی ملے تھے۔ ۳۳

۳۰۔ اکلند فی تاریخ، ۲/۲۲۲-۲۲۳

۳۱۔ اسد الغابہ، ۱/۳۳

۳۲۔ اسد الغابہ، ۳/۳۳۳

۳۳۔ طبقات ابن سعد، ۲/۲۱۲-۲۱۶، البحر

۷ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت علاء بن الحضرمی کے والد کا اصل نام عبداللہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:

علاء بن عبد اللہ بن عباد بن اکبر بن ربیعہ بن مالک بن عویف بن مالک بن الخزرج بن ایاد ابن صدی بن زید بن مقنع بن حضر موت الحضرمی۔

ان کے نسب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کے آبا حضرموت سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت علاء بن الحضرمی کے والد نے مکہ میں رہائش اختیار کر لی اور اس کے حرب بن امیہ کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے۔ حرب بن امیہ حضرت ابو سفیان بن امیہ کا باپ تھا۔

حضرت علاء کے بہت سے بھائی تھے۔ ان میں سے ایک میمون بن حضرمی تھا۔ مکہ معظمہ کے بالائی علاقے الاطّح میں ایک کنواں اس کی ملکیت تھا جو ”بر میمون“ کے نام سے مشہور تھا۔ ان کے دوسرے بھائی کا نام عمرو بن حضرمی تھا۔ اسے عبداللہ بن جش کے ایک لشکر نے قتل کر دیا۔ اے اس لشکر کو نبی کریم ﷺ نے ماہِ رجب ۲ ہجری میں مکہ معظمہ کی جانب روانہ کیا۔ نخلتہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے آنا سامنا ہوا۔ تاریخ میں یہ معرکہ ”معرکہ نخلتہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے ایک بھائی کا نام عامر بن الحضرمی ہے۔ یہ معرکہ بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوا اور اسی معرکہ میں بحالت کفر مر گیا۔

حضرت علاء بن حضرمی کے پیدائش سے لے کر قبول اسلام تک کے حالات تاریخ میں نہیں ملتے۔ جب اسلام قبول کیا تو تاریخ کے اوراق کی زینت بنے۔ اسی طرح ان کے خاندان کے دیگر افراد کے حالات زندگی تاریخ میں ناپید دکھائی دیتے ہیں بس ان کے نام باقی رہ گئے ان کے حالات کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔

حضرت علاء کا تعلق ایک عربی خاندان سے تھا۔ ان کا خاندان مکہ میں رہائش پذیر ہوا

- ۱۔ تہذیب الاسماء واللغات/۱/۳۳۱۔ جمہور انساب العرب/۳۔ ۳۶۱ میں ان کے نسب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
- ۲۔ الاصابۃ/۲/۳۹۷۔ ۳۔ الاصابۃ/۳/۴۷۔ ۴۔ اسد الغابۃ/۳/۷۱
- ۵۔ معجم البلدان/۱/۷۴۔ ۶۔ معجم البلدان/۱/۷۴۔ ۷۔ اسد الغابۃ/۳/۷۱
- ۸۔ جوامع المسیرۃ/۳/۱۰۶۔ ۹۔ اسد الغابۃ/۳/۷۱



اور خاندان بنو امیہ بن عبد شمس سے حلیفانہ تعلقات قائم کیے۔ ۱۰۔ آپ ﷺ نے ۸ ہجری میں فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور غزوہ فتح مکہ غزوہ حنین اور طائف کے محاصرے میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۱۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ قدیم الاسلام تھے۔ ۱۲۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ کا ذکر غزوات نبوی اور سرایا میں ملتا ہے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ ہجرت مدینہ اور موآخاۃ میں شامل تھے۔ اس لئے زیادہ درست یہی ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ سے قبل ۸ ہجری میں اسلام قبول کیا۔

نبی کریم ﷺ نے آپ ﷺ کو معرکہ بدر ۳ سے واپس آ کر بحرین کے حکمران منذر بن سادی العبدی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ۱۳۔ اور آپ ﷺ نے حضرت علاء کو ایک تفصیلی خط بھی دیا۔ جس میں اونٹ، گائے، بکری، پھل اور دیگر مال کی زکوٰۃ کے بارے میں تفصیلات درج تھیں۔ آپ کی دعوت پر منذر نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بحرین کے تمام عرب مسلمان ہو گئے۔ حضرت علاء نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق وہیں رہے اور انبیاء سے زکوٰۃ وصول کرتے اور فقراء میں تقسیم کرتے۔ بحرین میں رہنے والے یہودی انصاری اور مجوسیوں نے منذر اور حضرت علاء کے ساتھ ٹیکس کے معاملے پر صلح کر لی۔ ۱۵۔

نبی کریم ﷺ کو حضرت علاء بن حضرمی پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ آپ نے سفارت کے فرائض ایسی خوبی سے سرانجام دیے کہ پورے بحرین کو خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر پر امن طریقے سے اپنے زیر نگیں کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے بحرین میں زکوٰۃ و صدقات اکٹھا کرنے کا فریضہ بھی سونپا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت آپ بحرین میں ہی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہونے کا فریضہ سونپا۔ ۱۶۔

آپ پہلے مسلمان جزیرہ میں جنہوں نے سمندر کے ذریعے سفر کیا۔ اور ایران کے مغربی ساحل کے ایک حصے کو فتح کیا۔ اور آپ کی وساطت سے مسلمان بحری سفر سے آشنا

۱۰۔ طبقات ابن سعد ۴/۳۵۹ ۱۱۔ طبقات ابن سعد ۴/۳۵۹ ۱۲۔ طبقات ابن سعد ۴/۳۵۹

۱۳۔ مجمل البلدان ۴/۱۳۲ ۱۴۔ طبقات ابن سعد ۴/۳۷۰ البدو والنارخ ۴/۲۲۹

۱۵۔ الکامل فی التاريخ ۴/۲۱۵ ۱۶۔ جوامع المسیرة ص ۲۳۔ الدرر ص ۲۷۲



ہوئے۔ ورنہ اس سے پہلے وہ اونٹوں پر ہی سفر کے عادی تھے۔ سمندر کے ذریعے سفر کرنے کا اور دشمن کی طرف اس طرح پیش قدمی کرنے کا ان کے ہاں کوئی تصور نہ تھا بلکہ اس طریق کو حضرت علاء نے رواج دیا۔

حضرت علاء ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے علاء بن الحضرمی میں ۳ خوبیاں دیکھیں۔ جن کی بنا پر ان کی قدر و منزلت ہمیشہ میرے دل میں رہی۔ ایک تو جنگ دارین میں نے دیکھا کہ انہوں نے گھوڑے سمیت سمندر کو عبور کیا۔ دوسری یہ کہ جب ہم مدینہ سے بحرین کی طرف لشکر لے جا رہے تھے تو اللہ جنہاں مقام پر پانی ختم ہو گیا۔ اس وقت علاء بن الحضرمی نے اللہ سے دعا کی۔ جس سے اسی مقام پر ریت سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ سارے لشکر نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ تازہ دم ہوئے اور وہاں سے کوچ کیا۔ لشکر میں سے ایک شخص کا سامان وہیں چٹھے پر رہ گیا جب وہ سامان لینے کے لئے واپس اس مقام پر پہنچا تو پانی کا چشمہ وہاں سے عائب تھا۔ اور تیسری چیز جو مجھے کبھی نہیں بھولتی وہ یہ ہے کہ میں نے علاء بن الحضرمی کے ساتھ بحرین سے بصرہ کی طرف سفر کیا۔ ہمارے ساتھ اور بھی لوگ تھے۔ جب ہم لیاں مقام پر پہنچے تو وہاں علاء بن الحضرمی فوت ہو گئے۔ ہمارے پاس انہیں غسل دینے کے لئے پانی نہ تھا۔ اچانک اللہ نے بادل بھیجا بارش ہوئی اور اس کے پانی سے ہم نے انہیں غسل دیا۔ تلواروں سے گڑھا کھودا اور ہم نے انہیں دفن کر دیا۔ ہم ان کی لحد نہ بنا سکے۔ جب ہم کچھ آگے چلے تو ایک صحابی نے عرض کی کہ ہم نے ان کو دفن تو کر دیا لیکن لحد نہ بنا سکے ہم دوبارہ لوٹے کہ لحد بنا دیں تو ہم کو ان کی قبر کی جگہ ہی نہ ملی۔ قبر وہاں سے عائب تھی۔ اے یہ حضرت علاء بن الحضرمی کی کرامات تھیں۔

حضرت علاء بن الحضرمی نے بحرین سے بصرہ کی طرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس لئے سفر کیا تھا کہ خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین میں یہ حکم بھیجا کہ فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو اور اسی حکم کی تعمیل میں آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے سن وفات کے بارے میں مختلف تاریخوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

ابن حجر نے الاصابۃ میں آپ کے سن وفات ۱۲ ہجری بمطابق ۶۳۵ء کا تذکرہ کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ تاریخ میں آپ کا سن وفات ۲۱ھ بھی ملتا ہے۔ ۱۸۔

الغرض حضرت علاء بن الحضرمی ایک جلیل القدر صحابی ایک روشن دماغ سفیر ایک تجربہ کار منتظم ایک فاتح جرنیل محدث اور فقیہ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ اور آپ نے منذر بن ساوی کی طرف سفارت کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کئے۔

منذر بن ساوی ۱۹: ﴿منذر بن ساوی بن عبد اللہ بن زید بن عبد اللہ بن دارم التمیمی الدارمی﴾ ۲۰ (صاحب البحرین)

منذر بن ساوی بحرین کا سربراہ تھا اسی کی طرف حضرت علاء بن الحضرمی نبی کریم ﷺ کی طرف سے اسلام کی دعوت لے کر گئے۔ اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام لانے سے پہلے منذر بن ساوی کا کوئی قابل ذکر واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ ۲۱۔

جب اس نے حضرت علاء بن الحضرمی کا استقبال کیا اور اس نے اور اس کی قوم نے اسلام قبول کیا تو تاریخ میں اس کا تذکرہ ہونے لگا۔ منذر بن ساوی نے جب اسلام قبول کیا تو اس کے ساتھ ہی بحرین کے تمام عرب مسلمان ہو گئے۔ ۲۲۔

منذر اسلام قبول کرنے سے پہلے نصرانی تھا۔ یہ بڑا دانشور اور ذہین انسان تھا۔ اس نے حضرت علاء بن الحضرمی ﷺ سے ملاقات ہوتے ہی اسلام کی حقانیت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کی طرف سے ایک وفد بھی نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور اس وفد نے بھی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ ۲۳۔

منذر بن ساوی ۱۱ھ میں نبی کریم ﷺ کی وفات کے چند دن بعد اس دنیا سے کوچ کر گیا اس کے مرنے کے بعد بحرین کے باشندے مرتد ہو گئے لیکن حضرت علاء بن الحضرمی نے اپنی ذہانت سے اور حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کے حکم سے مرتدین کے مسئلے پر قابو پا لیا۔ ۲۴۔

۱۸۔ اسد الغابۃ ۴/ ۱۹۔ جہرۃ انساب العرب ۲۳۲ ۲۰۔ اسد الغابۃ ۳/ ۳۱۷
 ۲۱۔ اکال فی التاریخ ۳/ ۲۱۵ ۲۲۔ اکال فی التاریخ ۲/ ۲۹۸ ۲۳۔ اکال فی التاریخ ۲/ ۲۳۰
 ۲۴۔ ابن اثیر اکال فی التاریخ ج ۲ ص ۲۶۸

۸ حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ

حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ خاندان بنو کعب کا چشم و چراغ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

حارث بن عمیر بن احجن بن کعب بن النخارث بن کعب بن عبد

اللہ بن مالک بن نصر بن الازد۔

نبی کریم ﷺ نے اپنا فرمان دے کر حارث بن عمیر الازدی کو ۸ ہجری میں شاہ بصری کی طرف بھیجا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ جب فرمان نبوی ﷺ لے کر موتہ کے مقام پر پہنچے تو شرییل بن عمرو الغسانی ان سے ملا اور پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ شام جانا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا کہ شاید تم محمد ﷺ کے قاصد ہو۔ انہوں نے کہا ہاں میں محمد ﷺ کا قاصد ہی ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے انہیں پکڑ کر باندھ دیا۔ اور اس کے بعد ان کی گردن اڑادی۔ ان کے علاوہ نبی ﷺ کا کوئی سفیر قتل نہ ہوا تھا۔

جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ کو اس سے سخت تکلیف پہنچی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حارث کے قتل ہونے کی خبر دی۔ اور جس نے انہیں قتل کیا اس کے بارے میں بھی بتایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر فوری طور پر جرف کے مقام پر جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک لشکر ترتیب دیا جو تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور اس لشکر کے قائد کو جھنڈا دے کر موتہ کے مقام کی طرف روانہ کیا۔ جہاں پر سفیر رسول حضرت حارث شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ لشکر سفیر رسول ﷺ حضرت حارث کا بدلہ لینے کے لئے روانہ ہوا۔ مقابلہ میں رومیوں کی ایک لاکھ فوج تھی۔ نئے یہ معرکہ ماہ جمادی الاول ۸ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ اور اس معرکہ میں تین جلیل القدر صحابہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور

۱۔ اسد الغابۃ ۳/۳۲۲۔ بحیرۃ انساب العرب ۱۳۶۔ ۲۔ الاصابۃ ۳/۳۶۵۔

۳۔ اسد الغابۃ ۳/۳۲۲۔ ۴۔ تہذیب الاسماء واللقاب ۲/۱۱۶۔ ۵۔ الاکالی فی تاریخ ۲/۱۱۶۔

۶۔ ایک روایت کے مطابق مسعودیوم بدر کو حالت شرک میں قتل ہوا اور ہشام غزوہ احد میں قتل ہوا۔

۷۔ اسد الغابۃ ۳/۳۲۳۔ جرائع المسیح ۶۔ ص ۲۳۔ ۸۔ سیرۃ ابن ہشام ۳/۲۷۹۔ اسد الغابۃ ۳/۳۲۳۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق یکے بعد دیگرے امیر لشکر بن کر دوشجاعت دی اور جامِ شہادت اٹ کیا۔ اس میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور صحیح معانی میں حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لیا۔

حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کے سفیر کی حیثیت سے حالات زندگی بہت کم ملتے ہیں کیونکہ وہ اپنی سفارت کی ہم ادا کرنے سے پہلے ہی شہید کر دیے گئے تھے۔ جب کہ دیگر سفیر صحابہ کرام نے اپنی اپنی سفارت کی ہم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس لئے ان کے سفارت کے حوالے سے حالات قدرے تفصیل سے ملتے ہیں۔

البتہ حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کا شمار بڑے فصیح و بلیغ صحابہ میں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ لیکن تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں ملتے۔ آپ حسن اخلاق سے آراستہ، صابر و شاکر، صداقت کے خوگر، حسین و جمیل اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

۸ ہجری میں صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ ان تمام صحابہ میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کو سفارت کے لئے منتخب کیا وہ ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے ممتاز دکھائی دیتے تھے۔ اسی لئے حضرت حارث کا بھی سفیر رسول کے طور پر انتخاب کیا گیا کیونکہ آپ میں تمام خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ آپ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ تاریخ میں جلیل القدر صحابی، نڈر مجاہد اور جامِ شہادت ٹہس کرنے والے سفیر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

۹ حضرت مہاجر بن ابی امیہ القرشی المخزومی رضی اللہ عنہ

﴿مہاجر بن ابی امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی﴾

یہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ ام سلمیٰ کے بھائی تھے۔ ان کا اصل نام ولید تھا۔ رسول ﷺ نے ان کا نام مہاجر رکھا۔ انہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ ان کے والد کا نام ابو امیہ بن مغیرہ تھا۔ یہ بڑے مہمان نواز تھے۔ ابو امیہ کا اصل نام حذیفہ تھا۔ سخاوت اور مہمان نوازی کی بناء پر ان کا لقب ”زاد المسافر“ پڑ گیا تھا۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عمرو بن ربیعہ تھا۔

اسلام لانے سے پہلے ان کے حالات زندگی معلوم و معروف نہیں ہیں۔ مہاجر بن ابی امیہ کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا۔ اور یہ قبیلہ جنگ و جدل اور نظم و نسق کے اعتبار سے عربوں میں مشہور و معروف تھا اور یہ خوبیاں خاندانی اعتبار سے حضرت مہاجر میں بھی پائی جاتی تھیں۔ یہ ۲ ہجری میں غزوہ بدر میں مشرکین کی جانب سے شریک ہوئے۔ ۵ اس دن ان کے دو بھائی ہشام اور مسعود قتل ہوئے۔ ۶

اس دن کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت مہاجر غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی ہمیشہ ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کی سفارش کی جس کو نبی کریم ﷺ نے قبول کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔ غزوہ تبوک ماہ رجب ۹ ہجری میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو تجارت بن عبد کلال العیزی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ۸ بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ کو صلح حدیبیہ کے بعد سفیر بنا کر بھیجا۔ ۹

- ۱۔ اسد الغابۃ ۴/۲۲۲۔ حمرہ انساب العرب۔ ۱۳۶۔ ۲۔ الاصابۃ ۳/۳۶۵۔
- ۳۔ اسد الغابۃ ۳/۲۲۲۔ تہذیب الاسماء والصفات ۴/۱۱۶۔ ۵۔ الاکلیل فی التاريخ ۲/۱۱۶۔
- ۶۔ ایک روایت کے مطابق مسعود یوم بدر کو حالت شرک میں قتل ہوا اور ہشام غزوہ احد میں قتل ہوا۔
- ۷۔ اسد الغابۃ ۳/۲۲۳۔ جوامع الاسیرۃ۔ ص ۲۳۔ ۸۔ سیرۃ ابن ہشام ۳/۲۷۹۔ اسد الغابۃ ۴/۲۲۲۔
- ۹۔ سیرۃ ابن ہشام ۳/۲۷۸۔ ۲۷۹۔

جبکہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت مہاجرؓ کو فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں یمن کی طرف بھیجا تھا۔ ۱۱ ہجرت میں حارث بن عبد کلال الحمیری نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ بہت سے یمنی باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔ یہ خوش خبری لے کر حضرت مہاجر مدینہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ کو اہل یمن کے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ اس اعتبار سے حضرت مہاجر ایک کامیاب سفیر ثابت ہوئے۔ ۱۱

نبی کریم ﷺ نے انیس یمن کے دو صوبوں کندہ ۱۲ اور الصدق ۱۳ کا عامل مقرر کر دیا۔ اور یہ وہاں نبی ﷺ کی وفات تک اپنا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ۱۴ عہد صدیقی میں یمن میں اسوہ دغسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو جھنڈا دے کر روانہ کیا۔ اسوہ دغسی سے ماہ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو مقابلہ ہوا اور وہ اس میں مارا گیا۔ ۱۵ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین کے خلاف فتوحات حاصل کرنے کے بعد مہاجر بن ابی امیہ کو یمن کے صوبوں کندہ اور صدق کا عامل بنایا۔ یہ یمن کے علاوہ حضرت موت میں بھی مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ ۱۶

الفرض انہوں نے مرتدین کی سرکوبی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ بڑے مضبوط ارادے کے اور پھر تیلے مجاہد تھے بڑے کامیاب قائد اور تجربہ کار سفیر تھے۔ بڑے بااِطلاق صابر و شاکر، دانشور، عالم و فاضل، منصوبہ ساز اور ذہین و فطین صحابی تھے، دیکھنے میں بڑے بارعب اور حسین و جمیل تھے۔ انہوں نے سفارت کے فرائض کامیابی اور خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ اس طرح یہ جلیل القدر صحابی سفیر، گورنر اور کامیاب جرنیل کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

حضرت مہاجر کا سن وفات تاریخ میں مذکور نہیں۔ تاریخ میں ان کا ذکر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانے تک ملتا ہے۔ اس کے بعد تاریخ میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔

حارث بن عبد کلال الحمیریؓ : ﴿حارث بن عبد کلال بن نصر بن سہل بن عریب بن عبد کلال بن عبید بن فہد بن زید الحمیری﴾۔ ۱۷

- ۱۰۔ اسد الغابۃ ۳/۲۶۸ ۱۱۔ اسد الغابۃ ۳/۳۶۸ ۱۲۔ معجم البلدان ۳/۲۸۲
 ۱۳۔ معجم البلدان ۳/۳۹۷ ۱۴۔ الاصابۃ ۳/۳۶۵ ۱۵۔ الاکالی فی التاريخ ۲/۳۳۱
 ۱۶۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۳۳۰ ۱۷۔ الاصابۃ ۳/۲۷۳

ان کا تعلق یثعیر سے تھا۔ ۱۸ء حارث بن عبدکلال یمن کا بادشاہ نہ تھا بلکہ سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ ۱۹ء لیکن وہ یمن کے تمام سرداروں سے زیادہ نمایاں شخصیت رکھتا تھا۔ اسی لیے نبی ﷺ نے پہلے مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ ۲۰

حارث نے مہاجر بن ابی امیہ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور نبی کریم

ﷺ کی طرف خط لکھا جس میں یہ شعر درج تھا۔

ودينك دين الحق فيه طهارة

وانت بما فيه من الحق امر - ۲۱

”آپ کا دین دینِ حق ہے اور اس میں پاکیزگی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور آپ حق کا حکم دینے والے ہیں۔“

حارث بن عبدکلال کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کا موقع تو نہ ملا البتہ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ ۲۲ء یہ ۹ ہجری کو مسلمان ہوا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی سال یمن کی طرف مہاجر کو سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ ۲۳ء اور دوسرے سفیر شوال یا ذی قعدہ ۹ ہجری کو حضرت معاذ بن جبل انصاری یمن کی طرف گئے۔

حارث بن عبدکلال کے بھائی شریح بن عبدکلال علاقہ ذی ریحین معافر۔

۲۴ء اور ہمدان کے سردار تھے۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حارث بڑا عقلمند و نریک ذہین و فطین شاعر اور قیاس شناس افسانہ نگار تھا۔

تاریخ میں اس کا سن وفات مذکور نہیں ہے۔

۲۵ء

۲۶ء

۲۷ء

۱۸۔ حجرۃ التثاب العرب من ۳۳۲۔ ۱۹۔ الاصابہ ۲/۲۲۳ ج ۲ مع البصرۃ ص ۲۲۶

۲۰۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۶۴۔ ۲۱۔ الاصابہ ۲/۲۲۳۔ ۲۲۔ اسد الغابہ ۳/۳۶۸

۲۳۔ اسد الغابہ ۳/۳۶۸۔ ۲۴۔ بحم البلدان ۵/۱۵۳

حضرت جریر بن عبد اللہ السجلی رضی اللہ عنہ

جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جسم بن عویف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسری بن عبقر بن اثماری بن ارش بن عمرو بن العوث بن نبث بن مالک بن زید بن کھلان بن سبا۔ حضرت جریر بن عبد اللہ السجلی رضی اللہ عنہ یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور بنو بجیلہ قبیلہ کے سردار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اسلام قبول کیا لیکن ان کے اسلام قبول کرنے کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۰ روز قبل مسلمان ہوئے۔ لیکن یہ روایات زیادہ صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ صحیحین کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس لئے وفات نبوی سے کم از کم چار پانچ ماہ پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام ماننا پڑے گا۔ قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔

﴿استصتت الناس﴾

چنانچہ مجمع کو خاموش کرنے کی خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھی۔ فتح مکہ کے بعد عرب کے تقریباً تمام قبیلے اسلام کے حلقہ اثر میں آ گئے۔ لیکن ان میں ابھی صدیوں کے اعتقاد کی وجہ سے توہم پرستی باقی تھی اور وہ اپنے بتوں کو توڑتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صنم کدے گروائے۔ دائرۃ اسلام میں داخل ہونے کے بعد حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جو پہلا کارنامہ سرانجام دیا وہ ذوالخلفہ نامی بت کدہ کو زمین بوس کرنے کا تھا۔ یہ یمن کے باشندوں کے نزدیک ایک مقدس مقام تھا۔ بلکہ یہ جگہ یعنی کعبہ کے نام سے مشہور و معروف تھی۔ لوگ دور دراز سے اس کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور اس میں نصب کئے گئے بتوں کی پوجا ان کے مذہبی فرائض میں شامل تھی۔

۱۔ جمعہ انساب العرب، ص ۳۸۶-۳۸۷ ۲۔ اسد الغابہ، ۲/۲۷۹ ۳۔ ایضاً
۴۔ الاصابہ، ۲/۲۳۲ ۵۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما، دار الفکر، بیروت لبنان، ۱۹۹۱ء
۶۔ اسد الغابہ، ۲/۲۸۰

نبی کریم ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے جریر رضی اللہ عنہ کیا تم یمن کے سب سے بڑے بت کدہ کو گرا کر مجھے خوش نہیں کرو گے۔“

آپ ﷺ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے آپ نے میرا انتخاب کیا لیکن میں گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔“

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے آپ ﷺ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا۔

﴿اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا﴾

”اے اللہ ان کو (گھوڑے کی پیٹھ پر) جمادے اور ہادی و مہدی بنا۔“

چنانچہ آپ نبی کریم ﷺ کی ان دعاؤں کے ساتھ ایک سو پچاس سواریوں کے دستے کے ساتھ یمن پہنچے اور ذی الخلفہ کے منم کدہ کو جلا دیا۔ نئے جب نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو مسرت سے آپ کا چہرہ کھل اٹھا اور آپ نے پورے لشکر کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ ان نبی کریم ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اہجری میں یمن کے سردار ذوالکلاع کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ اہجری میں ہی تھے کہ نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور یہ مطالبہ کیا کہ مجھے قبیلہ بجیلہ کا قائد بنا کر میدانِ جہاد میں نمایاں خدمات سر انجام دینے کا موقع دیا جائے۔ چونکہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فتنوں کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ اس لئے ان کے مطالبے کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس طرح یہ خاموش ہو کر یمن کی طرف پلٹ گئے اور صدیقی دور وہیں خاموشی سے گزار دیا۔ ۹

اس کے بعد آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عراق کی فوج کشی میں شریک ہوئے۔ جنگِ حیرہ میں مسلمانوں کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حالات کا

۸۔ اسد الغابہ/۱/۲۸۰۔ محمد بن اسماعیل الجامع الصحیح، کتاب المغازی باب فزوة ذی الخلفہ، ۱۱۱/۵، دار الفکر۔

بیروت ۱۹۸۱ء

۸۔ اکمل فی تاریخ، ۲/۳۰۳، ۹۔ تاریخ الامم والملوک، ۳/۳۲۲-۳۲۵

جاڑہ لیتے ہوئے عراق میں نبرد آزما مجاہدین کی امداد کے لئے عرب قبائل کو جمع کیا۔ اور ہر قبیلے کے سردار کو اس قبیلے کا قائد نامزد کر کے عراق کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ قبیلہ بجیلہ کے سردار جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے عراق پہنچے۔ مقام حیرہ میں لشکرِ اسلام اور ایرانی فوج کا مقابلہ ہوا۔ اس معرکہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ذمے دار مقرر ہوئے۔ لشکرِ اسلام کو اس معرکہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور لشکرِ اسلام کے عظیم قائد اور قبیلہ بجیلہ کے سردار حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا جنگی کردار ادا کیا جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مجاہدین آپ رضی اللہ عنہ کی جرأت، شجاعت اور شمشیر زنی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

جنگ یرموک میں بھی حضرت جریر بن عبد اللہ نے اپنے قبیلے کی قیادت کی اور ہمت و جرأت کی ایک داستان رقم کی۔ اس جنگ کی کامیابی میں آپ کے ماہرانہ جنگی مشوروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ لہذا آپ رضی اللہ عنہ کی جنگی اور انتظامی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے دربار خلافت کی جانب سے آپ کو اہم عہدوں پر فائز کیا گیا۔ 'ا' یرموک کے بعد کسری کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا۔ 'ا' اس کے بعد جلولا، 'ا' فتح ہوا تو اس کی حفاظت اور انتظام و انصرام کے لئے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اور ان کی معاونت کے لئے ۳ ہزار مجاہدین ان کی کمان میں دیئے گئے۔

جلولا کے پاس ہی حلوان 'ا' ایرانیوں کا ایک بڑا مرکز تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ۳ ہزار مجاہدین حضرت جریر کے پاس بھیجے تاکہ وہ حلوان شہر کو اسلامی سلطنت کا حصہ بنانے کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ وہ چار ہزار پہلے اور ۳ ہزار بعد میں کل سات ہزار کا لشکر لے کر حلوان پہنچے اور بلا خون ریزی اس پر قبضہ کر لیا۔ 'ا'

اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مشترکہ کوششوں سے ایران کے مرکزی اور مشہور شہر ہوازا 'ا' اور تستر 'ا' پر قبضہ

۱۰۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۳۶۵-۳۷۳ ۱۱۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۳۸۱

۱۲۔ فتوح البلدان ص ۳۶۹ ۱۳۔ مجمل البلدان ص ۱۵۶/۲ ۱۴۔ مجمل البلدان ۲/۲۹۹-۲۹۳

۱۵۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۳۸۱-۳۸۲ فتوح البلدان ص ۳۲۳

۱۶۔ مجمل البلدان ۲/۲۹۹ ۱۷۔ مجمل البلدان ۲/۲۹۹



ہو گیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ایک کامیاب قائد تھے۔ ۱۸ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کو ہمدان کا گورنر مقرر کیا گیا۔

حضرت عثمان کے بعد جب خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی کو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ مذاکرات کرنے اور انہیں خلیفہ وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے آمادہ کرنے کی خاطر دارالخلافہ کا نمائندہ بنا کر دمشق بھیجا گیا۔ لیکن ان مذاکرات کا کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر دمشق کی صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ وہ لوگ بیعت سے انکاری ہیں اور آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوت اور اس کے انتظامات سے بھی آگاہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر شیعانِ علی براہم ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ پر ہمتیں لگانے لگے۔ آپ سخت دلبرداشتہ ہوئے اور اپنے اہل خانہ کو لے کر راتوں رات کوفہ کے قریب قرسیاء میں اقامت پذیر ہوئے۔ اور جنگِ صفین میں کوئی حصہ نہ لیا اور بقیہ زندگی قرسیاء میں ہی گزار دی۔ ۵۳ ہجری کو قرسیاء میں ہی اپنی اقامت گاہ پر وفات پائی۔ ۱۹

ذوالکلاع: یہ پہلے یمن میں ایک چھوٹی سی ریاست کا امیر تھا۔ اسلام سے پہلے یمنی تاریخ میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے سربراہ اور امرائے القباہ کے حوالے سے پکارا جاتا تھا۔ ذوالکلاع بھی یمن کی ایک ریاست کے امیر کا لقب تھا۔ اس کا اصل نام سمیع تھا۔ ۲۰ ایک دوسری روایت کے مطابق اسمعج تھا۔ اور اس کی کنیت ابوشرحیل تھی۔ ۲۱

اس کا سلسلہ نسب یہ ہے

﴿ذو الکلاع بن ناکور بن حبیب بن مالک بن حسان بن تبع﴾ ۲۲
ایک اور روایت میں اس کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے۔

﴿ذو الکلاع بن ناکور بن عمرو بن یعفر بن یزید بن نعمان﴾ ۲۳
ذوالکلاع اپنی قوم کا ہر و عزیز سردار تھا۔ ۲۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ

۱۸۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۸۳-۸۴

۱۹۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ۲/۵۳۵-۵۳۶۔ تحقیق شیبہ الارناؤط مؤسسۃ الرسالہ۔ بیروت ۱۹۸۵ء

۲۰۔ جہرۃ انساب العرب ۳۳۳ ۲۱۔ اسد الغابۃ ۲/۱۳۳۔ الاصابۃ ۱/۳۹۲

۲۲۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۶۶ ۲۳۔ جہرۃ انساب العرب ص ۳۳۳ ۲۴۔ اسد الغابۃ ۲/۱۳۳

انجلی ﷺ کو اس کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ یہ مذہباً یہودی تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اسے اسلام کی دعوت پیش کی جس سے متاثر ہو کر ذوالکلاع اور اس کی بیوی ضربیہ بنت ابرہہ بن الصباح نے اسلام قبول کر لیا۔ ۲۵ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے ذوالکلاع اور ذومعدی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ میں ذوالکلاع سے ملا۔ اسلام کی دعوت اس کے سامنے پیش کی۔ وہ بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک ساتھ دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے ۴ ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔ ۲۶

ذوالکلاع اور اس کا ساتھی ذومعدی دونوں حضرت جریر بن عبد اللہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کو ایک قافلہ ملا جس نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین منتخب کر لیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر بڑے غمزدہ ہوئے اور سفیر رسول حضرت عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ آپ مدینہ جائیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتادیں کہ ہم پھر کسی وقت مدینہ حاضری دیں گے۔ ۲۷ اس طرح ذوالکلاع صحابی ہونے کا اعزاز تو حاصل نہ کر سکے لیکن اسلام قبول کرنے کی سعادت انہوں نے حاصل کر لی۔ ۲۸

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ارتداد کی لہر اٹھی اور یمن کے اکثر لوگ مرتد ہو گئے اور اسو غنسی نے وہاں نبوت کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں کی اکثریت اس کی پیروی کرنے لگی۔ اس ہنگامی دور میں بھی ذوالکلاع اسلام پر ثابت قدم رہے۔ انہوں نے مرتدین کی سرکوبی میں اور ارتداد کے فتنے کا قلع قمع کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ۲۹

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی ذوالکلاع اور دیگر نمایاں حیثیت رکھنے والے سرداروں کو خطوط لکھے جن میں اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اور اس موقع پر حضرت انس بن مالک کو اپنا سفیر بنا کر یمن بھیجا اور فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لئے انہیں ہدایات دیں۔ ۳۰ ۱۳ ہجری کو سرزمین روم میں مجاہدین کی مدد کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو لشکر روانہ کیا اس میں ذوالکلاع بھی شامل تھے۔ ۳۱

۲۵۔ طبقات ابن سعد/۲۶۶-۲۶۷۔ الاصابہ/۳۹۳-۲۷۰۔ ایضاً

۲۸۔ اسد الغابہ/۲-۱۳۳-۱۳۴۔ ۲۹۔ تاریخ الامم والملوک/۳-۳۱۸-۳۲۰

۳۰۔ الکامل فی التاريخ/۲-۲۷۴-۲۷۸۔ ۳۱۔ تاریخ الامم والملوک/۳-۳۸۹

۱۳ ہجری میں معرکہ یرموک میں ذوالکلاع مجاہدین کے ایک لشکر کے قائد تھے۔ لشکر اسلام کی قیادت خالد بن ولید کر رہے تھے۔ یہ لشکر ۳۶ سے ۴۰ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ ۲۲ ۱۳ ہجری میں فتح دمشق میں بھی ذوالکلاع شریک ہوئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان کو لشکر کے ایک گروپ کا قائد متعین کیا تھا۔ انہوں نے اس فتح میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ ۳۳ ہجری میں شام کے مشہور و معروف مقام ”فحل“ کو فتح کرنے میں بھی انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۳۴

ذوالکلاع شام کو فتح کرنے کے بعد حمص میں سکونت پذیر ہوئے۔ دمشق میں ان کی چند کانیں بھی تھیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان پیش آنے والے معرکہ ”صفین“ میں یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ صفین کا یہ معرکہ ۳۷ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس معرکہ میں یہ معاویہ کے لشکر میں نہ کے سربراہ تھے۔ یہ نہ حمص اور حیر کے باشندوں پر مشتمل تھا۔ یہ اسی معرکہ میں زخمی ہوئے اور زخموں کی تالاب نہ لاکر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ۳۵

۳۲۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۲۹۵-۲۹۷

۳۳۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۲۲۸

۳۴۔ تاریخ الامم والملوک ۳/۲۲۸

۳۵۔ اکمال فی التاريخ ۳/۳۰۷

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

﴿جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الهاشمی﴾۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رسول اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ ابو طالب کا اصل نام عبد مناف تھا۔ یہ قریش کے سردار عبد المطلب کے نعت جگر تھے۔ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہ تھی۔ اقتصادی حالات قدرے بہتر نہ تھے۔ تجارت پیشہ تھے لیکن تجارت کو زیادہ فروغ نہ دے سکے۔ ان کے چار بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا۔ اسی مناسبت سے ابو طالب کہلائے۔ دوسرے بیٹے کا نام عقیل رضی اللہ عنہ تیسرے بیٹے کا نام جعفر رضی اللہ عنہ اور چوتھے بیٹے کا نام علی رضی اللہ عنہ تھا۔

ان چاروں کی عمر میں دس دس سال کا فرق تھا۔ آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد تھیں۔ ان کے چاروں بیٹوں میں سے حضرت جعفر طیار سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ یہ اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے زیر کفالت پر وان چڑھے۔ حضرت عباس مالی اعتبار سے بڑے آسودہ حال تھے۔ حضرت جعفر نے ۲۰ سال کی عمر میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ یہ ہاشمی خاندان کے خوبصورت جوان تھے ایک روز رسول اقدس نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

﴿اشبهت خلقی و خلقی﴾۔

”اے جعفر! تم میرے ہم شکل بھی ہو اور ہم عبادت بھی۔“

یہ فرمایا ”فقرا مساکین اور حاجتمندوں کا بہت خیال کرتے تھے جو دو سخا کے پیکر تھے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انہیں ”ابو المساکین“ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ حضرت جعفر طیار کی شادی حضرت اسماء بنت عمیس کے ساتھ ہوئی۔ انہوں نے بھی ابتدائی مراحل میں اسلام قبول کر لیا۔ یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیرہ تھیں۔ یہ حضرت

۱۔ الاصابہ/۱/۲۳۷ ۲۔ الاصابہ/۱/۲۳۷ ۳۔ الزکلی اعلام/۲/۱۱۸

۴۔ سیرۃ اعلام النبلاء/۲/۸۰ ۵۔ الاصابہ/۱/۲۳۷

۶۔ طبقات ابن سعد/۳/۳۵۔ سیرۃ اعلام النبلاء/۱/۲۱۷

عباس کی بیوی ام الفضل کی بھی ہمیشہ تمہیں۔ انہوں نے اپنے خاندان حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بے حبشہ میں قیام کے دوران ان کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے۔ جن کے نام عبداللہ، عون اور محمد رکھے گئے۔ اور بڑے بیٹے کی نسبت سے ان کی کنیت ”ابو عبداللہ“ تھی۔ ۸

ہجرت حبشہ: مکہ میں رہتے ہوئے جب مسلمانوں پر مشرکین قریش کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو اس حالت میں دیکھ کر یہ حکم دیا۔

والو اخرجتم الی الارض الحبشہ فان بها ملکاً لا یظلم عبداً احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم فرجاً وخرجتم مما انتم فیہ۔ ۹

”تم سرزمین حبشہ چلے جاؤ وہاں ایک ایسا حکمران ہے کہ اس کے ہاں کسی پر کوئی ظلم و ستم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی اور امن کی سرزمین ہے۔ وہاں اللہ تمہارے حالات بہتر کر دے گا اور تم اس نازک ترین صورت حال سے بچ نکلو گے۔“ ۹

لہذا نبوت کے پانچویں سال اور ہجرت مدینہ سے ۸ سال پہلے فرزند ان اسلام کا پہلا قافلہ جو صرف گیارہ مردوں اور ۴ خواتین پر مشتمل تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حبشہ پہنچا۔ یہ لوگ وہاں رجب شعبان رمضان تین ماہ رہے۔

اس دوران حبشہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مکہ میں لوگ دھڑا دھڑا مسلمان ہو رہے ہیں یہ خبر سن کر حبشہ میں مقیم مہاجرین بخوشی مدد کی جانب روانہ ہو گئے۔ مگر مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ افواہ غلط تھی۔ اب سخت مشکل پیش آگئی۔ کچھ لوگ وہاں سے لوٹ گئے کچھ چھپ کر شہر میں آگئے لیکن زیادہ دیر تک ان کا پوشیدہ رہنا ممکن نہ تھا۔ ۱۰

جب قریش مکہ کو مسلمانوں کی حبشہ سے واپسی کا پتا چلا تو انہوں نے ان پر ظلم و اذیت کا طوفان برپا کر دیا۔ جس سے یہ لوگ دوبارہ ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اس دفعہ ہجرت آسان کام نہ تھا۔ کفار مکہ کی طرف سے شدید مزاحمت ہوئی۔ لیکن پھر بھی کچھ دنوں بعد نیک بہت بڑا قافلہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی قیادت میں حبشہ کی جانب روانہ ہوا۔ ۱۱

۷۔ طبقات ابن سعد ۳/۳۳۱۔ سیر اعلام النبلاء ۲/۲۸۳۔ ۸۔ طبقات ابن سعد ۳/۳۳۱

۹۔ ابن شام السیرۃ النبویہ ۱/۳۳۱۔ ۱۰۔ عون الاثر ۱/۱۱۶۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۲۲۶۲۲۱

۱۱۔ طبقات ابن سعد ۳/۳۳۱

نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر طیار کو نجاشی کے نام ایک مکتوب گرامی بھی دیا۔ جس میں عالمی مشن کی دعوت بھی تھی اور مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کے برتاؤ کا ارشاد بھی تھا۔ یہ سب سے پہلا نامہ مبارک تھا جو نبی کریم ﷺ نے عالمی دعوت کے سلسلے میں ارسال فرمایا تھا۔

نجاشی 'شاہِ چشم' نے حضرت جعفر اور ان کے وفد کے ارکان کے ساتھ بہت ضیا صبانہ سلوک کیا۔ اور یہ سب امن و عافیت کے ساتھ وہاں رہنے لگے۔ جب قریش مکہ کو یہ علم ہوا کہ مسلمان حبشہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں تو وہ سچ و تاب کھانے لگے اور انہیں واپس لانے کی تدابیر سوچنے لگے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے نجاشی کے پاس ایک سفارت بھیجے کا ارادہ کیا اور عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو جو اپنی قوم میں معاملہ نمئی ہوشیاری اور جوڑ توڑ کے لحاظ سے ممتاز تھے، نجاشی کے پاس سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے منتخب کیا اور قیمتی تحائف دے کر حبشہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ یہ وہاں کے حکمرانوں کو اپنا گرویدہ بنا کر مسلمانوں کو واپس لانے کی تدبیر کریں۔ اور جب یہ مہاجرین مکہ آئیں تو انہیں ایسی عبرت ناک نزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی اپنے آبائی دین سے منحرف ہونے کی جرأت نہ ہو۔ چنانچہ یہ دونوں نجاشی کے دربار میں گئے اور اس سے درخواست کی کہ مسلمانوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے اور ہر ممکن طریقے سے نجاشی کو قائل کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی نجاشی کے دربار میں تقریر اور ان کے رقت انگیز 'دل آویز اور معنی خیز اعجاز گفتگو کے سامنے عمرو بن العاص کی کوئی چال نہ چلی۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی جرات مندانہ گفتگو سے نجاشی بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکلنے سے انکار کر دیا۔ اور قریش کا یہ وفد ندامت و ذلت کے ساتھ دربار سے نکلا اور اپنے ملک چلا گیا۔ ۱۲

حضرت جعفر طیار آنحضرت ﷺ کی مدینہ کی ہجرت کے ۶ سال بعد تک حبشہ ہی میں رہے۔ ۷ ہجری میں وہ حبشہ سے مدینہ آئے یہ وہ زمانہ تھا جب خیبر فتح ہو گیا تھا اور مسلمان فتح کی خوشی منا رہے تھے۔ کہ مسلمانوں کو اپنے ان دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ حضرت جعفر سامنے آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو گلے سے لگا لیا اور پیشانی چوم کر فرمایا۔

﴿ما ادری بابتہما انا افرح بقدم جعفر او بفتح خیبر﴾ ۱۳

”میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا خیر کی فتح سے۔“

شہادت: جمادی الاول ۸ ہجری میں موتہ پر فوج کشی ہوئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ شریحیل بن عمرو الغسانی نے سفیر رسول ﷺ حضرت حارث بن عمیر الازدی کو موتہ کے مقام پر شہید کر دیا تھا۔ جس کا بدلہ لینے کے لئے نبی کریم ﷺ نے موتہ کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ اور فوج کا علم حضرت زید بن حارثہ کو عطا کیا۔

﴿أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مَوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: انْ قَيْلَ زَيْدٌ فَجَعَفَرٌ وَإِنْ قَيْلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ﴾ ۱۴

”آنحضرت ﷺ نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ ﷺ کو سردار بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہوں تو جعفر سردار ہوں گے اگر جعفر بھی شہید ہوں تو عبد اللہ بن رواحہ سردار ہوں گے۔“

موتہ پہنچ کر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ تین ہزار غازیان دین کے مقابلے میں دشمن کا لشکر ایک لاکھ کی تعداد میں تھا۔ امیر فوج حضرت زید شہید ہوئے تو حضرت جعفر گھوڑے سے کود پڑے اور علم کو سنبھال کر دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ دشمنوں کا ہر طرف سے زغہ تھا، تیغ و تیر و سناں کی بارش ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کا تمام بدن زخموں سے جھلکی ہو گیا۔ دونوں ہاتھ بھی یکے بعد دیگرے شہید ہوئے مگر آپ نے اس حالت میں بھی توحید کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ بالآخر شہید ہو کر گئے تو عبد اللہ بن رواحہ ﷺ نے اور ان کے بعد حضرت خالد بن ولید ﷺ سیف اللہ نے علم ہاتھ میں لیا اور مسلمانوں کو بچالائے۔ ۱۵

حضرت عبد اللہ بن عمر اس جنگ میں شریک تھے۔ صحیح بخاری میں ان کے حوالے سے

مذکور ہے۔

﴿قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنْتُ فِيهِمْ فِي تَلِكِ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلَى وَوَجَدْنَا مَا فِي جَسَدِهِ بَضْعًا وَتَسْعِينَ مِنْ طَعْنَةٍ وَرَمِيَةً﴾ ۱۶

”عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم اس غزوہ میں شریک تھے۔ ہم نے جعفر

۱۴۔ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ، ص ۸۷/۵

۱۵۔ محمد باشمیل، غزوہ موتہ، ص ۳۳۳

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ، ص ۸۷/۵، میر اعلام العیاض، ۲۱۰/۱

بن ابی طالب کو تلاش کیا۔ ہم نے انہیں میدان جنگ میں پایا اور ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تیر اور تلواروں کے نوے سے زیادہ زخم تھے۔“

میدان جنگ میں جو کچھ ہو رہا تھا خدا کے حکم سے نبی کریم ﷺ کے سامنے تھا۔ چنانچہ خبر آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال سنا دیا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار تھے۔

نبی کریم ﷺ کو ایک عرصہ تک حضرت جعفر کی شہادت کا شدید غم رہا۔ یہاں تک کہ روح الامین نے یہ بشارت دی کہ خدائے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلہ میں دو نئے بازو عطا کر کے ہیں جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں۔ چنانچہ طیار اور ذوالجناحین ان کا لقب ہو گیا۔

الغرض حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ نے دو ہجرتوں جیشہ اور مدینہ کی سعادت حاصل کی۔ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے سفیر تھے جن کو نبی کریم ﷺ باقاعدہ سفیر بنا کر تونہ بھیجا۔ لیکن انہوں نے نجاشی کے دربار میں سفارت کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ جن کے رقت انگیز معنی خیز اور دلآویز انداز گفتگو نے جیشہ کے حکمران نجاشی کے دل میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اور جن کی جرأت مندانہ گفتگو سے نجاشی کے دربار میں سفیر قریش عمرو بن العاص دم بخود رہ گیا۔ اور عسکری قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اپنی تیز طرار گھوڑی کی ٹانگیں اس لئے کاٹ دیں کہ وہ دشمن کے کام نہ آسکے ان کا یہ کارنامہ عسکری تاریخ میں ایک بنیادی جنگی اصول کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور آپ نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے اسی معرکہ میں ۸ ہجری کو شہادت پائی۔

نجاشی: افریقہ کے ملک حبش کا بادشاہ عیسائی تھا اور اس کا نام اصم بن ابجر تھا اور نجاشی اس بادشاہ کا لقب تھا۔

مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ نے منصب نبوت ملتے ہی جب اہل مکہ کے سامنے دعوت حق پیش کی اور معبودانِ باطلہ کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی تو سردارانِ قریش

بھڑک اٹھے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیے۔ تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی جو مسلمانوں نے حبشہ کی طرف کی۔ ان دنوں حبشہ کا حکمران نجاشی تھا۔ جس کا نام اسحاق بن ابجر تھا۔ اور مسلک نصرانی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کا امیر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا اور ان کے ہاتھ نجاشی کے نام ایک خط بھی لکھا۔ بعض مؤرخین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ خط عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے نجاشی تک پہنچایا گیا لیکن درست یہی ہے کہ یہ خط حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ کیونکہ خط کے متن سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔

جب قریش مکہ نے نجاشی کے دربار میں اپنے نمائندے بھیجے اور درخواست کی کہ مسلمانوں کو واپس ان کے ملک بھیج دیں تو اس وقت نجاشی نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں امن و سکون سے رہنے کی اجازت دی اور قریش مکہ نے جو تحائف بھیجے تھے وہ واپس کر دیے۔ نجاشی نے نبی کریم ﷺ کے نام جو خط لکھا اس کے متن سے واضح طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ نجاشی نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی تھی اور حبشہ کے باشندوں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔

نجاشی بزاز بن ولفین عالم و فاضل اور عادل حکمران تھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیتے وقت اس کو دیگر ملوک پر ترجیح دی۔ آپ ﷺ کو اس کی خوبیوں کی بنا پر ظلم ہو چکا تھا کہ مسلمان وہاں امن کی زندگی بسر کریں گے اور نجاشی کی طرف سے ان پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔

شاہ حبشہ نجاشی نے ۹ ہجری میں وفات پائی نبی کریم ﷺ کو حجی کے ذریعہ اسی روز اس کی وفات کی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ نے بڑے رنج و غم کے ساتھ مدینہ میں اس کی موت کا اعلان کیا اور صحابہ کے ساتھ اس کی عائنہ نمازہ جنازہ پڑھی۔

۱۲ حضرت عمرو بن امیہ الضمیری رضی اللہ عنہ

عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ ایاس بن عبد بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن ضمیرہ۔ ابن بکر بن عبدمنافہ بن کنانہ۔ ۲ عمر و بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن ضمیرہ الضمیری۔ ۳ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو امیہ تھی۔ ۴ آپ رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں۔ آپ بنی ضمیرہ بن بکر بن عبدمنافہ بن علی بن کنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۵ آپ رضی اللہ عنہ جنگ بدر اور جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ شریک ہوئے۔ اور اس وقت اسلام قبول کیا۔ جب مشرکین جنگ احد سے واپس پلٹے۔ ۶

اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے جنگ بزموعہ میں شریک ہوئے۔ جو ۴ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ۴ ہجری میں بنو عامر کا ایک معزز سردار ابو براء عامر بن مالک الکلابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ لیکن وہ اسلام نہ لایا اور نہ ہی انکار کیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اپنے کچھ صحابہ کو اہل نجد کی طرف بھیجیں جو انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ تو مجھے امید ہے کہ وہ اسلام لے آئیں گے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے ان کے بارے میں خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ میں ان کا حامی و ضامن ہوں۔ چنانچہ آپ نے ایک سردار قبیلہ کی حمایت و ضمانت پر اعتماد کرتے ہوئے ستر صحابہ کی ایک جماعت حضرت منذر بن عمرو کی ماتحتی میں بھیج دی۔ اس وفد نے بزموعہ پہنچ کر قیام کیا۔ جہاں عامر بن طفیل نے غداری سے شہید کر دیا۔ ان میں حضرت عمرو بھی شریک تھے اور وہ واحد شخص تھے جو زندہ بچے۔ عامر بن طفیل نے انہیں یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ ”میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی“ اور ان کی پیشانی کے بال کاٹ دیے۔

عمرو بن امیہ مدینہ کی طرف واپس آ رہے تھے کہ انہیں راستے میں بنو کلاب کے دو آدمی ملے جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امان دے رکھی تھی۔ مگر عمرو بن امیہ کو اس کا علم نہ تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے ساتھیوں کا بدلہ لینے کے لئے انہیں قتل کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ

۱۔ الاصابہ ۲/۲۲۲ ۲۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۲۸ ۳۔ الاستیعاب ۲/۴۹۷-۴۹۸

۴۔ الاصابہ ۲/۵۲۲ ۵۔ الاستیعاب ۲/۴۹۷ ۶۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۲۸

ﷺ نے ان مقتولین کی ذیت ادا فرمائی۔ بے

حضرت عمرو بن امیہ کے ذمہ رسول کریم ﷺ نے ابو سفیان کو قتل کرنے کی خدمت سونپی۔ اور ان کے ساتھ سلمہ بن اسلم انصاری کو بھیجا تا کہ مکہ جا کر ابو سفیان کو قتل کر دیں۔ کیونکہ ابو سفیان قریش کے کچھ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے قتل پر آمادہ کر رہا تھا۔ ایک اعرابی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور وہ مدینہ پہنچ گیا۔ لیکن نبی کریم ﷺ کو اس کا پتہ چل گیا۔ چونکہ اس جرم کا اصل بانی ابو سفیان بن حرب تھا اور اس کی بدولت اہل مدینہ اور قریش کی دائمی جنگ کی ہی حالت قائم تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو اس غرض سے بھیجا کہ اگر موقع ملے تو اس فتنہ کے بانی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے یہ دونوں مکہ پہنچے۔ ان کے ذمے یہ کام بھی تھا کہ حضرت خبیثؓ کی لاش کو سولی سے اتار کر دفن کر دیں جنہیں مکہ والوں نے سر عام وحشیانہ انداز میں قتل کر دیا تھا۔

ابن سعد کے بیان کے مطابق ابو سفیان توبہ کیا لیکن حضرت خبیث کی لاش نکال لینے میں کامیابی ہوئی۔ عمرو بن امیہ نے تین مقامی آدمیوں کو قتل کر دیا اور ایک کو زندہ گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ انہی نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ کو ابو سفیان کے پاس تحفہ دے کر مکہ بھی بھیجا تھا۔ ۹۔ ہجری کے اواخر میں حکمرانوں کے نام جو تبلیغی خطوط لکھے گئے ان میں سے نجاشی کے نام کا مکتوب نبوی ﷺ حضرت عمرو بن امیہ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ آپ رسول ﷺ کا خط لے کر نجاشی کے پاس پہنچے اسے اسلام کی دعوت دی نجاشی مسلمان ہو گیا۔ اور اس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

عمرو بن امیہ نے نجاشی سے کہا کہ رسول ﷺ نے مجھے نجاشی کے نام یہ بھی پیغام دیا ہے کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا عقد آپ ﷺ سے کروائیں اور ام حبیبہ اور دیگر مسلمان جو اس وقت حبشہ میں موجود ہیں انہیں مدینہ منورہ روانہ کر دیں۔ ۱۰۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ام حبیبہ کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا اور آپ ﷺ کے اصحاب کو دو کشتیوں میں آپ کے پاس روانہ کر دیا۔ ۱۱۔ حضرت عمرو نے یہ فرائض بحسن و خوبی سر انجام دیے۔

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۱۸۰۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۲۸۔ ۲۳۹۔ ۸۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۲۹۔

۹۔ الاستیعاب ۲/۳۹۸۔ ۱۰۔ الاستیعاب ۲/۳۹۸۔ ۱۱۔ اکمال فی تاریخ ۲/۱۱۳۔

۹ ہجری میں غزوہ تبوک میں دومتہ ابجد ل کی مہم میں حضرت خالد بن ولید کے ساتھ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اکیدر کی گرفتاری کی خبر اور کچھ نفیس مال غنیمت آنحضرت ﷺ تک پہنچانے کے فریضے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو مامور کیا تھا۔ ۱۲ تقریباً ۱۰ ہجری میں جب مسلہ الکذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آنحضرت ﷺ کو ایک خط لکھا تو اس کا جواب پہنچانے کے لئے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ ہی مامور ہوئے۔

الغرض حضرت عمرو بن امیہ جرأت و شجاعت اور شرافت کے اعتبار سے عرب کی مشہور و معروف شخصیات میں سے تھے۔ قریش انہیں نہایت چالاک، فطین اور فعال سمجھتے تھے۔ عہد نبوی میں ممتاز سیاسی خدمات سر انجام دیں۔ خلافت امیر معاویہ تک زندہ رہے۔ اور ان کے آخری عہد امارت میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۱۳

شاہِ حبشہ (نجاشی): نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ اضمیری کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا خط لے کر نجاشی کے پاس گئے۔ ان کا تعارف حضرت جعفر کے تعارف کے ذمے میں مقرر چکا ہے۔

۱۳ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی طرف سے یوسفیان اور رؤسائے مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف

بن قصی القرظی

قریش کا مشہور قبیلہ بنو امیہ حضرت عثمان کے پردادا امیہ سے منسوب ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی والدہ اروی رسول اکرم ﷺ کی چھوٹی ام حکیم بیضاء بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ بنی امیہ کے خاندان کو زمانہ جاہلیت ہی سے عز و شرف اور اقتدار حاصل تھا۔ قریش کا قومی جھنڈا ”عقاب“ اسی خاندان کی تحویل میں رہتا تھا۔ حضرت نبوی کے وقت آپ ﷺ کے والد عثمان فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی والدہ اروی نے عقبہ بن ابی معیط سے دوسرا نکاح کیا۔ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ آپ کی ماں جانی بہن تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد ہجرت کرنے والی آپ سب سے پہلی مسلمان خاتون ہیں جو اپنے والدین اور حقیقی بہن بھائیوں کو چھوڑ کر تنہا مدینہ پہنچیں۔ اور سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۱۱۰ ہی کی ہجرت کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ ان کی ہجرت کے بعد حضرت عثمان کی والدہ بھی ہجرت کر کے مدینہ آگئیں اور مسلمان ہو گئیں۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت عثمان صحابہ الفیل کے واقعہ کے ۶ سال بعد پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ سے چھ سال چھوٹے تھے اور بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔

۱- طبقات ابن سعد ۲/۹۷۔ ۲- الاصابہ ۲/۴۶۲۔ ۳- ایضاً
۴- السیوطی جلال الدین تاریخ الخلفاء (مترجم اقبال الدین احمد) ص ۱۵۳۔ نفیس ایکڑی اردو بازار کراچی۔
۱۹۸۳ء۔ طبقات ابن سعد ۳/۵۳۔

۵- سیف الدین الکاتب اعلام الصحابہ ص ۱۳۔ سورۃ عز الدین بیروت لبنان ۱۹۸۱ء

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کرام کے طبقہ اولیٰ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے اور اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی دار ارقم کو اپنا تبلیغی مرکز نہیں بنایا تھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے چچا حکم بن العاص نے آپ پر ظلم کی حد کر دی لیکن آپ کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی۔ نئے قبول اسلام کے کچھ ہی عرصہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت زینہ کا عقد آپ سے کر دیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے ظلم و ستم سے نکل مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو مہاجرین کا جو پہلا قافلہ حبشہ کی طرف گیا اس میں حضرت عثمان اور حضرت رقیہ بھی شامل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿انہما لاول من ہاجر الی اللہ بعد لوط﴾

”یہ دونوں حضرت لوط کے بعد سب سے پہلے لوگ ہیں جنہوں نے اہل و عیال سمیت

اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔“

کچھ عرصہ بعد قریش کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر مہاجرین واپس مکہ آ گئے۔ مگر خبر غلط نکلی۔ دوسرے مسلمان تو پھر حبشہ کو لوٹ گئے لیکن حضرت عثمان اپنے اہل و عیال سمیت مکہ ہی میں ٹھہر گئے۔ اور کفار کی زیادتیاں برداشت کرتے رہے جبکہ ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے دوسری مرتبہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا عام حکم ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما بھی وہاں پہنچ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے متصل ایک قطعہ رہائش کے لئے آپ کو عنایت فرمایا۔ مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی مواخاۃ انصار بنی نجار کے اوس بن ثابت بن منذر سے قائم کی۔ جو شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت کے بھائی

۶۔ الاصابۃ ۳/۲۶۲ ۷۔ طبقات ابن سعد ۳/۵۵

۸۔ تاریخ الخلفاء (مترجم اقبال الدین احمد) ص ۱۵۲ ۹۔ طبقات ابن سعد ۳/۵۵ ۱۰۔ ایضاً

تھے۔ اہل مدینہ میں حضرت عثمان کا کاروبار خوب چمکا اور آپ نے تجارت سے پیدا شدہ دولت کو اسلام کی ترقی و اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے بے دریغ خرچ کیا۔ ۱۱۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی سوائے غزوہ بدر کے۔ اس موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید علیل تھیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان کی تمارداری کے لئے مدینہ میں ہی چھوڑ گئے۔ جب فتح بدر کی خوش خبری لے کر حضرت زید بن حارثہؓ نے پہنچے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا۔ غزوہ میں جسمانی شرکت نہ ہونے کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدریوں میں شمار کیا اور مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ کیونکہ ان کا دل میدان جنگ میں ہی تھا اور وہ بھلائی و محبت مجبوری مدینہ میں رکھے تھے۔ ۱۲۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان کے حسن اخلاق اور دینی خدمات سے اس قدر خوش تھے کہ حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم کا عقد آپ سے کر دیا۔ اور یکے بعد دیگرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲ بیٹیوں سے نکاح کی وجہ سے آپ کا لقب ”ذوالنورین“ یعنی ”دونوروں والا“ مشہور ہو گیا اور یہ عظیم سعادت حضرت عثمان کے سوا کسی کو نہ ملی۔ ۱۳۔ آپ نے غزوہ احد میں شرکت کی۔ ۱۴۔

غزوہ احد کے بعد ۲ ہجری میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مہم میں تشریف لے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۶۔ اس کے بعد ۵ ہجری میں غزوہ خندق کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت عثمان ان تمام مہمات میں شریک تھے۔ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا قصد فرمایا۔ جدیدیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرکین جنگ کرنے پر آمادہ ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد لڑائی نہیں تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصالحت کے خیال سے سفیر بنا کر بھیجا۔ ۱۷۔

۷ ہجری میں معرکہ خیبر پیش آیا۔ اس کے بعد ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ اسی سال

۱۱۔ طبقات ابن سعد ۳/۵۶

۱۲۔ سیف الدین الکاتب اعلام الصحابہ میں ۱۳ (تذکرہ عثمان بن عفان) عبد الوہاب شمارہ المجلد ۱۱۰

میں ۲۶۸

۱۳۔ طبقات ابن سعد ۳/۵۶ ۱۳۔ الاصابہ ۲/۲۶۳ ۱۵۔ الاصابہ ۲/۲۶۳

۱۶۔ طبقات ابن سعد ۳/۵۶ ۱۷۔ طبقات ابن سعد ۲/۹۷

ہوازن کی جنگ ہوئی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔

۹ ہجری میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے تیاری ضروری تھی لیکن مسلمانوں پر یہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو جنگ کی تیاری کے لئے سامان اور زبے مدد کی ترغیب دلائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے جنگی ساز و سامان کی فراہمی پر دل کھول کر خرچ کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے تمہاری فوج کے جملہ اخراجات اپنے ذمہ لئے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے۔ نبی کریم ﷺ اس فیاضی سے بہت خوش ہوئے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک اطمینان و مسرت سے چمک اٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ما ضر عثمان ماعمل بعد هذا اليوم﴾ ۱۸

”آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

مسلمانوں کی دفاعی تیاریوں پر مال خرچ کرنے کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی عام تکالیف کے ازالہ کے لئے بھی بہت سا مال خرچ کیا۔ مدینہ میں مسلمانوں کو پینے کے پانی کی سخت تکلیف تھی (بئر رومہ) ۱۹، نامی ایک کنواں تھا۔ جس کا مالک یہودی تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھ بھاری قیمت پر پانی فروخت کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”اگر کوئی مسلمان اس کنویں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ ۲۰۔ جب مسجد نبوی ﷺ مسلمانوں کے لئے تک ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۱۸۔ الاصابہ ۳/۳۶۲

۱۹۔ یہ کنواں مدینہ کے شمال مغرب میں وادی عقیق میں سیلابی وادیوں کے مقام اتصال کے قریب واقع ہے اس کا قطر ۳ میٹر اور گہرائی ۱۲ میٹر ہے۔ یہ کنواں بار بار تعمیر ہوا۔ اس زمانے میں مدینہ سے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر واقع تھا۔ آج کل یہ قریب و جوار کی مزدور اراضی کے ساتھ مسجد نبوی کے اوقات میں شامل ہے۔

۲۰۔ عبد الوہاب التجار، اختلفاء الراشدون، ص ۲۶۹۔



”کون ہے جو مسجد کا متصل قطعہ زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دے۔ اللہ اس سے بہتر جگہ جنت میں عنایت فرمائے گا۔“

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ قطعہ ارضی خرید کر مسجد کی توسیع کے لئے دے دیا۔
۱۲ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تحریر نہایت پختہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آپ رضی اللہ عنہ سے کاتب وحی کا کام لیتے تھے۔ کاتبان وحی میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔ ۲۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول بنے تو حضرت عثمان نے ان سے بھرپور تعاون کیا۔ اور آپ ان کی مجلس شوریٰ کے ایک معتمد رکن تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی اصابت رائے پر اس قدر اعتماد تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے خصوصی مشورہ کیا اور اپنی وصیت انہی سے لکھوائی۔ ۲۳

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی باہل و جت کی اور امور خلافت کی انجام دہی میں ان کے مشیر و معاون رہے۔ ۲۴ ہجری میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے کے باعث شہید ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کا انتخاب بطور خلیفہ ثالث ہوا۔ ۲۴ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ اتفاق عام کے ساتھ مسند نشین خلافت ہوئے۔ اور دنیائے اسلام کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ۲۴ ۲۶ ہجری میں حضرت عثمان نے مسجد حرام کی توسیع کروائی۔ ۲۵

عثمانی عہد میں مسلمانوں نے وسطی ایشیا اور شمالی افریقہ میں جو فتوحات حاصل کیں وہ تاریخ اسلام کا سنہری باب ہیں۔ چھ سات سال کے عرصے میں اسلامی حکومت کی حدود مشرق میں ترکستان سے گزر کر چین میں اور جنوب میں خراسان تک بلکہ اس سے آگے اور شمال میں آرمینیا تک پھیل گئیں۔ خلافت راشدہ کی وسعت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

وسیع شہروں کی فتوحات کے بعد دولت اور مال غنیمت کے انبار لگ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خزانہ بنوایا اور تمام لوگوں کو وظیفہ و یومیہ تقسیم کیا۔ دولت کی فراوانی کا یہ عالم ہوا کہ ہر شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے دیے اور ہر بدرے میں ۴ ہزار اوقیہ آتے تھے۔ ۲۶

۲۱۔ ایضاً ۲۲۔ عبد الوہاب البخاری، الخلفاء الراشدون، ص۔ ۲۷۰۔ ۲۳۔ طبقات ابن سعد، ۶۲/۳

۲۳۔ ذہبی، المغزی فی خبر غزواتہ، ۲۰/۱ دار التراث العربی، الکویت، ۱۹۶۰ء۔ ۲۵۔ المغزی، ۲۱/۱

۲۶۔ تاریخ الخلفاء (مترجم اقبال الدین احمد)، ص۔ ۱۶۰

شہادت: ۳۵ ہجری کے ایام تشریق عید الاضحیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں آپ کو شہید کیا گیا اور ہفتہ کے دن مغرب و عشاء کے درمیان جنت البقیع کے اندر دفن کئے گئے۔ اور بعض روایات کے مطابق بدھ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ۲۷ حضرت عثمان کے جنازہ کی نماز جبرائیل علیہ السلام نے پڑھائی اور دفن بھی کیا۔ کیونکہ حضرت عثمان نے انہی کو دو چیزوں کی وصیت فرمائی تھی۔ ۲۸

سفرائے کرام کی دعوتی سرگرمیاں

- حضرت دحیہ بن خلیفہ الکھمی ؓ کی شاہِ روم کو دعوتِ اسلام
- حضرت عبداللہ بن خدافہ ؓ شاہِ ایران کسری کے دربار میں
- حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ کا سفارتی مشن اور مصر میں اسلام کی اشاعت
- دمشق میں تبلیغِ اسلام
- ہوذہ بن علی الکھنی ؓ کی طرف سفیرِ رسول ﷺ کی روانگی
- جعفر بن جندی اور عبد بن جندی کی طرف سفیرِ رسول ﷺ کی روانگی
- منذر بن سادہ کی طرف
- حارث بن عبدالکلاں الحمیری کی طرف
- ذوالکلاع اور ذومعروہ کی طرف
- نجاشی کو دعوتِ اسلام
- سفارتِ عثمان بن عفان ؓ



سفر اکرام کی دعوتی سرگرمیاں

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ﴾

”اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ اس کو لوگوں تک پہنچادیں۔“

صلح حدیبیہ سے اشاعتِ اسلام کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ یعنی جب ۶ ہجری میں نبی اکرم ﷺ حدیبیہ کی امن پر و صلح سے جسے قرآن حکیم میں ”تح مین“ اور ”نصر عزیز“ سے تعبیر کیا گیا ہے فارغ ہوئے اور اس صلح کے نتیجے میں آپ نے اندرون ملک کے قصادمون اور جنگوں سے فرصت پائی جو آپ کے خلاف آئے دن قریش مکہ پر پائے رکھتے تھے تو آپ نے اس قلیل مدت سے کثیر فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک نئی تبلیغی اور سفارتی مہم کا آغاز کیا اور اسلام کی دعوت کو اطراف و اکناف عالم تک پہنچانے کے لیے ایک اہم کام کیا۔ وہ کام یہ تھا کہ آپ ﷺ نے وقت کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھوائے جن میں انہیں دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ آپ ﷺ کا یہ جدید اقدام آپ کا نہایت شاندار اشاعتی اور سفارتی کارنامہ تھا۔ جسے آپ ﷺ نے نہایت حسن و خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی اسی پہلی فرصت میں قیصر و کسریٰ، نجاشی اور دوسرے سلاطین کو اسلام کی دعوت دی اور خطوط لکھے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے:

﴿إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كَسْرَىٰ وَالْإِسْطِثْمِ وَالْمَدَائِنِ وَالْمَدِينَةِ وَالْمَكَّةِ وَالْمَدِينَةِ وَالْمَدِينَةِ وَالْمَدِينَةِ﴾

”بے شک اللہ کے نبی ﷺ نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی اور تمام حکمرانوں کو خط لکھ کر ان کو

اللہ کی طرف دعوت دی۔“

اس عظیم الشان سفارت کی ابتدا کرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا۔ جسے ابن ہشام نے یوں بیان کیا ہے:

۱۔ القرآن الکریم (المائدہ: ۵: ۶۷) ۲۔ مکاتیب الرسول ص ۳۰-۳۱ ۳۔ مسلم بن الحجاج صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کتاب النبی الی ملوک الکفار یدعوهم الی اللہ عزوجل ۱۶۶/۵ دار الفکر بیروت لبنان

حدیبیہ کے سفر سے واپس آ کر نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ پس تم مجھ سے ایسا اختلاف نہ کرنا جیسا حواریوں نے عیسیٰ بن مریم سے کیا۔ کہ ان کو قریب سمجھنے کو کہا تو راضی ہو گئے اور کہیں دور جانے کا حکم دیا تو زمین پر بوجھل ہو کر بیٹھ گئے۔ پس تم اس کام میں ان کی پیروی نہ کرنا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نبی تبلیغی مہم میں اپنے رسول ﷺ کے ارشادات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ بیرونی ممالک میں بادشاہوں کا قاعدہ یہ ہے کہ:

﴿لَا يَقْرُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُومًا﴾

”وہ کسی خط کو اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس پر مہر نہ ہو۔“

رسول اکرم ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اس پر عمل کے لیے حکم دیا کہ چاندنی کی انگوٹھی کی مہر تیار کی جائے۔ چنانچہ وہ مہر تیار ہوئی جس پر ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ کندہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنواتے وقت ادب و احترام کا خاص خیال رکھا اور مہر میں ”اللہ“ کا نام سب سے اوپر لکھوایا پھر رسول اور سب سے نیچے اپنا نام لکھوایا۔ یعنی مہر کی شکل اس طرح تھی۔

اللہ
رسول
محمد ﷺ

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں خطوط پر اس طرح مہر لگانے کا رواج سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا۔ مؤرخین نے اس بات میں شدید اختلاف کیا ہے کہ سفر اے نے ہجرت کے چھٹے سال سفر کیا یا ساتویں سال اس سلسلے میں واقعہ کہتے ہیں کہ یہ خطوط ۶ ہجری کے اخیر میں ماہ ذی الحجہ میں صلح حدیبیہ کے بعد روانہ کیے گئے۔

بعض اہل سیر کے نزدیک ”ان سفراء کو ۷ ہجری میں روانہ کیا گیا“

۳۔ السیرۃ النبویہ ابن ہشام ۳/۲۵۲-۲۵۳ ۵۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۵۸

۶۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۵۸ ۷۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۵۸

۸۔ حسن ابراہیم حسن تاریخ الاسلام دارالکتب العلمیہ بیرون ۱۹۹۱ء ج ۱ ص ۱۲۹

ابن سعد نے لکھا ہے:

”ایک ہی دن میں ۶ سفیر روانہ کئے گئے اور یہ یکم محرم ۷ ہجری تھا۔ ان میں سے ہر شخص اس قوم کی زبان سے واقف تھا جس کی طرف اس کو روانہ کیا گیا“ ۹

ان مختلف حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط بھیجنے کا ارادہ تو ۶ ہجری کے اخیر میں فرمایا ہو اور پھر ۷ ہجری میں خطوط روانہ کیے ہوں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

”غزوہ موتہ کے بعد خطوط روانہ کیے گئے“ مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے یہ خطوط روانہ کئے گئے۔ ۱۰ یعنی اس مدت کے مابین خطوط کا سلسلہ جاری رہا۔

رسول اکرم ﷺ کے سفر اہ جن بادشاہوں، حکمرانوں، گورنروں اور قبائل کے سرداروں کے پاس گئے وہ جزیرہ نمائے عرب کے چاروں طرف کے حکمران تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے عرب کے چاروں طرف اسلام کا تحریری پیغام بھجووا کر دعوت و ارشاد کا فریضہ ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ ۱۱

رسول اکرم ﷺ نے اسلامی دعوت کا مخاطب فرماں رواؤں کو اس لئے بنایا تھا کہ اس دور کی بادشاہی قیادت خداوند بنی بیٹھی تھی اور نیچے ایک پتہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں مل سکتا تھا ان کی عوام ان کے تابع تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے خطوط میں ان کو پوری قوم کا نمائندہ قرار دے کر عوام کے برے بھلے کی ذمہ داری ان پر ڈالی۔ اور مختلف تاجداروں کو ”عظیم روم“، ”عظیم فارس اور عظیم القبط“ یعنی روم کے سربراہ فارس کے سربراہ اور قبطیوں کے سربراہ اس کے علاوہ آپ نے کسری اور مقوقس کو وضاحت سے لکھا:

﴿فان تولیت فعلیک اثم الممجوس﴾
مقوقس کو لکھا:

﴿فان تولیت فانما علیک اثم القبط﴾

”یعنی اگر تم نے خدا کی دعوت کا انکار کیا تو تمہاری رعایا کی گمراہی کا وبال بھی تم



پڑے گا۔“ ۱۲

آپ ﷺ نے یہ اس ارشاد کی روشنی میں کہا تھا:

﴿الناس علی دین ملوکھم﴾

اس کے علاوہ سفراء کے ہمراہ بھیجے گئے خطوط میں آپ نے روایت سے ہٹ کر جو سب سے بڑی تبدیلی کی وہ یہ تھی کہ آپ نے اپنا اسم مبارک پہلے اور کتب الیہ کا نام بعد میں لکھا جب کہ اس سے پہلے اس کے برعکس روایت تھی۔ چنانچہ اس طرز سے مخاطب نے اس عہد کے درباریوں کو بری طرح چونکا دیا۔ اور اس کا جب لوگوں میں چرچا عام ہوا تو وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے۔ کیونکہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی شخص روم و ایران کے شہنشاہوں کو اس جرأت اور بے باکی سے بھی مخاطب کر سکتا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو وحدانیت کی تعلیم دینے اور ان تک پیغام حق پہنچانے میں جس حکمتِ عملی اور جن احتیاطی تدابیر سے کام لیا اس کے باعث بہت ہی کم عرصہ میں آپ ﷺ کو کامیابی ملی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے اس مقدس مقصد کی تکمیل اور اس کے حصول کی خاطر کسی جبر و تشدد سے کام نہیں لیا۔ اس کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ آپ ﷺ کے مبر و استقلال اور اخلاق سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کے بدترین دشمن بھی آپ ﷺ کے بہترین دوست اور جانثار بن گئے۔

حضرت دحیة بن خلیفہ الکلبیؓ کی شاہ روم کو دعوتِ اسلام

حضرت دحیة بن خلیفہ الکلبیؓ وہ ممتاز صحابی ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے دربار میں سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ جب نبی کریم ﷺ نے قیصر روم کو دعوتی اور سفارتی خط لکھا تو لکھنے کے بعد فرمایا:

”میرا یہ خط لے کر ہرقل کے پاس کون جاتا ہے اس کے لیے جنت کی خوشخبری ہے“ ۱۳

تو حضرت دحیة نے وہ خط آپ ﷺ سے لے لیا۔

نبی کریم ﷺ نے وہ خط صلح حدیبیہ کے بعد ۶۲۰ ہجری میں لکھ کر حضرت دحیة کے سپرد کیا تاکہ وہ شاہ روم سے مل کر اس خط کو پیش کریں۔ روایات میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا سفیر الرسول ﷺ حضرت دحیةؓ نے براہ راست روم کے بادشاہ سے ملاقات کی تھی۔ یا شام میں اس کے گورنر کے ذریعے خط پہنچایا تھا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت دحیة بن خلیفہؓ براہ راست روم گئے اور وہاں ہرقل سے ملاقات کی۔ ۱۴

جب کہ بعض روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حضرت دحیةؓ کو حکم دیا کہ وہ یہ خط بصری کے حاکم کو پہنچادیں جو اسے ہرقل کو بھجوادے گا۔ ۱۵ اکثر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت دحیةؓ نے براہ راست قیصر روم سے ملاقات کی اور اسے رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچایا۔ اور اس سفارتی مشن کی تفصیلات بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

”البدایہ والنہایہ“ میں بھی یہی مذکور ہے:

جب حضرت دحیة بن خلیفہ الکلبیؓ خط لے کر شام پہنچے تو اس وقت شاہ روم حمص سے بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا تاکہ بیت المقدس پہنچ کر فتح حاصل کرنے کی خوشی میں اللہ کا شکر ادا کر سکے۔ ۱۶ اس کے مطہرات اور شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ راستے میں جہاں قدم رکھتا زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے۔ ۱۷

اس موقع پر سفیر رسول ﷺ حضرت دحیةؓ وہاں پہنچے اور آپ نے قیصر روم کے

۱۳۔ الزرقانی شرح مواہب اللدنیہ ۳/۲۸۳

۱۴۔ سیرۃ ابن ہشام ۳/۱۸۸۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۲۱۷۔ کامل فی التاريخ ۲/۶۳

۱۵۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۵۹۔ ۱۶۔ البدایہ والنہایہ ۳/۲۶۷۔ ۱۷۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۲۱۷

دربار میں داخل ہوتے وقت ایمان و اخلاص اور جرأت و بے باکی کا شاندار مظاہرہ کیا۔ روم اور فارس کے دربار بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے دربار تھے۔ دربار میں داخلے کے یہ آداب تھے کہ شہنشاہ کو سجدہ برقعظیمی کیا جاتا تھا۔ اور جب تک شہنشاہ اجازت نہ دیتا کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

بارگاہِ نبوت کے سفیر حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ جب فرمان رسالت لے کر پہنچے تو درباریوں نے ان کو بتایا کہ جب تم قیصر کے پاس پہنچو تو تخت شاہی کے پاس جا کر سجدہ کرنا۔ دربار شاہی کا یہی دستور ہے۔ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ نے نہایت پراعتماد لہجے میں جواب دیا:

مسلمان کی گردن خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھک سکتی۔ ہمارے نبی نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے اور ہم اس تعلیم پر پورے طور پر کار بند ہیں میں تمہارے بادشاہ کو سجدہ نہیں کروں گا تم خواہ مجھے اس کے سامنے پیش کرو یا نہ کرو۔ ۱۸

اس جراتِ ایمانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ قیصر نے انہیں خود ہی اپنے سامنے طلب کر لیا اور کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کرنے کی بجائے ان کے آرام و آسائش کا انتظام کر دیا۔ چنانچہ ہرقل نے سفیر مدینہ کے اعزاز میں ایک بڑا بھاری دربار منعقد کیا اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں بہت سی باتیں دریافت کیں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھا اور دریافت کیا کہ اگر مکہ کا کوئی اور آدمی اس علاقے میں موجود ہے تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے بیت المقدس کے قریب غزہ میں قریش مکہ کے تاجروں کا ایک قافلہ مقیم تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھے جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے۔ قیصر کے آدمی جا کر قافلے کے لوگوں کو لے آئے۔

قیصر نے ان کو عزت کے ساتھ اپنے سامنے اور ان کے ساتھیوں کو پیچھے بٹھا دیا اور کہا کہ ”میں ابوسفیان سے کچھ سوال بھی کروں گا اگر کوئی بات غلط ہو تو مجھے بتا دینا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا۔ ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد ہرقل نے مجھ سے آپ کے بارے میں جو پہلا سوال کیا وہ یہ تھا کہ ”تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟

میں نے کہا: وہ اوئے نچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے کہا: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟

میں نے کہا: نہیں

ہرقل نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں

ہرقل نے کہا: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

میں نے کہا: کمزوروں نے۔

ہرقل نے کہا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

میں نے کہا: بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ

ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں

ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اس کو جھوٹ سے

متہم کرتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بد عہدی بھی کرتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح حدیبیہ کی ایک مدت

گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں کچھ گھسیڑنے کا موقع نہ ملا۔

ہرقل نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں.....

ہرقل نے کہا: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر کی چوٹ ہے۔ وہ ہمیں زک

پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زک پہنچا لیتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو۔ اور وہ ہمیں نماز سچائی پر ہیڑ پانکد ماضی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ”تم اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے۔ لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔“ ۱۹

ابوسفیان کے ساتھ گفتگو کے بعد اس نے حکم دیا کہ نامہ مبارک دوبارہ مجمع عام کے

سامنے پڑھا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا خط پڑھا گیا اس خط کا مضمون یہ تھا۔
خط بنام قیصر کا مضمون:

بسم الله الرحمن الرحيم

من: محمد بن عبد الله ورسوله

الي: هرقل عظيم الروم

سلام على من اتبع الهدى

اما بعد فاني ادعوك بدعاية الاسلام 'اسلم تسلم' واسلم يؤتك الله

اجرک مرتین فان تولیت فلیک اثم الاریین ویاہل الکتاب تعالوا الی

کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله و نلشک به شینا ولا یلتخذ بعضنا بعضاً

ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ۲۰

الله

۱۹۔ مبارکپوری، صفی الرحمن الحق المصنوع، ص ۲۸۳-۲۸۶، مکتبہ السلفیہ لاہور

۲۰۔ صحیح المسلم، کتاب الجہاد والسر، باب کتاب النبی الی ہرقل یہ عہدہ الی الاسلام، ۱۶۳/۵ (خط کے آخر

میں آیت سورہ آل عمران، ۶۳) اکال فی تاریخ، ۲۱۳/۳



رسول
محمد

”شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے قیصر روم ہرقل کے نام! سلامتی اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اس کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو تمہارا آفتوں سے دور ہوگے اور اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا اور اگر روگردانی کی تو تیری پوری رعایا کا وبال تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! اختلاف اور نزاع کی ساری باتیں چھوڑ کر اس بات پر آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں طور پر مشترک اور مسلم ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ کسی ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی انسان سے ایسے برتاؤ کا روادار نہ ہوگا کہ اللہ کو چھوڑ کر اسے پروردگار بنا لے۔ پھر اگر اس سے روگردانی کرو تو گواہ رہنا کہ ہم خدا کے فرماں بردار بندے ہیں۔“

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اہل دربار اس سے سخت مشتعل تھے۔ فرمان رسالت کے پڑھے جانے پر اور بھی برہم ہو گئے۔ قیصر نے یہ رنگ دیکھا تو حضرت وحیہ سے کہا کہ اگر مجھے اپنے لوگوں سے اپنی جان کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور تمہارے نبی کا اتباع کرتا وہ بلاشبہ وہی نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔ اس کے بعد اس نے دربار پر خاست کر دیا۔ ہر چند کہ قیصر کے دل میں نور اسلام جلوہ لگن ہو چکا تھا مگر سخت دواج کی محبت میں وہ روشنی بچھ کر رہ گئی۔ ۱۱

اس سیاسی مجبوری اور بے بسی کے باوجود قیصر نے ایک مرتبہ اور اس بات کی کوشش کی کہ امر اور رد سائے حکومت کو سمجھائے اور ان کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے۔ کیونکہ ان کے راہ راست پر آنے سے رعایا خود بخود اسلام قبول کر لے گی۔ چنانچہ اس نے بیت المقدس سے حص بیخج کر دار السلطنت کے شاہی محل میں تمام معزز زرد سوار اور امرا کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اگر تم کو اپنی آئندہ بھلائی مقصود ہے اور تم چاہتے ہو کہ تباہی سے بچ کر امن و عافیت اور راحت و سکون کی زندگی بسر کرو تم خود بھی محفوظ رہو اور تمہارا ملک بھی محفوظ رہے تو میں تمہیں نہایت مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم سب اس نبی اور پیغمبر پر ایمان لے آؤ جو عرب میں پیدا ہوا ہے۔ وہ تمام اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور ہر قسم کے شرک و کفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اگر تم لوگ اس نبی پر ایمان لے آؤ گے تو

خود بھی فائدہ میں رہو گے اور تمہارا ملک بھی تمہارے پاس ہی رہے گا۔ انکار کرو گے تو خود بھی تباہ ہو جاؤ گے اور تمہارا ملک بھی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ۲۲

اپنے شہنشاہ کی زبانی اسلام کا یہ پیغام سن کر تمام معززین سلطنت غصے اور طیش میں آ گئے۔ یہ نظارہ دیکھ کر قیصر پر دنیا اور تخت کی حرص و طمع غالب آ گئی۔ اس نے فوراً لوگوں کو واپس بلا یا اور کہا۔

مجھے یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی ہے کہ تم اپنے دین و ایمان پر نہایت پختہ ہو، کوئی لالچ یا طمع تم کو تمہارے مذہب سے نہیں پھیر سکتی۔ میں نے تمہارے استقلال اور مذہبی لگاؤ کا امتحان لیا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ وہ لوگ خوش ہو کر چلے گئے۔ لیکن چند سالوں بعد ہرقل کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔

ابن الاثیر "اکمال فی التاریخ" میں بیان کرتے ہیں کہ:

جب وحیہ بن خلیفہ الکسیؒ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر ہرقل کے پاس پہنچے تو ہرقل نے وحیہؒ سے کہا اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تیرا صاحب نبی اور رسول ہے۔ اور یہ وہی پیغمبر ہے جس کا ہم انتظار کرتے تھے۔ اور جس کا تذکرہ ہمیں اپنی کتابوں میں ملتا ہے۔ لیکن مجھے اپنی قوم سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں نے آپ ﷺ کی اتباع کا اعلان کر دیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے آپ ایسا کریں کہ یہ خط لے کر پاپائے روم کے پاس جائیں لوگ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان سے اپنے پیغمبر کا تذکرہ کریں اور دیکھیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ بخدا! ہرگز میں روم میں اس کی حیثیت مجھ سے زیادہ ہے اور لوگ میری نسبت اس کی بات زیادہ مانتے ہیں۔

چنانچہ وحیہؒ ان کے پاس گئے اور کہا کہ میں ہرقل کی طرف اللہ کے نبی کا پیغام لے کر گیا تھا اور اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اور حضرت وحیہؒ نے وہ خط ان کی خدمت میں پیش کیا جو نبی کریم ﷺ نے پاپائے روم کے نام لکھا تھا۔ ۲۳

اس خط کی عبارت یہ تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الی: ضغاطر الاسقف



سلام علی من آمن

اما علی انزل ذلك فان عيسى ابن مريم روح الله وكلمته القاها الي مريم الزكية واني او من بالله وما انزل الينا وما انزل الي ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط وما اوتى موسى وعيسى وما اوتى النبيون من ربهم لان فرق بين احد منهم ونحن له مسلمون والسلام على من اتبع الهدى - ۲۴
الله

رسول

محمد

ضخا طر اسقف کے نام : ”اس شخص پر سلام ہے جو ایمان لائے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ جس کو اللہ نے پاک دامن مریم کو القا کیا۔ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل کیا گیا ہے اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا ہے۔ اور جو انبیا کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لیے اسلام لانے والے ہیں۔ اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی تھی۔“

پاپائے روم نے خط پڑھتے ہی کہا:

﴿صاحبک واللہ نبی مرسل نعرفہ بصفته ونجدہ فی کتبنا باسمہ﴾ ۲۵

”خدا کی قسم! تمہارا آقا نبی مرسل ہے ہم انہیں ان کی صفات سے پہچانتے ہیں اور ان

کا نام اپنی کتابوں میں پانتے ہیں۔“

اس کے بعد انہوں نے اپنا عصا پکڑا اور رومیوں کے پاس گئے اس وقت وہ گرے جے میں جمع تھے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے اہل روم! ہمارے پاس احمد مرسل کا خط آیا ہے وہ ہمیں اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جب رومیوں نے پاپائے روم کی زبان سے کلمۃ شہادت سنا تو سب اس پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور اسے مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ۲۶ حجیۃ نے یہ واقعہ ہرقل کو آ کر بتایا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کو بتلایا تھا کہ اگر میں نے

اسلام کا اعلان کر دیا تو رومی مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ رومیوں نے پاپائے روم کا کیا انجام کیا۔ حالانکہ لوگ اس کی مجھ سے زیادہ تو قیر کیا کرتے تھے۔ ۲۷

رسول ﷺ کی خدمت میں قیصر روم کا جواب: ہر قل نے پوری کوشش کی کہ امر او رد روم باری اسلام قبول کر لیں لیکن انہوں نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ ہی اپنے شہنشاہ کی اسلام کی طرف رغبت کو پسند کیا۔ چنانچہ ان کے ڈر سے ہر قل نے اسلام کو قبول تو نہ کیا لیکن وہ رسول اللہ سے بہت متاثر ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے سفارتی مشن کے جواب میں ان کو ایک مراسلہ روانہ کیا۔ جس کی عبارت تاریخ یعقوبی میں اس طرح درج ہے۔

الی: احمد رسول اللہ الذی بشر به عیسیٰ

من: قیصر ملک الروم

انہ جء انی کتابک مع رسولک وانہی اشهد انک رسول اللہ
تجدک عندنا فی الانجیل بشرنا بک عیسیٰ ابن مریم وانہی دعوت الروم
الی ان یؤمنوا بک فابوا 'ولوا اطاعونی لکان خیر الہم' ولوردت انی عندک
اخدمک واعمل قدمیک۔ ۲۸

”اللہ کے رسول احمد کی خدمت میں جن کے بارے میں عیسیٰ نے بشارت دی ہے۔“

شاہ روم قیصر کی طرف سے

آپ کا خط آپ کے قاصد سمیت مجھ تک پہنچا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم آپ کا ذکر انجیل میں پاتے ہیں۔ آپ کے بارے میں عیسیٰ بنی مریم نے ہمیں بشارت دی ہے۔ میں نے رومیوں کو دعوت دی ہے کہ وہ آپ کو تسلیم کر لیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اگر وہ میری بات مان لیتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ کاش میں آپ کے پاس حاضر ہو کر آپ کی خدمت کر سکتا اور آپ کے پاؤں دھوتا۔“

اس سفارتی مشن کے نتائج: قیصر روم نے حضرت ذبیحہ کے ہاتھ نبی کریم ﷺ کے لیے جو خط لکھا اس سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ذبیحہ بن ظلیفہ الکلسی کی سربراہی میں

جو مشن روم روانہ کیا تھا۔ اس نے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر لی۔ قیصر روم نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن اس نے دل میں اسلام کی حقانیت کو محسوس کیا اور رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کا احترام کر کے آپ کی دعوت کی سچائی کو تسلیم کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اسلامی ریاست کی شرعی حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ تاریخ سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ قیصر روم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ تیار بھی روانہ کئے تھے جن کو آپ نے تقسیم فرمادیا تھا۔ ۲۹

اس کے علاوہ حضرت وحیہ بن خلیفہ الکلسی نے بھی سفارت کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیے اور قیصر روم کے دربار کی شان و شوکت سے متاثر و مرعوب ہوئے بغیر حق پر ڈٹ کر اسلام کی دعوت کا فریضہ سرانجام دیا۔
خط بنام ہرقل کی دریافت: اسلامی ڈائجسٹ ”ہدی“ کے جون ۱۹۷۷ء کے شمارہ میں یہ خبر چھپی تھی:

نبی کریم ﷺ کا وہ نامہ مبارک جو آپ نے روم کے شہنشاہ ہرقل کے نام ارسال فرمایا تھا۔ ۱۹۷۷ء میں دستیاب ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ کے اس نادر تحفے کو متحدہ عرب امارات کے سربراہ شیخ زاہد بن سلطان النھیان نے لاکھوں روپے دے کر لندن سے اپنے ملک منتقل کر لیا تھا۔ انہوں نے اس مکتوب گرامی کے حقیقی اور اصلی ہونے کی تحقیق کے لیے دنیا بھر کے ماہرین کی خدمات حاصل کر لی تھیں۔ جنہوں نے پوری چھان بین کے بعد اس کی صحت اور اصلیت کا اعلان کیا تھا اور پھر اس کے بعد ہی ہماری تاریخ کے اس عظیم ورثے کو شیخ زاہد نے لاکھوں روپوں کے عوض خرید لیا۔ چنانچہ یہ خط زمانے کے گردش سے محفوظ رہ کر آج بھی موجود ہے۔ ۳۰

۲ حضرت عبداللہ بن حذافہ شاہِ ایران کسریٰ کے دربار میں

حضرت عبداللہ بن حذافہ ماہِ محرم ۷ ہجری کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے شاہِ ایران کسریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کا خط بھی تھا جو نبی کریم ﷺ نے کسریٰ کے نام لکھا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ شاہِ ایران کسریٰ کا اصل نام پرویز بن ہرمز تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں ہی نبی کریم ﷺ کو رسالت کے منصب سے سرفراز فرمایا گیا تھا۔

بخاری کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خط حضرت عبداللہ بن حذافہ ﷺ کو دیتے ہوئے یہ تاکید کی تھی کہ اسے حاکمِ بحرین کے پاس لے جائیں اور ان سے کہیں کہ اسے شہنشاہِ ایران تک پہنچادے۔ بخاری میں اس طرح مذکور ہے:

﴿ان رسول اللہ ﷺ بعث بکنابہ الی کسریٰ مع عبد اللہ بن حذافۃ السہمی فامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین فیدفعہ عظیم البحرین الی کسریٰ﴾^۱۔
”آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو لکھی کو خط دے کر کسریٰ کے پاس بھیجا۔ آپ نے عبداللہ بن حذافہ سے فرمایا یہ خط بحرین کے رئیس کو دینا۔ بحرین کے رئیس نے وہ خط کسریٰ کو دے دیا۔“

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ اور خط حاکمِ بحرین کے پاس پہنچا دیا۔ بحرین نے حضرت عبداللہ کو اپنے ایک مہتمد کے ساتھ خسرو پرویز کے پاس روانہ کر دیا۔

جب بارگاہِ رسالت کے سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہ اسلمی رضی اللہ عنہ فارس پہنچے تو خسرو نینوا میں مقیم تھا۔ فارس کے معمول کے مطابق بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ تحتِ سلطنت پر متمکن تھا کہ نقیب کی آواز پر ایک شخص دربار میں حاضر ہوا۔ حاضرین نے بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ اسے دیکھا۔ اتنے معمولی لباس اور اس قدر سادگی اور بے باکی سے آج تک خسرو کے دربار میں کوئی نہ آیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نبی کریم ﷺ کا خط شہنشاہ

۱۔ طبقات ابن سعد/ ۲۵۸-۲۵۹ ۲۔ جوامع الاسیرہ ص ۶۹
۳۔ صحیح البخاری کتاب المغازی باب کتاب النبی الی کسریٰ و تفسیر ۱۳۶/۵

فارس کے سامنے پیش کر دیا۔ مع جس کی عبارت یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: کسری عظیم فارس

سلام علی من اتبع الهدی و آمن باللہ ورسولہ؛ و شہد ان لا الہ الا اللہ؛
وانی رسول اللہ الی الناس كافة لینذر من کان حیاً فان ابیت فعلیک اثم
المجونس۔

اللہ

رسول

محمد ﷺ

”شروع اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ ایران کسری کے نام!

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
لایا۔ اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف رسول
بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ ہر اس شخص کو ڈراؤں جو زندہ ہے۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو مجوسیوں کا گناہ تم
پر ہوگا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق خط کی عبارت اس طرح تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: کسری عظیم فارس

سلام علی من اتبع الهدی و آمن باللہ ورسولہ. و شہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ. وان محمد عبده ورسولہ. و ادعوک بدعاء اللہ فانی انا
رسول اللہ الی الناس كافة۔



﴿لَا نُذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيُحِقُّ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

فاسلم تسلم. فان ابیت فان اثم الممجوس علیک

اللہ

محمد

رسول

محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ ایران کسری کی طرف!

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ وہ کیا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ ہر اس شخص کو ذراؤں جو زندہ ہے۔ اور جو منکر ہیں ان پر حق بات ثابت ہو جائے۔ اسلام قبول کر لو سلامتی حاصل ہوگی اگر انکار کیا تو مجوسیوں کا گناہ بھی تمہارے سر ہوگا۔

فارس کے بادشاہ خود کو خدا کے برابر سمجھتے تھے۔ اور ان کی اس حیثیت کو قائم اور بلند رکھنے کے لیے ہر شخص کو ان کے دربار میں آتے وقت سجدہ کرنا پڑتا تھا۔ کسری بھی اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا۔ جب اس نے نبی کریم ﷺ کے خط کو سنا تو آزادانہ طرز پر مخاطب بے باکانہ ایجاز اور صاف گو انداز دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ شخص جس کے سامنے کرڈڑوں انسان سجدہ ریز ہو جاتے تھے حیران تھا کہ اس سرزمین میں کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اس کے نام سے پہلے اور اوپر اپنا نام لکھے۔ کیونکہ فارس (ایران) کا دستور یہ تھا کہ بادشاہوں کو جو خطوط لکھے جاتے ان میں سب سے اوپر بادشاہ کا نام ہوتا۔ لیکن اس خط کو اللہ کے نام سے شروع کیا گیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کا نام تھا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب شاہ ایران کو یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو خط سننے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور اس نے طیش میں آ کر نامہ مبارک چاک کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہ حالت دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت تحمل اور

۶۔ الکامل فی التاریخ ۲/۲۱۳۔ التلخیص فی الصحیح ۱/۶۱۶۔ ۲۹۶/۱ القاہرہ ۱۹۱۳۔ حمید اللہ کتور مجموعہ الوثائق
۱۳۲۶ھ ۷۲۷ھ القاہرہ ۱۳۲۶ھ ۷۲۷ھ۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۶۵۳۔ ۸۔ ۱۱۱ ص ۲/۲۹۷

مناجات و سجدگی کے ساتھ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے اہل فارس! عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس اللہ کی کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی اللہ کا پیغمبر تمہارے ہاں مبعوث ہوا ہے۔ جس سلطنت پر تمہیں ناز اور غرور ہے وہ اللہ کی زمین کا بہت ہی مختصر ٹکڑا ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ کہیں بڑی بڑی حکومتیں ہیں۔“

اس کے بعد آپ بادشاہ سے مخاطب ہوئے اور کہا:

”آپ سے پہلے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں۔ ان میں سے جس نے آخرت کو اپنا منجانب مقصود سمجھا وہ دنیا سے اپنا حصہ لے کر با مراد گیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کے اجر کو ضائع کر دیا۔ انسوس کہ میں فلاح و نجات کے جس پیغام کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں آپ نے اسے حقارت سے دیکھا۔ حالانکہ آپ کو علم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے جس کا خوف آپ کے دل میں موجود ہے۔ یاد رہے کہ حق کی آواز آپ کی تحقیر سے دب نہیں سکتی۔“ ۹

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اہل فارس کو یہ تنبیہ کر کے دربار سے چلے آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

﴿اللَّهُمَّ مَزِقْ مَلَكُوتَهُ﴾ ۱۰ ”اے اللہ اس کی حکومت کو پارہ پارہ کر دے۔“

سفارتی مشن کے نتائج: بظاہر تو یہ سفارتی مشن اس حوالے سے ناکام نظر آتا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی دعوت پر شاہ ایران اور اس کی عوام نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا لیکن اس کے اثرات بہت دور رس تھے۔ اور نتائج نہایت حیران کن نکلے۔ اس دور میں یمن کا علاقہ ایران کے ماتحت تھا۔ شاہ ایران نے یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا اور حکم دیا کہ اپنے پاس سے دو مضبوط آدمی مجاز بھیجیں اور وہ ہاں نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔

باذان نے بابوہ اور خرخرہ نامی دو اشخاص کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ ان دونوں نماز و سنتوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر یمن کے گورنر باذان کا خط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خط دیکھ کر مسکرائے

اور آپ ﷺ نے دونوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کے سامنے وہ دونوں کھڑے اتنے مرعوب دکھائی دتے رہے تھے کہ وہ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی حالتِ زار دیکھ کر فرمایا۔ تم دونوں آج آرام کرو۔ کل آنا تو میں تمہیں اپنے ارادے سے آگاہ کروں گا۔ جب وہ دوسرے دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے کہا:

﴿ابلغوا صاحبكم ان ربي قد قتل ربه كسرى في هذه الليلة بسبع ساعات منها وهي ليلة الثلاثاء لعشر ليالٍ مضين من جمادى الاولى سنة سبع وان الله تبارك وتعالى سلط عليه ابنه شيرويه فقتله﴾ ۱۲

”اپنے صاحب کو بتا دو کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو اس رات سات بجے قتل کر دیا ہے اور یہ ۱۰ جمادی الاول ہیر کی رات کا واقعہ ہے اللہ رب العزت نے اس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔“

نبی کریم ﷺ کی زبان سے یہ باتیں سن کر دونوں قاصدوں نے یہ کہا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں اس کی پوری ذمہ داری آپ کے اوپر ہے کیا یہ بات ہم باذان سے جا کر کہہ دیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ہاں والی یمن سے جا کر یہ کہہ دو اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا کہ میرا دین اور میری حکومت بہت جلد کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گی۔“ ۱۳

چنانچہ وہ دونوں باشندے یمن کے گورنر باذان کی طرف روانہ ہوئے اور نبی کریم ﷺ کا پیغام دیا۔ باذان نبی کریم ﷺ کا پیغام سن کر بہت حیران ہوا اور کہا اس شخص کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی نبوی بادشاہ نہیں۔ بہر حال ہمیں اس واقعہ کی تصدیق کے لیے انتظار کرنا چاہیے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایران کے دارالسلطنت مدائن سے شیرویہ کا حکم باذان کو ملا:

”میں نے خسر کو اس کے بے پناہ مظالم کے سبب قتل کر دیا ہے۔ اس کی جگہ میں اب ایران کے تخت کا مالک ہوا ہوں۔ اس لئے میرا یہ فرمان پہنچتے ہی تمام لوگوں سے میری اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار لوں۔“

شیرویہ کا یہ حکم پا کر باذان کو بڑی حیرانی ہوئی اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ ”محمد ﷺ کی بات سچی نکلی“۔ گورنر باذان نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی یمن کے باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔ ان سجد طبقات میں بیان کرتے ہیں۔

﴿فاسلم هو والبناء الذین بالیمن﴾ ۱۴ ”وہ اور اہل یمن مسلمان ہو گئے۔“ ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ کہ شاہِ ایران نے نبی کریم ﷺ کا خط پھاڑ دیا اور اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ اس نے یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا جس کی عبارت درج ذیل تھی۔

﴿ان عبداً من عبیدی قد کتب یدعونی الی دینہ فابعث الیہ رجلین جلدین یأتیاننی بہ مربوطاً وان ابا علیہما فلیضربا عنقه﴾ ۱۵
 ”میرے غلاموں میں سے ایک غلام نے مجھے خط لکھا ہے اور وہ اپنے دین کی مجھے دعوت دیتا ہے۔ اس کی طرف دو طاقتور آدمی بھیجیں وہ اسے میرے پاس گرفتار کر کے لائیں اور اگر وہ گرفتاری سے انکار کرے تو اس کی گردن اڑا دیں۔“
 کسریٰ کے قتل ہو جانے سے نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ کیونکہ آپ نے کہا تھا۔

﴿اذا ہلک کسری فلا کسری بعدہ﴾ ۱۶

”جب کسری ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا۔“

چنانچہ اس کی موت کے بعد ملک کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اس کا بیٹا شیرویہ بھی ۶ ماہ سے زیادہ حکومت نہ کر سکا اور اس کے تخت پر ۳ سال کے اندر یکے بعد دیگرے دس بادشاہ متمکن ہوئے۔ آخری بادشاہ یزدگرد تھا۔ اس کے بعد اس ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور شاہِ ایران کسریٰ کی وہ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی جس پر اسے خود درجہ غرور تھا۔

شاہِ ایران کسریٰ کے نام مکتوبِ نبوی ﷺ کی دریافت: مؤرخین عام طور پر یہ لکھتے ہیں کہ کسریٰ پر دینے سے نبی کریم ﷺ کے مکتوب کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ مگر اس کے بعد اس خط کا کیا ہوا؟ اس بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ اس وقت کسی کو علم نہ تھا کہ جس پر شکوہ دربار میں بیٹھ کر اور

اپنی شہنشاہیت پر فخر کرتے ہوئے کسریٰ پرویز نے مکتوب نبویؐ کو درخور اعتنائہ سمجھا اور پھاڑ دیا تھا وہ دربار عنقریب ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گا۔ اور اس کی شہنشاہیت اور سلطنت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اور مکتوب نبویؐ امتدادِ زمانہ اور میلِ ذہناری لاکھوں گردشوں کے باوجود چودہ سو سال بعد بھی اپنے وجود کو باقی رکھ کر تاریخ کے صفحات میں ایک حیرت انگیز باب کے اضافے کا موجب ہوگا۔

اس خط کی دریافت کی مکمل تفصیل ”ڈاکٹر محمد حمید اللہ“ نے اپنے مقالہ ”آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک کسریٰ کے نام“ میں شائع کی ہے۔ جو اس طرح ہے۔

”مئی ۱۹۶۳ء کی دس یا اس سے لگ بھگ تاریخ میں بیروت کے اخبارات نے یہ خبر شائع کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ لبنان کے سابق وزیر خارجہ ہنری فرعون کے آبائی ذخیرے میں مکتوب نبویؐ بنام کسریٰ دریافت ہوا ہے۔“

ہنری فرعون نے جو مذہباً عیسائی ہیں تحقیق کے لیے یہ مکتوب نبویؐ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کو دیا۔ ڈاکٹر المنجد نے بیروت کے اخبار ”الحیوة“ نمبر ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء میں مکتوب نبویؐ بنام کسریٰ پرویز ایک مفصل تحقیقی مقالہ شائع کیا ہے۔ اور اس نامہ مبارک کا نوٹ بھی چھاپا۔ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد لکھتے ہیں۔

”ہنری فرعون کے والد نے پہلی جنگ عظیم کے انتقام پر یہ دستاویز دمشق میں ڈیرہ سو اشرفی میں خریدی۔ یا تو اسے خود معلوم نہ تھا یا یہ کہ اس نے اپنے اہل خاندان کو نہ بتایا کہ یہ کیا چیز ہے؟ بہر حال ۱۹۶۲ء کے آخر تک اسے معلوم نہ تھا کہ یہ مکتوب نبویؐ ہے۔“

ڈاکٹر المنجد روزنامہ ”الحیوة“ کے صفحہ اول پر لکھتے ہیں:

”گزشتہ نومبر ۱۹۶۳ء کے اواخر میں ہنری فرعون نے میرے پاس کھال کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ اس پر کوئی رسم الخط سے ملتی جلتی تحریر تھی۔ کھال کی حفاظت کے لیے اس کے نیچے کپڑا چسپاں کر دیا گیا تھا۔ اور اس کو ایک فریم میں لگایا گیا تھا۔ لیکن مرورِ زمانہ کی وجہ سے کپڑا بالکل گل چکا تھا۔ صرف فریم کے سہارے وہ کھال باقی رہ گئی تھی۔ جب میں نے اس خط کے الفاظِ وقتِ نظر سے حل کرنے اور پڑھنے شروع کیے تو یہ عظیم انکشاف ہوا کہ یہ وہی خط ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ نے بادشاہِ فارس کسریٰ کے نام تحریر فرمایا تھا۔ جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اور میری زندگی کے وہ لمحات بڑے مبارک تھے جب کہ میں نے نامہ مبارک پڑھا۔ گزشتہ چند مہینے اس مکتوب کے

حروف و الفاظ کے حل و تحقیق پر میں نے صرف کیے۔ میں نے اس سلسلے میں تاریخ و سیر کے تمام ماخذ کا مطالعہ کیا۔

اور اب اپنی اس کوشش کا نتیجہ شائع کرتے ہوئے مجھے مسرت محسوس ہوتی ہے۔ کلا ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اس مکتوب پر یہ تحقیق کی کہ یہ ایک رق (جھلی) ہے اور گہرے خاکی رنگت کی ہے۔ اس کے کنارے کالے پڑ گئے ہیں۔ یہ ۲۸ سینٹی میٹر لمبی اور ساڑھے اکیس سینٹی میٹر چوڑی ہے۔ یہ جھلی مستطیل سی ہے۔ مگر چوڑائی یکساں نہیں اور پر زیادہ چوڑائی ہے اور نیچے سے کم۔ اس پر عبارت ۱۵ سطروں پر مشتمل ہے مگر کوئی سطر ڈھالی سینٹی میٹر ہے تو کوئی ساڑھے اکیس سینٹی میٹر۔

عبارت کے نیچے ایک گول مہر ہے جس کا قطر (۳) سم ہے۔ جھلی کے نچلے حصے پر پانی بہا ہے جس کی وجہ سے بعض جگہ (حروف یا) الفاظ مٹ گئے ہیں۔ اور بعض جگہ مدہم ہو گئے ہیں۔ مہر کی عبارت مٹ گئی ہے۔ بجز حرف "ز" کے جو مہر کے وسط میں ہے۔ جو غالباً رسول کی بقایا ہے۔ اس جھلی کو کسی نے پھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ تیسری سطر دائیں طرف سے وسط تک چیری گئی ہے۔ پھر طولاً دسویں سطر تک پہنچی ہے۔ اس پھین کی شکل (۷) ہے اس پھین کو بعد میں کسی نے مہین جھلی سے مٹانے لگا کر سی دیا ہے۔ ۱۸۔

۱۷۔ بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مقالہ آنحضرت کا نام مبارک کسڑی کے نام ماہنامہ البلاغ، کراچی، مئی ۱۹۶۸ء ص ۱۵

۱۸۔ حمید اللہ رسول اکرم کی سیاحت زندگی ص ۲۳۳، ۲۳۵ (ڈاکٹر حمید اللہ نے پچھم خود اس خط کی زیارت کی ہے۔

۳ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا سفارتی مشن

اور مصر میں اسلام کی اشاعت

نبی ﷺ نے ۶ ہجری جب عالمی دعوت کے سلسلے مختلف بادشاہوں کو خطوط روا کئے اور آپ کے نہاد ڈ (دائرہ فرض شناس اور حق گو صحابہ نے ان بادشاہوں کے دربار سفارت کے فرائض انجام دینے کا بیڑا اٹھایا تو ان سفیر صحابہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جو مکہ کے پاس اسلام کے داعی اور سفیر بن گئے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ کا کاتب کرامی بنے اسکندرن پہنچے تو قس اس دن اپنے ملک کے ارباب حل و عقد کے ساتھ سمندر کھڑے بحری بیڑے بیٹھا ہوا ملکی معاملات پر صلاح مشورے رہا۔ جب اس نے مجلس ایک اجنبی کو دیکھا وہ تجھ ایک خط لیے کھڑا ہے تو اس نے حکم دیا اسے میرے پاس لانا جائے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قس کے پاس جا کر نبی ﷺ کا خط اسے دے دیا۔ خط کی عبارت درج ذیل تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من: محمد رسول اللہ

الی: المقولین عظیم القبط

سلام علی من اتبع الهدی

اما بعد: فانی ادعوك بدعاية الاسلام فاسلم تسلیم واسلم یؤتک

اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط وایا اهل الكتاب تعالوا الی

کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لانشرک به شیئاً و لاتخذ بعضنا

بعضاً ازباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ﴿۲﴾

۱۔ سیرة ابن ہشام ۳/۷۸-۷۹

۲۔ قرآن حکیم (آل عمران) ۳/۶۳ خط کی مہارت کا تاریخ ۱۱/۶/۳۷۸ مجموعہ الوفاق السیاسیہ ص ۷۲



اللہ
رسول
محمد

”شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مقوقس حاکم مصر کے نام:

اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد ازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر اسلام قبول کر لو گے تو سلامت رہو گے۔ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ہماری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔

اسے اہل کتاب! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلم ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب بنائیں۔ اگر آپ کو اس بات سے انکار ہے تو آپ کو معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال اللہ کی یکمائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔“

مقوقس نے نبی کریم ﷺ کا خط پڑھ کر کہا۔

﴿مَا مَنَعَهُ انْ كَانَ نَبِيًّا اَنْ يَدْعُوَ عَلِيًّا فَيَسْلُطَ عَلَيَّ؟﴾ ۳

”اگر وہ واقعی نبی ہیں تو انہیں کس چیز نے روکا کہ میرے خلاف دعا کرتے اور مجھ پر

سلط ہو جاتے۔“

یہ سن کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ نے فوراً جواب دیا۔

﴿مَا مَنَعَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ اَنْ يَدْعُوَ عَلِيًّا مِنْ اَبِي عَلَيْهِ اَنْ يَفْعَلَ بِهِ

وَيَفْعَلَ؟﴾ ۴

”عیسیٰ بن مریم کو کس چیز نے روکا کہ ان کے خلاف بددعا کریں جنہوں نے انکار کیا“

۳۔ فتوح مصر و المغرب، ص ۶۵، القسطلانی المواب اللہ نیہ، ۱/۲۲۵ مطبوعہ اشرفیہ، ۱۹۰۷ء

۴۔ فتوح مصر و المغرب، ص ۶۵۔ والقسطلانی المواب اللہ نیہ، ۱/۲۲۵ مطبوعہ اشرفیہ، ۱۹۰۷ء

اس کے بعد حقوس نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا۔

”مجھے یہ بتائیں کہ کیا تمہارے صاحبِ نبی نہیں ہیں؟“

حضرت حاطب نے کہا: ”جی ہاں، ان لوگوں میں سے ہیں جو اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں۔“

”کیوں نہیں؟“

تو اس نے کہا: ”ان لوگوں میں سے ہیں جو اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں۔“

﴿فمالہ لم يدع علی قومہ حیث اخرجوہ من بلدتہ؟﴾

”جب قوم نے انہیں ان کے شہر سے نکال دیا تھا تو انہوں نے ان کے خلاف بددعا

کیوں نہیں کی؟“

یہ سن کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جی ہاں، ان لوگوں میں سے ہیں جو اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں۔“

﴿فعلی بن مریم رسول اللہ حین ازاد قومہ صلبہ لم يدع علیہم

حتی رفعہ اللہ﴾

”جب عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو ان کی قوم نے سولی دینا چاہی تو انہوں نے اپنی قوم

کے خلاف بددعا کیوں نہیں کی حتیٰ کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آسمان کی طرف اٹھالیا۔“

حقوس حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی اس خاطر جوابی سے حیران رہ گیا اور کہا۔

﴿احسنت انت حکیم حفت من عند حکیم﴾

”بہت خوب تم خود بھی داننا ہو اور ایک داننا انسان کی طرف میرے پاس آئے ہو۔“

میرتِ حلیہ میں مذکور ہے کہ اس موقع پر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے

حقوس کے دربار میں تقریر کی جس میں فرمایا:

”اے بادشاہ! تمہیں معلوم ہے ایک شخص اس شہر (مصر) میں پہلے گزرا ہے۔ جو اپنے

آپ کو ”رب الاملی“ (بڑا خدا) سمجھتا تھا۔ تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کر

کے برباد کر دیا۔ تمہیں چاہیے کہ اس سے عبرت حاصل کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تم سے عبرت

پکڑنے لگیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت دی تو قریش ان سے سختی سے پیش آئے

اور یہود دشمن ہو گئے۔ میرے خیال میں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ

اور یہود دشمن ہو گئے۔ میرے خیال میں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ

اور یہود دشمن ہو گئے۔ میرے خیال میں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ

اور یہود دشمن ہو گئے۔ میرے خیال میں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ

اور یہود دشمن ہو گئے۔ میرے خیال میں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ

اور یہود دشمن ہو گئے۔ میرے خیال میں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے حق میں ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت محمد ﷺ کے حق میں ہے۔ ہم تمہیں قرآن کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جس طرح تم اہل کتاب کو انجیل کی طرف بلاتے ہو۔ جو قوم کسی نبی کو پائے وہ قوم اس نبی کی امت ہوتی ہے۔ اور اس پر اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔ اور تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو جنہوں نے محمد ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔“

جبکہ توحہ مصر و المغرب میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی مقوقس کے سامنے تقریر ان الفاظ میں مذکور ہے۔

﴿وانہ قد کان قبلک رجل زعم انه الرب الاعلیٰ فانقم اللہ بہ ثم انتقم منه فاعتبر بغيرک ولا یعتبر بک وان لک دینا لن تدعه الا لیا هو خیر منه و هو الاسلام الکافی اللہ بہ لقد ماسواہ و ما بشارۃ موسیٰ بعیسیٰ الا بشارۃ عیسیٰ بمحمد و ما دعاؤنا ایاک الی القرآن الا کدعائک اهل التورۃ و الی الانجیل و لسنا ننہاک عن دین المسیح و لکننا نامرک بہ﴾

تم سے پہلے ایک آدمی یہاں گزرا ہے جسے گمان تھا کہ وہ رب اعلیٰ ہے۔ تو اللہ نے اسے جاہ و برباد کر دیا۔ تم کو چاہیے کہ اس سے عبرت پکڑو ایسا نہ ہو کہ لوگ تم سے عبرت حاصل کریں۔ آپ جس دین کی دعوت دیتے ہیں اس کے بہتر دین بھی ہے اور وہ اسلام ہے جس کو اللہ نے لوگوں کے لئے کافی و دوائی بنا دیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسی طرح ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ہے۔ ہم آپ کو قرآن کی طرف اسی طرح بلاتے ہیں جس طرح آپ اہل التورۃ کو انجیل کی طرف بلاتے ہیں۔ ہم آپ کو دینِ مسیح سے نہیں روکتے بلکہ اس کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی تقریر سے بہت متاثر ہوا اور کہا:

﴿ان القبط لا یتابعنی علی اتباعک و انا اضن بملکی﴾

”اگر میں نے آپ کی بات مانی تو لوگ میری بات نہیں مانیں گے اور مجھے اپنے ملک

سے روک دیا ہے“

اس کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کے خط کو چوما۔ اور اسے خوبصورت ہاتھی دانت کی

۶۔ سیرۃ الخلیفہ ۳/۲۸۱۔ ۷۔ توحہ مصر و المغرب ص ۶۵

۸۔ البدوہ تاریخ ۳/۲۲۹۔ ۹۔ الکامل فی تاریخ ۲/۲۱۰

ڈیپا میں بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی۔ اب مقوقس نے سفیر رسول ﷺ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی بہت خاطر کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔

طبقات ابن سعد میں حضرت حاطب کا اپنا بیان مذکور ہے۔

﴿كان لي منكم ما لي الضيافة وللة اللبث ببابه ما اقامت عنده الاخمسه ايام﴾

”وہ مہمان نوازی میں میرا اکرام کرتا جب میں اس کے پاس جاتا تو مجھے اس کے دروازے پر کم ٹھہرنا پڑتا اور میں نے اس کے پاس فقط پانچ روز قیام کیا۔“

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ جب حاکم مصر مقوقس سے ملاقات کے بعد واپس لوٹے تو مقوقس نے آپ ﷺ کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے قیمتی تحائف بھیجے۔ ان تحائف میں تین کنیریں بھی شامل تھیں۔ ان میں سے ایک ماریہ قبلیہ تھیں اور دوسری سیرین تھیں۔ جو ماریہ قبلیہ کی ہمشیرہ تھیں۔ اور تیسری ام زکریا تھیں۔ انہیں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ ماریہ قبلیہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنے نکاح میں لے لیا اور ان کی ہمشیرہ کو حضرت حسان بن ثابت کے سپرد کر دیا۔ اور تیسری کو حضرت جہم بن قیس العبدری کی تحویل میں دے دیا۔

جبکہ زیادہ روایات اسی بات کی تائید کرتی ہیں کہ ۲ کنیریں ماریہ اور سیرین بھیجیں۔ اس کے علاوہ مقوقس نے نبی کریم ﷺ کے لیے ہزار مثقال سونا بہت سے قیمتی تحائف ۲۰ کپڑوں کے جوڑے اور مال و متاع سے نوازا۔ ۱۲ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سفارت کے فرائض ادا کر کے ۶ ہجری کو مدینہ واپس لوٹے۔ ۱۲ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ ۶ ہجری کے آخری ایام میں مصر گئے اور ۶ ہجری کے اوائل میں مدینہ واپس آئے۔ مقوقس نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ہاتھ قیمتی تحائف کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے نام ایک خط بھی دیا۔ جس کا متن درج ذیل ہے۔

لمحمد بن عبد الله

۱۰۔ فتوح مصر و المغرب ص ۶۶ ۱۱۔ طبقات ابن سعد ۱/۶۱ ۱۲۔ تاریخ الامم والملوک ۲/۲۳۵

۱۳۔ البدع و التاريخ ۳/۲۲۹ ۱۴۔ اکال فی التاريخ ۲/۲۲۵

من المقوقس
سلام

اما بعد! فقد قرأت كتابك وفهمت ما ذكرت وما تدعو اليه وقد علمت ان نبياً قديقى وقد كنت اظن انه يخرج بالشام وقد اكرمت رسلك وبعثت اليك بجاريتين لهما مكان فى القبط عظيم وبكسوة واهدت اليك بغلة لتركبها والسلام - ١٥

محمد بن عبداللہ کی خدمت میں مقوقس کی طرف سے سلامتی ہو!

بعد ازاں میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا۔ اور جو آپ ﷺ نے تحریر کیا اس کے مفہوم کو سمجھا اور آپ ﷺ کی دعوت پر غور کیا۔ مجھے علم تھا کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ مجھے گمان تھا کہ شام میں اس کا ظہور ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کے سفیر کی تکریم کی۔ اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لڑکیاں روانہ کر رہا ہوں جنہیں قبیلوں میں ایک معزز مقام حاصل ہے۔ اور آپ کے لیے کپڑے روانہ کر رہا ہوں اور آپ کی سواری کے لیے خچر بھی کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔

روایات میں اس خط کا ایک اور متن بھی ملتا ہے جو کہ اس طرح ہے۔

باسمک اللهم

من المقوقس
الى: محمد

اما بعد! فقد بلغنى كتابك وقراته وفهمت ما فيه انت تقول: ان الله تعالى ارسلك رسولا وفضلك تفضيلا وانزل عليك قرآنا مبينا فكشفنا يا محمد فى علمنا عن خبرك لوجدناك اقرب داع دعا الى الله واصدق من تكلم بالصدق ولولا انى ملكت ملكا عظيما لكنت اول من سار اليك لعلمي انك خاتم الانبياء وسيد المرسلين وامام المتقين والسلام عليك ورحمة الله وبركاته الى يوم الدين - ١٦

١٥- سنن الاشبہ، ٦/٣٦٨، فتوح مصر والغرب، ٦٤، مجموعہ اوراق السابق السابغہ، ص ٢٣

١٦- سنن الاشبہ، ٦/٣٦٨

”بعد ازاں مجھ تک آپ کا خط پہنچا، میں نے اسے پڑھا اور جو کچھ اس میں تھا اسے سمجھا۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ کو فضیلت دی اور آپ پر قرآن مبین نازل کیا۔ اور اے محمد ﷺ! ہم پر آپ کے حالات واضح ہوئے اور ہم نے آپ کو اللہ کی طرف دعوت دینے والا پایا اور سب سے زیادہ صحیح بولنے والا۔ اگر میں عظیم تر مملکت کا بادشاہ نہ ہوتا تو میں سب سے پہلے آپ کے پاس چل کر آتا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ خاتم الانبیاء سید المرسلین اور امام المتقین ہیں۔ قیامت تک کے لئے آپ پر سلامتی اللہ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔“

لیکن حوالہ جات کی روشنی میں پہلا خط زیادہ صحیح اور اقرب الی الصحیح ہے۔

الغرض حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مقوقس کے تحائف اور خط نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور مقوقس سے جو گفتگو ہوئی وہ بھی بیان کر دی۔ جسے سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿حُضْنُ الْعَيْثِ بِمُلْكِهِ وَلَا بِنِقَاءِ لِمُلْكِهِ﴾

”اس بد بخت نے اپنے ملک کے ساتھ بخل سے کام لیا لیکن اس کی حکومت باقی نہ

رہی۔“

سفارتی مشن کا نتیجہ : حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مقوقس کے دربار میں جو سفارت کے فرائض سرانجام دیے اس کے نتیجے میں مقوقس نے اسلام کو قبول نہ کیا۔ لیکن سفیر رسول ﷺ کی تکریم و تعظیم کی اور نبی کریم ﷺ کی باتوں کی تصدیق کی اور آپ ﷺ کی خدمت میں قیمتی تحائف بھیجے۔

خط بنام مقوقس کی دریافت : نبی کریم ﷺ نے حاکم مصر مقوقس کے نام جو خط لکھا خوش قسمتی سے اب دریافت ہو گیا ہے۔ اس کی دریافت کن طرح ہوئی اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے:

مقوقس کے خط کے سلسلے میں مشہور فرانسیسی شرقیاتی (مشرق) "Reinaud" نے پیرس کے سماہی رسالے ژورنال آزیاتیک بابت ۱۸۵۴ء (سلسلہ پنجم جلد چہارم) میں وہ

خط شائع کرایا۔ جو اس کے نام قاہرہ سے "Belin" نے ۱۰ مارچ ۱۸۵۲ء کو لکھا تھا۔ اس میں تحریر ہے:

"ایک قلمی دستاویز جو میں نے حال ہی میں دیکھی اور جس کے متعلق مجلس شریقات فرانس (سوی اے نے آزیاٹیک) کو بھی اس کے اجلاس منعقدہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۱ء میں اطلاع ملی ہے یہ دستاویز جس کے متعلق میں یہاں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ موسیو ایتین ہارٹلی (Etienne Barthelemy) نے دریافت کی ہے۔"

"موسیو ہارٹلی" قاہرہ میں ایک نوجوان فرانسیسی مستشرق ہیں۔ عربی زبان کے بڑے ماہر ہیں۔ وہ کچھ عرصے سے مصر کی قدیم زبان کا مطالعہ کرنے لگے ہیں۔ اور خاص کر قبطی زبان کے مخطوطات تلاش کر رہے ہیں۔ جو مصر کے تنہائی پسند راہبوں کے قبضے میں موجود ہیں اور عہد سلف کے متعلق نہایت قیمتی آثار پر مشتمل ہیں۔

ایک دن وہ اٹیم کے قریب ایک راہب خانے میں بیچنے وہاں سے ایک عربی مخطوطہ دستیاب ہوا۔ جو صورت سے بہت معمولی نظر آتا تھا۔ اس کی جلد سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں کسی ایسی کتاب کے لیے تیار کی گئی تھی جو خاصے بڑے حجم کی ہوگی۔ یہ جلد کناروں پر خراب ہو گئی تھی۔ اس کے اندر کچھ قبطی حروف دکھائی دے رہے تھے۔ چنانچہ موسیو ہارٹلی نے ان اوراق کو یکے بعد دیگرے جدا کیا ان کے اندر دونوں پہلوؤں پر چمٹی ہوئی کھال یا جھلی کا ایک ٹکڑا نظر آیا جسے دو جگہ سے کپڑے نے چاٹ لیا تھا اس کا بخور مطالعہ کرنے سے عربی کے حروف میں سے لفظ محمد ﷺ پڑھ لینے میں کامیابی ہوئی اس پر دلچسپی بڑھ گئی۔ کہ یہ دستاویز خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اس نے پوری احتیاط کے ساتھ کھال کو الگ کرنے کی کوشش کی اور جب اسے ہلکو کر نم دینے لگے تو چند الفاظ مزید مذہم پڑ گئے۔ پھر چند ساتھیوں کی مدد سے اس کھال یا جھلی سے جو عبارت نمایاں طور پر پڑھنے میں آئی وہ نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کی تحریر ہے۔ جو آپ ﷺ نے مصر کے قبطی بادشاہ مقوقس کے نام ارسال فرمایا تھا۔ یہ خط اس وقت قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ ۱۸۰۰

اس مکتوب گرامی کو "موسیو ہارٹلی" نے ترکی کے سلطان عبدالحمید خان (۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۱ء) کے ہاتھ میں سونپاؤنڈ میں فروخت کر دیا۔ جسے سلطان نے ایک ڈرگراں مایہ کی حیثیت



سے نہایت احتیاط کے ساتھ سونے کے فریم میں لگوا کر اسٹینول کے قصر شاہی توپ کا پی "Top Kapi" میں نبی کریم ﷺ کے متعدد تبرکات کے ساتھ محفوظ کر لیا۔ ۱۹

۴ دمشق میں تبلیغ اسلام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوتی مشن کے سلسلے میں جن حکمرانوں کو خطوط روانہ کئے ان میں سے ایک حارث بن ابی شمر الغسانی بھی ہے۔ جو دمشق کا حکمران تھا۔ اس کے دربار میں سفارت کی سعادت جلیل القدر صحابی حضرت شجاع بن وہب الاسدی کے سپرد ہوئی۔

حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں جب خط لے کر حارث کی طرف گیا تو مجھے یہ پتا چلا کہ وہ دمشق کے شہر غوطہ میں شاہ روم ہرقل کے استقبال کے لیے موجود ہے۔ شاہ روم حمص سے القدس کی طرف آ رہا تھا۔ (حارث بن ابی شمر الغسانی حاکم قیصر کے ماتحت تھا) میں نے دمشق میں دو یا تین دن قیام کیا۔ اس دوران میری بادشاہ کے دربان سے ملاقات ہوئی جس کا نام ”مری“ تھا۔ یہ شخص رومی النسل تھا۔ چند روز میں میری اس سے بے تکلفی ہو گئی اور اس نے مجھے بتایا کہ آپ حارث سے اس وقت ہی مل سکتے ہیں جب وہ خود باہر آئے۔ ایک دن اس نے مجھ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے۔ حالات سن کر اس پر رقت طاری ہو گئی اور کہنے لگا۔

”میں نے انجیل پڑھی ہے اور جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے انجیل میں یہی حالات اس آنے والے پیغمبر کے بتائے جاتے ہیں۔ جن کا ہمیں انتظار ہے۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ مگر آپ میرے قبول اسلام کے واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر حارث کو یہ معلوم ہو گیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ حالانکہ وہ میری بہت عزت کرتا ہے۔ اور مجھے اس کے مزاج میں بڑا دخل حاصل ہے۔“

حضرت شجاع کہتے ہیں کہ مری میرے ساتھ بڑے اچھے انداز میں پیش آیا اور اس نے میری بڑی عزت کی۔ ایک روز حارث محل سے باہر آیا۔ اپنے دیوان میں بیٹھا۔ اس نے شان و شوکت سے اپنا دربار منعقد کیا۔ مری نے اس سے میرا تذکرہ کیا۔ حارث نے مجھے اندر بلا یا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اسے دے دیا۔ اس نے اس خط کو پڑھنے کا حکم دیا۔

مکتوب نبویؐ کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: الحارث بن ابی شمر

سلام علی من اتبع الهدی و آمن باللہ و صدق فانی ادعوك الی ان تو من باللہ
وحدہ لا شریک له یبقی ملکک

اللہ

رسول

محمد ﷺ

”شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے نام:

سلامتی ہو اس پر جو راہِ راست کی پیروی کرنے۔ اس پر ایمان لائے اور سچا جانے۔
میں آپ کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں۔ جن کا کوئی شریک نہیں۔ آپ
کا ملک آپ کے پاس باقی رہے گا۔

حارث اس مکتوبِ اقدس کو سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

﴿وَمَنْ يَنْزِعْ مَلِكِي ۖ اِنِّي سَاسِيْرٌ اِلَيْهِ﴾ ۳

”مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے۔ میں خود اس کی طرف پیش قدمی کروں گا۔“

اور اسی غیض میں اس نے فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ پھر وہ غضب ناک انداز میں اٹھا اور

رکھا آپ جا کر یہ سارا منظر میری طرف سے خط بھیجنے والے کو بتا دینا۔

اس کے بعد اس نے شاہِ روم کو خط لکھا اور اسے ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا اور کہا
کہ میں اس مدعی کو تباہ کر کے چھوڑوں گا خواہ مجھے کتنی تکلیف اٹھانی پڑے۔ حضرت شجاع فرماتے
ہیں کہ جب اسے شاہِ روم کا جواب ملا جس میں شاہِ روم نے اسے فوج کشی سے روک دیا تھا تو اس
نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ مدینہ جانے کا کب ارادہ رکھتے ہو میں نے کہا۔ ”کل“ تو اس نے مجھے

سوشل سوناریا۔

جب حضرت شجاع واپس آنے لگے تو مُزنی ان کو اپنے مکان پر لے گیا اور اس نے ان کو لباس اور کچھ اخراجات کے لیے نقدی بطور تحفہ دی اور کہا کہ نبی کریم ﷺ کو میرا سلام کہنا۔
حضرت شجاع نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مُزنی نے جو کچھ کہا۔ سچ کہا۔ وہ مؤمن صادق ہے۔ اور حارث عنقریب دیکھ لے گا کہ جس حکومت کے غرور میں اس نے خدا کے پسندیدہ مذہب کو رد کر دیا وہ ہرگز باقی رہنے والی نہیں ہے۔ حارث نے اس وقت جو فوج تیار کی تھی۔ اس وقت تو حارث حاکمِ مصر کے حکم سے رک گیا لیکن بعد میں اس نے فتح مکہ کے بعد، ۹ ہجری میں قیصر روم کی قیادت میں اسلام سے جنگ کا آغاز کیا۔ مگر آخر کار ۱۳ ہجری میں شام سے غسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا لیکن حارث ۹ ہجری میں فتح مکہ کے سال ہی فوت ہو گیا۔

اس طرح حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ جو سفارت لے کر گئے اس کا حارث نے بہت برا جواب دیا اور مدینہ پر اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ہرقل نے مداخلت کر کے اس کا حملہ روکوا دیا۔

ان حالات سے ہم یہ نتیجہ بآسانی نکال سکتے ہیں۔ کہ حارث بڑا متکبر اور مغرور بادشاہ تھا۔ یہ حکمتِ دانائی، امانت و دیانت، شفقت جیسے اوصاف سے قہی دامن تھا۔ امن و امان کی بجائے لڑائی جھگڑے کی طرف اس کی طبیعت زیادہ مائل تھی اس نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ معرکہ آرائی میں گزارا۔

ہوזה بن علی الحنفی کی طرف سفیر رسول ﷺ کی روانگی

یمامہ جزیرہ نما عرب کا اہم ترین خطہ ہے۔ یہ اگرچہ عرب کا حصہ تھا مگر زمانہ نبوت میں یہ فارس کے زیرِ اقتدار تھا۔ فارس کی طرف سے اس پر ہوזה بن علی (جو عربی النسل تھا) گورنری کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس پر تمام تر ایرانی اثر غالب تھا۔

ہوזה کے نام فرمانِ رسالت کی سفارت کا شرف حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو بخشا گیا۔ انہوں نے رئیسِ یمامہ کے دربار میں پہنچ کر نامہ مبارک پیش کر دیا۔ جس کی عبارت درج ذیل تھی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: ہوזה بن علی

سلام علی من اتبع الهدی 'واعلم ان دینی سیظہر الی منتهی الخف والجاہر' فاسلم تسلیم 'واجعل لک ماتحت یدیک' ۱

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوזה بن علی کے نام!

سلامتی ہو ہر اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ جان لو کہ میرا یہ دین عرب و عجم کی حدود تک پہنچ کر رہے گا۔ اور غالب آئے گا۔ اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور تمہاری حکومت بھی تمہارے پاس رہے گی۔

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ نے شاہِ یمامہ کو مخاطب کر کے یہ تقریر کی۔

”ہوזה تم بڑی سیادت کے مالک ہو، جو برباد ہو جانے والی ہے اور تیرے بہت سے پیش رو جہنم میں ہیں۔ اور سردار وہی ہے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو اور تقویٰ سے بہرہ مند ہو تیری رائے اور ہدایت سے ہی تیری قوم۔ معادت حاصل کر سکتی ہے، ہذا تو خود کو بدبختی میں مبتلا نہ

کر۔ میں تجھے اعلیٰ چیز کی دعوت دیتا ہوں اور ادنیٰ چیز (کفر و شرک) سے بچاتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ کی دعوت کا حکم دیتا ہوں۔ اور شیطان کی عبادت (بیروی) سے روکتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ کی عبادت میں جنت اور شیطان کی عبادت میں جہنم ہے۔ اگر تو میری نصیحت کو قبول کر لے گا تو اپنی مراد اور تمام توقعات سے بہرہ مند ہوگا اور ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہو جائے گا اور اگر انکار کرے گا تو اللہ کی ذات ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ اٹھا دے گی۔

ہوڑہ نے حضرت سلیط بن عمرو کی یہ تقریر سنی اور جواب میں کہا۔

”اے سلیط! مجھ کو اللہ نے سرداری دی ہے۔ اگر یہ تمہیں مل جائے تو تم کو بھی شرافت حاصل ہو جائے۔ میں صاحب رائے ہوں۔ میں کچھ دیر معاملات کو پرکھتا ہوں۔ مجھے موقع دو کہ میں آخری فیصلہ کر سکوں۔ پھر اس کے بعد میں تمہیں جواب دوں گا۔“

چنانچہ حضرت سلیط بن عمروؓ جب جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ چند دنوں بعد ہوڑہ نے آپؓ کو بلوایا اور نبی کریم ﷺ کے لیے کچھ تحائف بھیجے اور آپؓ کے خط کا جواب بھی دیا۔ جس کا متن درج ذیل ہے۔

﴿مَا أَحْسَنَ مَا تَدْعُوا إِلَيْهِ وَأَنَا شَاعِرٌ قَوْمِي وَخَطِيبُهُمْ وَالْعَرَبُ

تَهَابُ مَكَانِي فَاجْعَلْ لِي بَعْضَ الْأَمْرِ اتَّبِعَكَ﴾ ۴

”جس دین کی طرف آپؓ دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھا ہے میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔ اس لیے عرب میری بہت عزت کرتے ہیں۔ اگر آپؓ مجھے اپنی حکومت میں شریک کر لیں تو میں آپ کی بیروی کے لیے تیار ہوں۔“

حضرت سلیط بن عمروؓ جب یہ خط اور تحائف لے کر روانہ ہو رہے تھے تو ہوڑہ نے آپؓ کو نہایت قیمتی کپڑے دیئے۔ ۵

حضرت سلیط بن عمروؓ مدینہ منورہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خط سمیت تمام چیزیں پیش کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہوڑہ کا خط پڑھا اور فرمایا۔

﴿لَوْ سَأَلْتَنِي سِيَابَةَ مِنَ الْأَرْضِ مَا فَعَلْتُ بِنَادٍ وَبَادٍ مَا فَعَلْتُ بِيَدِي﴾ ۶

۳۔ سیرۃ الخلیفہ ۳/۲۸۶ ۴۔ طبقات ابن سعد/۱/۲۶۲

۵۔ طبقات ابن سعد/۱/۲۶۲ ۶۔ طبقات ابن سعد/۱/۲۶۲



”اگر وہ مجھ سے زمین سے بھی مانگے تو میں اسے وہ بھی نہیں دوں گا جو کچھ اس کی

ملکیت میں تھا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔“
 اس سفارتی مشن کے نتائج: حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوذہ کے پاس جس دین برحق کی دعوت لے کر گئے لیکن اس نے اس عظیم سعادت سے منہ موڑ لیا اور کفر پر اس کا خاتمہ ہوا۔ وہ اسلام کی حقانیت کا حریف بھی ہوا اور حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کے دلائل سے قائل بھی ہوا۔ لیکن اس کی سرداری بھی برحق کی غلامی میں آنے کے راستے میں رکاوٹ بن گئی۔ اور اس نے اسلام قبول کرنے کے لیے حکومت میں جسے کی شرط رکھ دی۔ حالانکہ یہی پیشکش تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی میں موجود تھی:

﴿و اجعل لک ماتحت یدیک﴾

لیکن اس کی عقل و فہم نے اس کی توجہ اس طرف مبذول نہیں کرائی اور وہ اپنی آنکھوں پر بندھی لالچ کی پٹی اور حکومت کرنے کے شوق میں اس نور کو نہ پہچان سکا۔ جس کی دعوت حضرت سلیط رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

٢ جیفر بن جلدی اور عبد بن جلدی کی طرف سفیر رسول ﷺ کی روانگی

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عمان میں دو بھائی جیفر بن جلدی اور عبد بن جلدی حکمران تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف ۸ ہجری میں دعوت اسلام کے لیے خط لکھا اور اس سفارت کی سعادت جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی اور آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھایا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ سے روانہ ہوا اور عمان پہنچا اور عبد سے ملاقات کی جو اپنے حکمران بھائی جیفر بن جلدی کا نائب و معاون تھا۔ یہ اپنے بھائی سے زیادہ دور اندیش اور نرم خو تھا۔ میں نے اسے کہا:

﴿إني رسول الله ﷺ اليك والى اخيك﴾

”میں تمہارے اور تمہارے بھائی کے پاس نبی کریم ﷺ کا سفیر بن کر آیا ہوں۔“

یہ سن کر عبد بن الجلدی نے کہا:

﴿أخى المقدم على بالسن والملك، وأنا أو صلک اليه حتى يقرا﴾

کتابک ۲

”میرا بھائی عمراور بادشاہت دونوں میں مجھ سے بڑا ہے میں آپ کو اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں کہ وہ آپ کا خط پڑھ لے۔“

”عیون الاثر“ میں مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے

بعد عبد بن الجلدی نے مجھ سے کچھ سوالات کئے۔ اس نے پوچھا:

”اچھا! تم دعوت کس بات کی دیتے ہو؟“

میں نے کہا: ہم ایک اللہ کی طرف بلا تے ہیں جو تمہا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور

ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبد نے کہا: اے عمرو تم اپنی قوم کے سردار کے صاحبزادے ہو بتاؤ کہ تمہارے والد نے



کیا کیا۔ ہمارے لیے اس کا طرز عمل لائق اتباع ہوگا۔

میں نے کہا: وہ تو محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر وفات پا گئے ہیں۔ لیکن مجھے حسرت ہے کہ کاش انہوں نے اسلام قبول کیا ہوتا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی ہوتی۔ پہلے میں بھی انہی کی رائے پر تھا۔ لیکن پھر اللہ نے مجھے راہ ہدایت دکھادی۔

عبدالنے کہا: تم نے کب ان کی پیروی کی۔
میں نے کہا: ابھی جلد ہی۔

اس کے بعد عبدالبن الجندی نے مزید کچھ سوالات کئے اور آخر میں استفسار کیا ”مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں اور کس سے روکتے ہیں۔“
تو میں نے کہا: ”اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے منع کرتے ہیں۔ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم و زیادتی، زنا کاری، شراب نوشی اور پتھر بربت اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔“
یہ سن کر اس نے کہا:

﴿مَا احْسَنَ هَذَا الَّذِي يَدْعُو اِلَيْهِ لَوْ كَانَ اخِي يَتَابِعُنِي لَوْ كُنَّا حَتِي
نؤمن بمحمد ونصدق به ولوكن اخي اضن بملكه من ان يدعه ويصير ذنباً﴾
”کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف بلا تے ہیں اگر میرا بھائی بھی میری اس بات پر میری متابعت کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر (چل پڑتے) یہاں تک کہ محمد ﷺ پر ایمان لے آتے اور ان کی تصدیق کرتے۔ لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔“

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا: ”اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت کو برقرار رکھیں گے۔ البتہ ان کے مالداروں پر صدقہ لے کر اس کے فقروں میں تقسیم کر دیں گے۔“

عبدالنے کہا: ”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اچھا بتاؤ کہ صدقہ کیا ہے؟“

جواب میں میں نے مختلف اموال کے اندر نبی کریم ﷺ کے مقرر کئے ہوئے صدقات کی تفصیل بتائی۔ جب اونٹ کی باری آئی تو وہ بولا اے عمرو! ہمارے ان مویبیوں میں سے

بھی صدقہ لیا جائے گا۔ جو خود ہی درختوں سے چر لیتے ہیں اور پانی پی لیتے ہیں۔

میں نے کہا: ہاں

عبد نے کہا:

﴿وَاللّٰهُ مَا اَرٰى قَوْمِيْ فِىْ بَعْدِ دَارِهِمْ وَكَثْرَةَ عِدَدِهِمْ يَطْعُوْنَ بِهَذَا﴾
 ”واللہ! میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے
 باوجود اس کو مان لے گی۔“

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس جگہ چند دن ٹھہرا۔ اس
 دوران عبد اپنے بھائی کے پاس جا کر میری ساری باتیں بتاتا رہتا تھا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے
 بلانیا۔ میں اندر داخل ہوا تو محافظوں نے میرے بازو پکڑ لئے اس نے حکم دیا چھوڑ دو۔ تو مجھے چھوڑ
 دیا گیا۔ میں نے بیٹھنا چاہا تو محافظوں نے مجھے بیٹھنے سے روک دیا۔ میں نے بادشاہ کی طرف
 دیکھا تو اس نے کہا۔ اپنی بات بیان کرو۔ میں نے مہر لگا ہوا وہ خط اس کے حوالے کر دیا۔ جس کی
 عبارت یہ تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: جیفر و عبد ابنی الجندی

سلام علی من اتبع الہندی 'اما بعد' فانی ادعوکم ابدعاية الاسلام
 'اسلما تسلما' فانی رسول اللہ الی الناس كافة لانذر من کان حیا و یحق القول
 علی الکافرین . وانکما ان اقرزتما بالاسلام فان ملککما زائل و خیلنی تحل
 بساحتکما و تظہر نبوتی علی ملککما.

اللہ

محمد

رسول ﷺ

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جلندی کے دونوں صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام!

سلاستی ہے اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد ازاں! میں تم دونوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام نے آؤ سلامت رہو گے۔ کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ جو زندہ ہیں اسے انجام سے باخبر کر دوں۔ اور کافروں پر حق بات ثابت ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر لو گے تو تم دونوں ہی کو والی اور حاکم بناؤں گا۔ اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت زائل ہو جائے گی اور تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہوگی۔ اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آ جائے گی۔“

حضرت عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ جب وہ پورا خط پڑھ چکا تو اس خط کو اپنے بھائی کے حوالے کر دیا۔ اس نے بھی اسی طرح پڑھا۔ پھر جب نے مجھ سے پوچھا: ”مجھے بتاؤ کہ قریش نے کیا روش اختیار کی ہے؟“

میں نے کہا: ”سب ان کے اطاعت گزار ہو چکے ہیں کوئی دین سے رغبت کی بناء پر اور کوئی تمواڑے خوفزدہ ہو کر۔“

پھر اس نے پوچھا: ”ان کے ساتھ کون لوگ ہیں؟“

میں نے کہا: ”سارے لوگ ہیں انہوں نے اسلام کو برضا و رغبت قبول کر لیا ہے اور اسے تمام دوسری چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ انہیں اللہ کی ہدایت اور اپنی عقل کی راہ نمائی سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ وہ گمراہ تھے۔ اب اس علاقہ میں میں نہیں جانتا کہ تمہارے سوا کوئی اور باقی رہ گیا ہے۔ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا اور محمد ﷺ کی پیروی نہ کی تو تمہیں سوار و عمد ڈالیں گے اور تمہاری ہریالی کا صفایا کر دیں گے۔ اس لیے اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور رسول اللہ ﷺ تم کو تمہاری قوم کا حکمران بنا دیں گے۔ پھر تم پر سوار داخل ہو گے نہ پیادے۔“

یہ سن کر اس نے کہا:

﴿دعنی یومی هذا وارجع الی خدا﴾

”مجھے آج کا دن چھوڑ دو۔ کل میری طرف آنا۔“

حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اس کے بھائی عبد کی طرف واپس

آ گیا۔ تو اس نے مجھ سے کہا:

”اے عمرؓ! مجھے امید ہے کہ اگر بادشاہت کی حرص اس پر غالب نہ آئی تو وہ اسلام قبول کر لے گا۔“

پھر دوسرے دن میں بادشاہ کے پاس گیا لیکن اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا اور بتایا کہ بادشاہ تک میری رسائی نہیں ہو سکی۔ تو یہ سن کر اس نے مجھے اس کے پاس پہنچا دیا۔ تو اس نے مجھ سے کہا:

﴿هَانِي فِكْرَت فِيمَادَعُوْتِنِي اِلَيْهِ فَاِذَا اَنَا اَضْعَف الْعَرَب اِنْ مَلِكْت رَجُلًا مَافِي يَدِي وَهُوَ لَا يَبْلُغُ خِيَلَةَ اِلٰى هَاهُنَا وَاِنْ بَلَّغْتَ الْفَت قَتَلًا لَيْسَ كَقَتَالِ مَنْ لَا قِيَّ﴾

”میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا ہے۔ اگر میں بادشاہت ایک ایسے آدمی کے حوالے کر دوں جس کے شہسوار یہاں پہنچے بھی نہیں تو میں عرب میں سب سے کمزور سمجھا جاؤں گا۔ اور اگر اس کے شہسوار یہاں پہنچ آئے تو ایسا دن پڑے گا کہ انہیں کبھی اس سے سابقہ نہ پڑا ہوگا۔“

تو یہ سن کر میں نے کہا: ”اچھا کل واپس جا رہا ہوں۔“

اور جب اسے میری واپسی کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی سے خلوت میں بات کی۔ اور کہا ”خزیمہ جو غلبہ پا چکے ہیں ان کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت نہیں اور اس نے جس کسی کے پاس بھی پیغام بھیجا ہے۔ اس نے دعوت قبول کر لی ہے۔“

لہذا اس نے دوسرے دن صبح مجھے بلا لیا اور بادشاہ اور اس کے بھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور نبی ﷺ کی تصدیق کی۔ اور صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے مجھے آزاد چھوڑ دیا۔ اور جس کسی نے میری مخالفت کی اس کے خلاف میرے مددگار ثابت ہوئے۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص جو سفارت لے کر عمان گئے وہ نہایت کامیاب ثابت ہوئی کیونکہ عمان کے حکمران اور اس کے بھائی نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی ہر طرح سے مدد کی۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کے اسلام قبول کرنے پر حسب وعدہ ان کی بادشاہت قائم رکھی۔



طبقات ابن سعد میں حضرت عمرو بن العاص کا بیان مذکور ہے:

﴿فأخذت الصدقة من اغنياءهم فرددتها لى فقيرائهم فلم ازل مقيماً

ليهم حتى بلغنا وفاة رسول الله ﷺ﴾

”میں ان کے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقراء میں تقسیم کر دیتا تھا۔ میں وہاں مقیم رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔“

الغرض حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عمان کی طرف سفارت کے فرائض نہایت

خوش اسلوبی سے ادا کئے۔

منذر بن ساوی کی طرف

دور نبوت میں بحرین ایرانی حکومت کے زیر اقتدار تھا۔ یہاں کے ایرانی گورنر کا نام منذر بن ساوی تھا۔ منذر بن خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جو پیغام رسالت ﷺ سے متاثر ہو کر حلقہ کوش اسلام ہو گئے۔

طائف کے محاصرے سے فارغ ہو کر ہرانہ سے واپسی پر نبی کریم ﷺ ۸ ہجری میں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے حاکم بحرین منذر بن ساوی کے پاس پہنچ کر نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی اسے دیا جس کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من: محمد رسول اللہ

الی: المنذر بن ساوی

سلام علی من اتبع الهدی اما بعد:

فانی ادعوك الی الاسلام فاسلم تسلم یجعل اللہ لک ماتحت

یدیك واعلم ان دینی سیظہر الی منتہی الخف والحافر۔ ۲

اللہ

رسول

محمد

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

محمد ﷺ کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام!

سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد ازاں میں تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کر لو۔ سلامت رہو گے۔ اور اللہ نے جو (حکومت) تمہارے لیے بنائی ہے تمہارے پاس ہی رہے گی اور جان لو کہ میرا دین عرب و عجم کی حدود تک پہنچ کر رہے گا اور غالب



آئے گا۔

منذر بن سواہی نے نبی کریم ﷺ کا خط پڑھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور خط پڑھتے ہی اس نے مجوسیت سے توبہ کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اہل بحرین میں سے اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے جواب میں حضرت علاء بن الحضرمیؓ کے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی طرف خط روانہ کیا۔ جس کی عبارت درج ذیل ہے۔

«اما بعد یا رسول اللہ الفانی قرأت کتابک علی اہل ہجر (بحرین) فمنہم من احب الاسلام واعجبہ ودخل فیہ ومنہم من کرہہ وبارضی مجوسن ویہود الفاحث الی فی ذلک امزک۔»

”اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کے اس خط کو پڑھا ہے جو آپ ﷺ نے (اہل ہجر) بحرین والوں کو لکھا ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اسلام کو پسند کیا اور اس میں داخل ہو گئے اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے اسے ناپسند کیا۔ میری سرزمین جس میں مجوسی بھی ہیں اور یہودی بھی ہیں۔ آپ ﷺ مجھ کو ان کے بارے میں اپنے حکم سے آگاہ کریں۔“

حضرت علاء بن الحضرمیؓ جب منذر بن سواہی کا خط لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واپس مدینہ پہنچے اور آپ ﷺ کی خدمت میں خط پیش کیا اور وہاں کے تمام حالات سے بھی آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے خط کو سن کر حضرت علاء بن الحضرمیؓ کو ایک تفصیلی خط لکھ کر دیا جس میں احکام کی تفصیل درج تھی۔ اس خط کا متن درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: المنذر بن سواہی

سلام علیک 'فانی احمد اللہ الیک الذی لا الہ غیرہ' واشہد ان لا

الہ الا اللہ وان محمداً عبده ورسوله

۳۔ المقریزی امتحان الاسماع ۱/۳۰۹، مطبوعہ دارالترجمہ والنشر، ممبئی

۴۔ طبقات ابن سعد ۲/۲۶۳



امابعد: فانی اذکرک اللہ عزوجل فانہ من ینصح فانما ینصح نفسه وانہ
من یطع رسلی ویتبع امرہم فقد اطاعنی او من ینصح لہم فقد ینصح لی. وان رسلی
قد اتوا علیک خیراً وانسی قد شفعتک فی قومک فاترک للمسلمین ما
اسلموا علیہ وعفوت عن اهل الذنوب فاقلل منهم وانک مہما تصلح فلن
نعزلک عن عملک ومن اقام علی یہودیة و مجوسیة فلیہ الجزیة. ۵

اللہ

رسول

محمد

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا عزیزانِ نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منذر بن سراوی کے نام!
تم پر سلامتی ہو! میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو کیتا ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت
کے لائق نہیں۔ میں اللہ کی وحدت کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول
ہوں۔

بعد ازاں! میں آپ کو اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے
آپ کو ایسی فائدہ پہنچاتا ہے۔ جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا
اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اور حقیقت اس نے میری
نصیحت کو مانا۔ میرے قاصد نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ میں نے آپ کی قوم کے
بارے میں آپ کی سفارش قبول کر لی ہے۔ لہذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر
چھوڑ دیں۔ اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے۔ لہذا ان سے قبول کر لو اور جب تک تم
اصلاح کی راہ اختیار کئے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے اور جو یہودیت یا
مجوسیت پر قائم ہے۔ اس پر جزیہ ہے۔“

اللہ

رسول

محمد

حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر دوبارہ منذر کے پاس پہنچے۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اور منذر بن ساولی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے اہل بحرین میں سے کچھ تو مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہ ہوئے انہوں نے اپنے مذہب پر رہتے ہوئے ٹیکس کی بنیاد پر صلح کر لی۔ اس طرح بغیر کسی لڑائی کے اہل بحرین مسلمانوں کے مطیع ہو گئے۔ بلاذری "فتوح البلدان" میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین سے جو جزیہ اور زکوٰۃ کی رقم مدینہ بھیجی وہ اسی ہزار کے قریب تھی۔ اس طرح حضرت علاء بن الحضرمی نے سفارت کے فرائض نہایت تجربہ کاری اور خوش اسلوبی سے ادا کئے اور اپنی ذمہ داری کو مکملاً ادا کیا۔

خط بنام منذر بن ساولی کی دریافت: نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابی حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساولی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے سفارت کے فرائض نہایت کامیابی سے ادا کئے اور منذر بن ساولی نے آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ واپسی کے وقت نبی کریم ﷺ کے نام خط بھی دیا۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے مدینہ واپس آ کر بحرین کے حالات بیان کیے تو نبی کریم ﷺ نے منذر کو ایک اور خط لکھ کر بھیجا جس میں اسے بحرین کی گورنری پر بحال رکھا گیا اور غیر مسلم باشندوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات دیں۔ یہی خط ہے جو حال ہی میں دوبارہ دستیاب ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی تصنیف "نبی کریم ﷺ کی سیاسی زندگی" میں اس خط کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اس خط کا ذکر پہلی مرتبہ جرمن مجلس شریقات کے رسالے (ZDMG) جلد نمبر ۱۷، ۱۸۶۳ء میں صفحہ نمبر ۳۸۶ تا ۳۸۵ میں ہوا۔ اور وہیں اس خط کا چرچہ بھی چھپا اس رسالے میں اس خط کی تفصیلات اس طرح درج تھیں۔ جرمن سفیر قسطنطنیہ کے اٹاچی (مددگار) ڈاکٹر بوش (Busch) نے ۱۸۶۳ء میں رسالہ (ZDMG) کے نام یہ خط لکھا۔

بالآخر میں اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ ایک عجیب چیز کا ذکر کروں خواہ وہ مصنوعی ہو یا نہ ہو؛ بہر حال ایک خاص دلچسپی رکھتی ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ موسیٰ بوبے لین نے مصر

میں (حضرت) محمد (ﷺ) کا جو خط بنام مقوقس دریافت کیا تھا۔ اور جس کو اصلی مان لیا گیا تھا۔ وہ ترکی حکومت کے ہاتھ ایک بڑی رقم پر بیچ دیا گیا تھا۔

اب گزشتہ موسم خزاں میں میری ملاقات ایک اطالوی شخص سے ہوئی جس کے پاس (حضرت) محمد (ﷺ) کا ایک اور مکتوب تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اصلی ہے اور یہ کہ اس نے یہ مکتوب اور کوئی خطوط میں لکھے ہوئے قرآن کی چند سورت گزشتہ موسم گرما میں دمشق میں (جہاں وہ مسلمانوں کے بھیس میں اور اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہوئے گیا تھا) خریدے۔

اس نے مجھے یہ مزعومہ اصلی دکھایا ہے۔ یہ خط نیز قرآن کی مذکورہ سورتیں ایک نہایت مہین اور سیاہی مائل بھوری جھلی کے ٹکڑوں پر لکھے ہوئے تھے۔ اس خط کو ترکی حکومت کے ہاں ایک مناسب قیمت پر بیچنے کی کوشش سنا ہے کہ ناکام رہی ہے۔ اگرچہ مذہبی طبقے نے اس میں بڑی دلچسپی لی ہے۔

یہ خط جب اس رسالے کو موصول ہوا تو اس رسالے کے ایڈیٹر فلاشر (H.L. Fleischer) نے اس خط پر تنقید بھی کی۔ بے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے نبی کریم ﷺ کے اس خط پر ہندوستان کے مجلہ عثمانیہ جنوری ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں ایک مقالہ لکھا جس میں اس خط کی صحت پر دلائل دیے گئے ہیں اور پھر یہی مقالہ حیدرآباد دکن سے شائع ہونے والے رسالے "Islamic Culture" کی اکتوبر ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ ۸

اس خط کے بارے میں یہ علم نہیں ہے کہ یہ اب کہاں موجود ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ خط دمشق میں خاندان قوتلی یا خاندان المرادی کے پاس محفوظ ہے۔ ۹ معلوم ہوا ہے کہ موجودہ امیر بحرین کے والد نے نبی کریم ﷺ کے اس مکتوب کو پتھر پر کندہ کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ اسے بحرین کے مقامی امیر پورٹ پر نصب کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے اس خط سے ملتا جلتا ایک اور خط استنبول کے عجائب خانے میں موجود ہے جو آپ ﷺ نے مقوقس کے نام لکھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں خط ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ۱۰

۷۔ حمید اللہ رسول اکرم کی سیاسی زندگی میں ۱۶۵-۱۶۶ ۸۔ مجموعہ الواثق البیسیہ میں ۱۸۰ اور مقدمہ
۹۔ حمید اللہ رسول اکرم کی سیاسی زندگی میں ۱۷۲ ۱۰۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی میں ۱۷۲

٨ حارث بن عبد کلال الحمیری کی طرف

نبی کریم ﷺ نے اپنے دعوتی مشن کے سلسلے میں اپنے ایک اور سفیر حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو یمن کے سردار حارث بن عبد کلال الحمیری کی طرف بھیجا۔ اس کتب تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ ﷺ کو فتح مکہ کے بعد یمن کی طرف بھیجا۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے بعد جو ۶ ہجری میں جن سزاء کو بھیجا ان میں حضرت مہاجر ﷺ کا نام نہیں ہے۔

ابن سعد نے ”الطبقات الکبریٰ“ میں اس سفارتی مشن کا نام سندہ حضرت مہاجر بن ابی امیہ انحرومی ﷺ کی بجائے حضرت عیاش بن ابی ربیعہ ﷺ کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن زیادہ راجح بات یہی ہے کہ یہ خط لے کر حضرت مہاجر ﷺ حارث کے پاس گئے اور اکثر مصادر ان پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ابن سعد کی جو روایت ہے اس ضمن میں اگر سیاق و سباق پر غور کریں تو یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ اگر ابن سعد کا اپنا یہ نظریہ ہوتا تو وہ ضرور اپنی اسی تصنیف میں جہاں عیاش بن ابی ربیعہ ﷺ کا تذکرہ کیا ہے ان کی سفارت کا تذکرہ بھی ساتھ ہی کرتا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دینا کوئی معمولی بات نہیں کہ اس کے بارے میں کتب تاریخ خاموش رہیں بلکہ جس صحابی نے بھی سفارت کے فرائض سرانجام دیے اسے اور اس کے کارنامے کو کتب تاریخ میں نمایاں جگہ ملی اور اکثر کتب میں حضرت مہاجر ﷺ کے تذکرے میں ہی ان کی حارث بن عبد کلال الحمیری کی طرف سفارت کا تذکرہ ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت مہاجر بن ابی امیہ جو کتب گرامی لے کر گئے اس کا مشن درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی الحارث ومسروح (الصواب شرحبیل) ونعیم بن عبد کلال:

سلم انتم ما آمنتم باللہ ورسولہ وان اللہ وحده لا شریک له بعث
موسیٰ بآیاته وخلق عیسیٰ بکلماتہ

قالت اليهود: عزیز ابن اللہ وقالت النصارى اللہ ثالث ثلاثة عیسیٰ ابن

اللہ - ۳



اللّٰه

رسول

محمد

”شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حارثؓ مسزوح (درست نام شرحیل) اور نعیم بن عبد

کمال کی طرف!

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی صورت میں تمہیں سلامتی حاصل ہوگی اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور عیسیٰ کو اپنے کلمات سے پیدا کیا۔

یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے۔ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔ حارث بن عبد کمال نے خط پڑھتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بھائیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی بہت سے یمنی باشندے مسلمان ہو گئے۔ یہ حضرت مہاجر یہ خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ کو اہل یمن کے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں وہ خط بھی پیش کر دیا جو حارث نے نبی کریم ﷺ کے نام لکھا تھا جس میں یہ شعر بھی درج تھا۔

و دینک دین الحق فیہ طہارۃ

وانت بما فیہ من الحق آمر۔ ۵

”آپ ﷺ کا دین دین حق ہے اور اس میں پاکیزگی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور آپ ﷺ حق کا حکم دینے والے ہیں۔“

اس اعتبار سے حضرت مہاجر ﷺ ایک کامیاب سفیر ثابت ہوئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے آپ ﷺ کو یمن کے دو مشہور و معروف صوبوں کندہ اور صدف کا عامل بنا کر بھیجا۔ اور آپ ﷺ نے یمن کی وفات تک اپنے فرائض اسی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے جس خوش اسلوبی سے آپ ﷺ نے یمن میں سفارت اور تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دیے۔

۹ ذوالکلاع اور ذومعمرو کی طرف

نبی کریم ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہ الحبلیؓ کو یمن کے سربراہ ذوالکلاع اور اس کے بھائی ذومعمرو کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے بھیجا۔ حضرت جریر بن عبد اللہ الحبلیؓ نے نبی کریم ﷺ کا کتب گرامی لے کر ذوالکلاع کے پاس پہنچے اور اس کی خدمت میں پیش کیا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ کتب تاریخ میں وہ خط مذکور نہیں ہے۔ جو نبی کریم ﷺ نے ذوالکلاع کے نام لکھا تھا۔ ذوالکلاع نے دعوتِ اسلام کو قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بھائی ذومعمرو اور بیوی ضریبہ بنت ابرہہ بھی مسلمان ہو گئے۔

ذوالکلاع نے اسلام قبول کرنے کے بعد ۴ ہزار غلاموں کو آزاد کر دیا۔ ۳ ذوالکلاع اپنی زندگی میں تونجی نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کر سکا لیکن اس نے اسلام قبول کرنے کی سعادت ضرور حاصل کر لی۔

اس طرح حضرت جریر بن عبد اللہ الحبلیؓ کی سفارت اس لحاظ سے نہایت رہی کہ آپ ﷺ جس سربراہ کے پاس اسلام کے سفیر بن کر گئے تھے اس نے آپ ﷺ کی سفارت سے متاثر ہو کر اور اسلام کی حقانیت کو دل و جان سے تسلیم کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اور بعد میں اسلام کے بہت سے معرکوں میں حصہ لیا اور آخر کار معرکہ صفین میں وفات پائی۔ ۵۔

۱۔ طبقات ابن سعد/۲۶۶/۲۔ طبقات ابن سعد/۲۶۶/۳۔ الاصابہ/۲۹۲/۳۹۳۔

۳۔ طبقات ابن سعد/۳۳۰/۳۔ الاصابہ/۲۹۲/۵۔

۱۵۔ نجاشی کو دعوتِ اسلام

حضرت جعفر طیار نجاشی کے دربار میں: نبی کریم ﷺ نے جب قریش مکہ کے مظالم سے تنگ مسلمانوں کو ہجرت کر کے حبشہ جانے کا حکم دیا تو جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے ان میں حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اور اس قافلے کے امیر تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر طیار کے ہاتھ شاہِ حبشہ نجاشی کے نام ایک خط بھی لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من: محمد رسول اللہ

الی: النجاشی الاصحم ملک الحبشة

سلم انت 'فانی احمد الیک اللہ الذی لاله الاھو' الملک 'القدوس'
 السلام 'المؤمن' 'المہیمن' 'واشهد ان عیسیٰ بن مریم روح اللہ وکلمتہ 'القاہا
 الی مریم البتول الطیبة الحصینة 'فحملت بعیسیٰ' فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ
 'کما خلق آدم ببیدہ ونفخہ. انی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ 'والموا الة
 لہ علی طاعتہ' وان تبعنی وتؤمن بالذی جاء نى 'فانی رسول اللہ. وقد بعثت
 الیک ابن عمی جعفراً' ونفراً معہ من المسلمین 'فاذا جاءک 'افقرہم' ودع
 التجبر 'فانی ادعوک وجنودک الی اللہ' فقد بلغت ونصحت 'فاقبلوا نصحی.
 والسلام علی من اتبع الهدی .

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ کی جانب سے اہم نجاشی شاہِ حبشہ کی جانب۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں پہلے
 اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ وہ اللہ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی بادشاہ ہے وہ پاک ہے وہ سراپا
 سلامتی ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق
 اور اس کا کلمہ ہیں۔ جو اس نے مریمؑ سے تولدِ طیبہ ظاہرہ اور پاک دامنہ کی طرف القا کیا۔ جس کی بنا پر
 عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا۔ جس طرح آدم کو

اپنے ہاتھ اور پھونک سے پیدا کیا۔ میں تمہیں اللہ وحدہ لا شریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں کہ تو میری پیروی کر اور اس شریعت پر ایمان لے آ جو مجھے دی گئی کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اپنے چچا کے بیٹے جعفر کو آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور اس کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی ہے۔ جب یہ آپ کے پاس پہنچ جائیں۔ تو ان کی مہمان نوازی کرنا ان پر کسی قسم کا ظلم و زیادتی نہ ہو۔ میں تجھے اور تیرے لشکر کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور نصیحت کر دی تم میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو ہر اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

اس خط میں حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ میں نے تمہارے پاس اپنے چچیرے بھائی جعفر ؓ کو بھیجا ہے۔ جن کے ہمراہ اور مسلمان بھی ہیں جب وہ تیرے پاس آئیں تو ان کی مہمانداری کر۔

اس فقرے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عبارت محرم ۷۱ھ ہجری کے مکتوب کی نہیں ہے جو عمرو بن امیہ ؓ نے لکھے بلکہ یہ خط وہ ہے جو حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نجاشی کے پاس لے کر گئے۔ کیونکہ حضرت جعفر ؓ کو ۷۱ھ ہجری میں حبشہ گئے ہوئے چند روزہ سال ہو چکے تھے۔ اس خط کو بعض مؤرخین حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں جبکہ بعض مؤرخین جن میں طبری بھی شامل ہیں اس کو عمرو بن امیہ ؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

نبی کریم ؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ کو باقاعدہ سفیر بنا کر تو نہ بھیجا لیکن انہوں نے نجاشی کے دربار میں قریش مکہ کی آند کے موقع پر جس طرح اسلام کا دفاع کیا اور نجاشی کو حقیقت حال اور اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا۔ اس طرح نجاشی کے دربار میں آپ ؐ نے اسی ذمے داری کو نبھایا جو ذمے داری ایک سفیر کی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب قریش مکہ کو پتہ چلا کہ نو آموزان اسلام حبشہ میں پراں زندگی بسر کر رہے ہیں تو انہوں نے عمرو بن العاص کو اپنا سفیر بنا کر حبشہ کی طرف روانہ کیا۔ عمرو بن العاص تجارت کے سلسلے میں اکثر و بیشتر حبشہ جایا کرتے تھے۔ قریش مکہ کی یہ خواہش تھی کہ حبشہ کا حکمران مسلمانوں کو دوبارہ ان کے سپرد کر دے۔ عمرو بن العاص ؓ نے نجاشی سے مل کر یہ مطالبہ کیا آپ کے ملک میں جو یہ لوگ آ کر نئے آباد ہوئے ہیں آپ انہیں میرے ساتھ لے کر بھیج دیں تاکہ آپ ان کے فتنے سے بچ جائیں۔

نجاشی نے ان کی بات سن کر صاف لفظوں میں کہا کہ میں ان کی بات سننے بغیر ان کو یہاں سے نکل جانے کا حکم نہیں دوں گا۔ میں کسی پر ظلم اور زیادتی کو پسند نہیں کرتا۔ لہذا اس نے مہاجرین کی طرف پیغام بھیجا جس کی بنا پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نجاشی کے دربار میں آئے اور بڑے ہی ادباً اور اثر انگیز اسلوب میں اپنا موقف پیش کر دیا۔ اس سے نجاشی بہت متاثر ہوا اور اس نے دو ٹوک انداز میں جواب دیا کہ آپ جاسکتے ہیں۔ یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ ان کو ہر طرح کی سہولت یہاں میسر رہے گی۔ یہ جب تک یہاں رہنا چاہیں رہ سکتے۔ ہیں یہ آج سے سرکاری مہمان کی حیثیت سے میرے ملک میں رہائش پذیر ہوں گے۔

چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سفارت کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیے اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ سفیر بنا کر تو نہ بھیجا لیکن انہوں نے اپنے اوپر عائد ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اسلام کا دفاع کیا یہ آپ رضی اللہ عنہ کا فرض تھا اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے قافلے کے امیر مقرر تھے۔ ۶ ہجری میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف دوسرا سفیر بنا کر بھیجا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک اوپر مذکورہ خط حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے اسکے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف ان کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب جو اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت اختیار کر کے حبشہ آئی تھیں اس کا خاوند حبشہ ہی میں وفات پا چکا ہے اس کا نکاح میرے ساتھ کر کے اسے مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ حبشہ روانہ کر دیں۔

نجاشی نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جو مہاجرین حبشہ میں سے ان کے قریبی رشتہ دار تھے، کو مکمل مقرر کیا۔ اور ام حبیبہ کا نکاح نبی کریم رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھا دیا۔ اور نجاشی نے ہی نبی کریم رضی اللہ عنہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ۴ سو دینار بطور مہر ام حبیبہ کو ادا کیا۔

نبی کریم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نجاشی کا جواب: نجاشی نے نبی کریم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خطوط بھی بھیجے جو محفوظ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الی: محمد رسول اللہ

من: النجاشی الاصحم بن ابجر

سلام علیک یا نبی اللہ ورحمة اللہ وبرکاته!

من اللہ الذی لا الہ الا هو الذی ہدانی الی الاسلام.

اما بعد! فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسیٰ فو ربّ السماء والارض ان عیسیٰ ما یزید علی ما ذکرت ثفروقاً انه کما قلت وقد عرفنا ما بعثت به الینا وقد قرینا ابن عمک واصحابه فاشهد بانک رسول اللہ صادقاً مصداقاً. وقد بايعتک وبايعت ابن عمک واصحابه واسلمت علی یدیه للہ رب العالمین وقد بعثت الیک بابنی ارہا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الانفسی وان شئت آتیک فقلت یا رسول اللہ فانی اشهد ان ماتقوله حق.

والسلام علیک یا رسول اللہ. ۴

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی احمد بن بجر کی طرف سے ا

اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر اللہ کی سلامتی ہو رحمت اور برکتیں ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔ بعد ازاں مجھے آپ ﷺ کا فرمان پہنچا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم وہ اس سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی آپ ﷺ نے تحریر فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ہماری جانب جو ارسال فرمایا ہے۔ ہم نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ آپ کا چچا زاد بھائی اور اس کے ساتھی ہمارے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور راست بازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کا اقرار کرتا ہوں۔ میں نے اپنے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور ﷺ کی بیعت اور اللہ کی فرما

نبرداری کا اقرار کر لیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اپنے فرزند (ارہا بن احم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں۔ اور دوسرے کی ذمہ داری لینے سے قاصر ہوں اگر آپ کی یہ مرضی ہوگی کہ حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلامتی ہو۔

یہ خط نبی کریم ﷺ کے پاس کون لے کر گیا اس کے بارے میں تاریخ سے واضح پتہ نہیں چلتا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ۶۰ مہاجروں کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ لیکن جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور یہ سفارت ہلاک ہو گئی۔ ۵۔

ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب ”مجموعۃ الوثائق لسیاسیہ“ میں نجاشی کا نبی کریم ﷺ کے نام ایک اور خط مذکور ہے۔ جو اس نے مسلمانوں کو اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حبشہ سے مدینہ بھیجتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اس خط کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی: محمد صلی اللہ علیہ وسلم

من: النجاشی اصحم

سلام علیک یا رسول اللہ من اللہ ورحمته وبرکاته

اما بعد افانی قدز وجتک امراة من قومک وعلی دینک وھی السیدة
ام حبیبہ بنت ابی سفیان واهدیتک ہدیة جامعة قمیصاً و سراویل و عطافاً
و خفین ساذجین -

والسلام علیک ورحمة اللہ وبرکاته۔ ۱۔

”شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔“

محمد ﷺ کی طرف نجاشی احم بن بجر کی جانب سے!

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ اس کی رحمت اور اس کی برکات ہوں۔ بعد ازاں! میں نے آپ ﷺ کے خاندان اور آپ ﷺ کے دین پر قائم مسلمان

سیدہ بی بی ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا ہے۔ اور آپ کی خدمت میں ایک تیس ایک پاجامہ ایک چادر اور چڑے کے موزوں کی جوڑی کا نذرانہ پیش کر رہا ہوں۔
(والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ دونوں نے نجاشی کے دربار میں سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ نبی کریم ﷺ نے جو خط نجاشی کو دعوتِ اسلام کے سلسلے میں بھیجا اس بارے میں بعض روایات میں اس خط کے نلے جانے کا تذکرہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بھی اس خط کی نسبت حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہی کی ہے۔

خط بنام نجاشی کی دستیابی : ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا کہنا ہے کہ نجاشی شاہِ حبش کے نام نبی کریم ﷺ کا جو خط ۲ ہجری میں ارسال کیا تھا وہ دستیاب ہو گیا ہے۔ جسے متعدد اخبارات نے شائع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”مجلۃ عثمانیہ جلد (۹) شماره (۳-۴) ۱۳۵۵ھ ۱۹۲۶ء میں مضمون ”مکتوبات نبوی کے دو اصول“ کے آخر میں ایک اخباری اطلاع کا ذکر کیا گیا تھا کہ موجودہ نجاشی حبشہ نے مکتوب نبوی ﷺ کی جو اپنے زمانے کے نجاشی کے نام آیا تھا لوگوں کو زیارت کرائی۔ مگر کوئی تفصیلی اطلاع نہیں ملی۔ اس کے بعد سے بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے۔ نجاشی کولنڈن میں جا کر پناہ گزین ہونا پڑا اور حبشہ پر اطالوی قبضہ ہو گیا۔ پھر موجودہ جنگ چھڑی۔ اب خوش قسمتی سے اس اہم مبارک دستاویز کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں جو باعثِ دلچسپی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مزید لکھتے ہیں:

۱۱ مئی ۱۹۳۹ء کو میں نے آکسفورڈ میں عربی کتبائے مدینہ پر ایک پیکر دیا۔ اور ان کتبائے کے خط کا مقابلہ سابق میں دستیاب شدہ مکتوب نبوی ﷺ سے کیا۔ اس کے بعد وہیں پروفیسر مارگولیوٹ نے بیان کیا کہ ایک مکتوب نبوی جو نجاشی کے نام بھیجا گیا تھا وہ دستیاب ہو گیا ہے۔ اور اس کاٹ لینڈ کے ایک شخص کے پاس ہے۔ جلے کے بعد میں نے پروفیسر مارگولیوٹ کے توسط سے اس شخص کو ایک خط بھیجا۔ کئی ماہ بعد مجھے اس کا جواب حیدرآباد میں ملا۔ خط بھیجنے والے مسٹر ڈنلوپ کا قیام اس وقت شام میں تھا۔ جواب میں مکتوب نبوی کی ایک نقل جو ہاتھ سے کی گئی تھی منسلک تھی اور وعدہ تھا کہ اس کاٹ لینڈ واپسی پر مجھے تو لوبھی بھیج دیا جائے گا۔ نیز یہ کہ اس

پرایک مضمون لندن کے رسالہ ”جے آر اے۔ ایس۔ میں چھپے گا۔ اتنے میں جنگ شروع ہوگی اور میں حیدرآباد میں مصروف ہو گیا۔ اوریہ مضمون جنوری ۱۹۴۰ء میں اس رسالہ میں ص (۵۴-۶۰) پر چھپا اور کافی دنوں بعد ہندوستان پہنچا۔ اور مکتوب گرامی کے فوٹو کا بلاک بھی وہیں شائع ہوا۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے:

”یہ خط ایک جھلی پر لکھا ہوا ہے جو کوئی نوانچ چوڑی اور ساڑھے تیرہ انچ لمبی ہے حروف مدور ہیں۔ (یعنی گول ہیں) اور بڑے ہونے کے باعث پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ سیاہی جو استعمال کی گئی ہے وہ خاک ہے۔ اس خط کا مضمون سترہ سطروں میں ہے۔ جس کے آخر میں ایک گول مہر کا نشان ہے۔ جس کا قطر ایک انچ کا ہے۔ کے

II سفارت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قریش مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ ذی قعدہ ۶ ہجری بمطابق ۶۲۸ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کا قصد کیا۔ اپنی عدم موجودگی میں نبیلہ بنت عبد اللہ لیش کو مدینہ میں نائب بنا کر گئے اور مسلمانوں کی کثیر تعداد حفاظت کی غرض سے وہیں رہنے دی۔ اس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے ارادے سے نہیں گئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض زیارت کعبہ ہی تھا۔ آپ نے ذوالحلیفہ سے ہی احرام باندھ لئے اور قربانی کے سزاؤں ساتھ لئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ جنگ کا نہ تھا اس لیے صرف اتنے ہتھیار ساتھ لیے جتنے ایک مسافر کو سفر میں اپنی حفاظت کے لیے ساتھ رکھنے ضروری ہوتے ہیں اور وہ بھی نیام میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس ہسرن سفیان رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور خالد بن ولید مقدمہ انیش کے طور پر ۲ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقام عمیم تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اطلاع ملتے ہی وہ راستہ چھوڑ دیا۔ اور دوسرے راستے سے حدیبیہ پہنچ گئے۔

حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن ابی امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ خبردار کر دیں کہ ہم کسی ہنگامہ کے لیے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ ادا کرنے اور بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اہل مکہ نے ان کے اونٹ کو مار ڈالا۔ اور ان کو بھی مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ مگر حائش کی مداخلت پر وہ ایسا نہ کر سکے اور نا کام واپس آ گئے۔

آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا نقطہ نظر واضح کرنے کے لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ میرے متعلق قریش کا غصہ اور ناراضگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے۔ اور مکہ میں میرے خاندان کا کوئی آدمی بھی موجود نہیں ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں جو اس کام کے لیے نہایت موزوں ہیں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے سفیر کے طور پر ایوسفیان اور دوسرے رؤسائے مکہ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں اس بات کا یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں کسی جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔ دوسرے ان کمزور مسلمانوں کو بھی خوشخبری سنا دیں جو اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام کا اقرار نہیں کر سکتے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اہل اسلام اور اسلام کو فتح و کامرانی عطا کرے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور رؤسائے مکہ کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا اور کمزور مسلمانوں کو خوشخبری سنائی۔ مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عزیز ابان بن سعید نے آپ ﷺ کو طواف کرنے کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے نبی کریم ﷺ سے پہلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

قریش مکہ نے حضرت عثمان پر نگرانی سخت کر دی۔ کہ وہ واپس نہ جانے پائیں۔ جب کئی روز گزر گئے تو اس دوران لشکر اسلام میں بعض حضرات آپس میں یہ کہنے لگے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نہایت امن و سکون سے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا: ”عثمان اگر ایک عرصے تک بھی وہاں رہیں تو وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک میں پہلے طواف نہ کر لوں“

نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اتنے روز تک رکے رہنے کی وجہ سے کچھ تردد ہوا۔ وہ مکہ میں ہی تھے کہ ایک دن اچانک خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان مکہ میں ہی شہید کر دیے گئے ہیں یہ خبر معمولی نہ تھی جو برداشت کر لی جاتی۔ رسول ﷺ پر اس کا بہت اثر ہوا۔ آپ ﷺ نے فوراً جماعت کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اب ہم فیصلہ کن جنگ کے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ”عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔ یہ کہہ کر نبی کریم ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جانثاری کی بیعت لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے ابوسان اسدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جان اس لیے بے حد قیمتی ہو گئی تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق امر واقعہ یہ تھا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کی تفویض کردہ خدمت پر گئے ہیں۔ نبی

کریم ﷺ نے حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت لی تھی۔ وہ یوں کہ اپنے بائیں ہاتھ کو عثمان کا دایاں ہاتھ قرار دیا۔ اسی موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾
 قریش مکہ کو جب صحابہ کرام ﷺ کی اس بیعت کا علم ہوا تو وہ نہایت خوفزدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ چنانچہ وہ صلح کے لیے آمادہ ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو مصالحت کا پیغام بھیجا۔

الغرض حضرت عثمان ﷺ نے اس مشکل اور نازک موقع پر قریش مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دیے اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں مکہ کی طرف بلا خوف و خطر روانہ ہو گئے۔ اور مکہ میں مشکل حالات میں بھی ثابت قدم رہے اور اس مشکل موقع پر بھی آپ ﷺ نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں کوئی کمی نہ آنے دی جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے استطاعت کے باوجود نبی کریم ﷺ سے پہلے کعبہ کا طواف کرنے سے انکار کر دیا۔



باب نمبر ۵

سفرِ اہلِ الرسول ﷺ کی خصوصیات

- کمالِ اسلام ❁
- اطاعتِ رسول ❁
- فصاحت و بلاغت ❁
- علم ❁
- حسنِ اخلاق ❁
- صبر و تحمل ❁
- شجاعت ❁
- حکمت و دانائی ❁
- منصوبہ سازی ❁
- شخصی وجاہت ❁



سفراء الرسول ﷺ کی خصوصیات

ایک سفیر جب اپنے ملک سے دوسرے ملک کی طرف پیغام لے کر جاتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے ملک کا بلکہ پوری قوم کا نمائندہ ہوتا ہے اور اس کے طرز عمل اور طریق سفارت پر نہ صرف اس کے اپنے ملک و قوم کی عزت کا بلکہ دونوں ممالک کے تعلقات کا بھی انحصار ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ایک سفیر کی ذمہ داری نہایت نازک ہوتی ہے۔

چنانچہ جب یہ بات طے ہے کہ ایک سفیر کی ذرا سی لغزش دو ممالک کے تعلقات میں بگاڑ کا باعث بن سکتی ہے تو اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حاکم وقت کو چاہیے کہ اپنے ملک کی طرف سے سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کرے جو اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہو، فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہو تاکہ جب بھی اسے اپنے ملک کا دفاع کرنا پڑے تو اس کے لہجے میں کوئی گھبراہٹ و ہچکچاہٹ اور کسی خوف کا شائبہ تک نہ ہو۔ علم کے زیور سے آراستہ ہو۔ صبر و تحمل، حکمت و دانائی اور بہادری جیسے اوصاف اس میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی ظاہری شخصیت بھی متاثر کن ہو کیونکہ دیکھنے والے پر پہلا اثر شخصیت کا پڑتا ہے۔

آقائے دو جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے وسیع تر دعوتی مشن کے سلسلہ میں اپنے جاں نثار صحابہ میں سے جن کو سفیر کے طور پر منتخب کیا وہ مذکورہ بالا تمام خوبیوں کے حامل تھے۔ اور یہ تمام اوصاف ان میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ وہ اسلام میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں درج ذیل خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

کمالِ اسلام

اسلامی سلطنت کے سفیر کا مسلمان، پختہ یقین، مؤمن اور داعیانہ جذبے سے سرشار ہونا ضروری ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود داعیِ اول تھے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَإِنَّا لَوَدَّعَيْنَا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرًّا جَا مُنِيرًا﴾ ۱

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے گواہ، خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا اور خدا کی طرف راستہ کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔“
قرآن میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِي سَمَاءٍ مِّن مَّاءٍ لَّيْلًا نُّزُلًا فَتُوحي إِلَيْكُم بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِي سَمَاءٍ مِّن مَّاءٍ لَّيْلًا نُّزُلًا فَتُوحي إِلَيْكُم بِالْحَقِّ﴾ ۲
”اور آپ (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی طرف بلائے جائیں بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔“

﴿قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ

مآب﴾ ۳

”کہہ دو مجھے تو یہ حکم دیا گیا کہ میں خدا ہی کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤں۔ میں (سب کو) اسی کی طرف بلاتا ہوں اور ہر شخص کو پھر کر اسی کی طرف جانا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ الی اللہ کا فریضہ زندگی بھر سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دعوتِ الی اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک فریضہ رہا ہے اور ان تمام انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو ایک اللہ پر ایمان لانے اور خالص اسی کی عبادت کرنے کی طرف دعوت دی۔ یہ صرف انبیاء کا فریضہ نہیں بلکہ امتِ اسلامیہ کے افراد بھی دعوتِ الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینے کے پابند ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ﴾ ۴

۱- القرآن الحکیم (الاحزاب) ۳۳: ۲۶

۲- القرآن الحکیم (الحج) ۲۲: ۶۷

۳- القرآن الحکیم (آل عمران) ۱۱۰: ۳

۴- القرآن الحکیم (الحدود) ۱۳: ۳۶

”تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔“

ہر مسلمان مرد اور عورت پر ان آیات کی روشنی میں دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ صرف علما کا فریضہ نہیں بلکہ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت اس کا مکلف ہے۔ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے۔ داعی بصیرت اور علم یقین سے آراستہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا آتَانَا مِنَ الْمُنْشَرِكِينَ﴾ ۵

”آپ کہہ دیجئے کہ میرا طریق یہی ہے میں اللہ کی طرف بلا تا ہوں، دلیل پر قائم ہوں، میں (بھی) اور میرے پیروکار بھی اور پاک ہے اللہ کی ذات اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کے تمام پیروکاروں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو بصیرت اور علم یقین کی روشنی میں اللہ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دیں۔ بصیرت، علم یقین اور ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔ اگر کوئی اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے گویا وہ ایمان کے تقاضوں سے منحرف ہونے کا مرتکب ہو رہا ہے۔ یہ کام ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے:

﴿فليبلغ العلم الشاهد الغائب﴾ ۶ ”ہر حاضر غیر حاضر تک علم کو پہنچا دے۔“

دعوت الی اللہ کا کام کبھی انفرادی صورت میں اور کبھی اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ۷

”اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف دعوت دے اور بھلائی کا حکم دے اور بدی سے روکے اور پورے کامیاب یہی تو ہیں۔“

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دعوتِ الی اللہ کا کام ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ظاہر ہے یہ فریضہ امت کا ہر فرد اپنی استطاعت کے مطابق انجام دے گا۔ قدرت سے یہاں مراد علم اور اختیار ہے۔ جس کو جتنا علم ہوگا جتنے اس کے اختیارات ہوں گے اس کے مطابق وہ دعوت کا فریضہ سرانجام دے گا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ سب مسلمان داعیِ الی اللہ ہیں تو نبی کریم ﷺ کے سفراء تو بدرجہ اولیٰ دعوت کے میدان میں ممتاز اور نمایاں ہونے چاہئیں۔ چونکہ سفراء کو یہ فریضہ عوام کے بجائے بادشاہوں کے دربار میں ان کے روبرو سرانجام دینا ہوتا ہے لہذا جتنے پختہ وہ مسلمان اور مومن ہوں گے اتنی ہی کامیابی کے ساتھ وہ سفارت کے فرائض سرانجام دیں گے۔ اس لیے سفیر کے ایمان کامل اور اسلام کو سفارت کی کامیابی کے لیے بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔

اسلامی سلطنت کا سفیر اگر مضبوط ایمان سے آراستہ نہیں ہوگا تو وہ آزمائش کی گھڑیوں میں سلطنت کی صحیح نمائندگی نہیں کر سکے گا۔ اس لیے اسلامی سلطنت کے سفیر کا اسلامی رنگ میں رنگا ہونا ضروری ہے۔

۲ اطاعتِ رسول اللہ ﷺ

اللہ کے احکامات انسان تک پہنچانے کا ذریعہ اللہ کا رسول ہے۔ وہی اس کی طرف سے اس کے احکامات و ہدایات کو انسانوں تک پہنچاتا ہے اور وہی اپنے قول اور عمل سے ان احکامات و ہدایات کی تشریح کرتا ہے۔ اور اس بنا پر اس کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ کا ہی یہ حکم ہے کہ اس کے رسول کے امر و نہی اور اس کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کر لیا جائے اور دل میں بھی ان پر ناگواری پیدا نہ ہو ورنہ انسان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ ۸

”ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

قرآن میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ ۹

”جس نے رسول کی اطاعت کی دراصل اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

رسول اللہ کی بات سے اختلاف کرنے والوں اور اس کی اطاعت نہ کرنے والوں کو اس انداز میں وعید کی گئی ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَ نُضَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَ ثَلَمَّ مَصِيرًا﴾ ۱۰

”اور جو کوئی رسول سے اختلاف کرے جبکہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی ہو اور ایمان لانے والوں کی روش کو چھوڑ کر دوسری راہ چلے اسے ہم اسی طرف پھردیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا اور اس کو ہم جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اطاعت کا جس قدر حکم دیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے

بھی ہوتا ہے:

۸۔ القرآن العظیم (النساء) ۶۳، ۴۔ ۹۔ القرآن العظیم (النساء) ۸۰، ۱۰۔ ۱۰۔ القرآن العظیم (النساء) ۱۱۵، ۴

﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ ۱۱

چنانچہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم قانون کی رونے سے وہ بالاتر قانون ہے جس کے مقابلہ میں اہل ایمان صرف اطاعت ہی کا رویہ اختیار کر سکتے ہیں۔ جن معاملات میں اللہ اور رسول ﷺ فیصلہ دے چکے ہیں ان میں کوئی مسلمان خود آ زادانہ فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اور اس فیصلے سے انحراف ایمان کی ضد ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ ۱۲

”کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو اپنے اسی معاملہ میں ان کے لیے کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔“

اطاعتِ رسول کی بارے میں صرف قرآن میں ہی ارشاد نہیں ہوا بلکہ بہت سی احادیث میں بھی اطاعتِ رسول کو ایمان کا لازمی جز قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿مَنْ اطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ ابَى﴾ ۱۳

”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی

اس نے انکار کیا۔“

ایک اور جگہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ اطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى

مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ﴾ ۱۴

”جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

۱۱۔ القرآن الحکیم (المشر) ۵۹: ۱۲۔ القرآن الحکیم (الاحزاب) ۳۶: ۳۳

۱۳۔ محمد بن اسماعیل الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقدا، مسن رسول اللہ ۱۳۹/۴

۱۴۔ الجامع الصحیح للبخاری ۱۳۰/۴

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿لَا إِذَا نَهَيْتَكُمْ عَنْ شَيْءٍ لَّمَّا جِئْتُمُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتَكُمْ بِأَمْرٍ فَاتُوا مَعَهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ۱۵۔

”جس کام سے تم کو منع کروں تو اس سے بچے رہو اور جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسکو بجالاؤ۔“

چنانچہ جب اطاعتِ رسول کا یہ معیار ہے اور قرآن اور احادیث میں اس قدر تاکید پائی جاتی ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کا نام دیا گیا ہے تو ہر مسلمان رسول ﷺ کی اطاعت کا مکلف ہے اور نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ اطاعتِ رسول کے اس معیار پر ہر طرح سے پورے اترتے تھے اور انہی صحابہ کرام ﷺ میں سے نبی کریم ﷺ نے اپنے سفیر منتخب کئے تھے۔ جو ہر لحاظ سے اطاعتِ رسول ﷺ کے اس معیار پر پورے اترتے تھے جو اللہ نے قائم کیا تھا۔ وہ جذبہ اطاعت و فرمانبرداری ہی تھا جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے ایک حکم پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو لے کر اپنا گھرا اور وطن چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ۱۶۔

غزوہ موتہ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا علم حضرت زید بن حارثہ کو عطا کر کے فرمایا:

﴿إِن قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَإِن قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ﴾ ۱۷۔

”اگر زید شہید ہوں تو جعفر اور اگر جعفر بھی شہید ہوں تو عبد اللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہوں گے۔“

چونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ شرفِ امارت ان ہی کو حاصل ہوگا اس لیے انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کی:

”یا رسول اللہ! امیرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ زید کو مجھ پر سردار بنائیں گے؟“ ۱۸۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جانے دو تم نہیں جان سکتے کہ بہتری کس میں ہے۔

۱۵۔ الجاح الصحیح للبخاری ۱۳۲/۳ ۱۶۔ طقات ابن سعد ۳۲/۲

۱۷۔ طقات ابن سعد ۳۸/۲ ۱۸۔ محمد احمد ہاشمی غزوہ موتہ ص ۳۳۲۔

چنانچہ آپ ﷺ کا حکم سکر حضرت جعفر نے دوبارہ اس بات کا تذکرہ نہ کیا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اس جنگ میں اپنا کردار ادا کیا۔ یہ اطاعت کا ہی جذبہ تھا کہ جس کی بدولت آپ رضی اللہ عنہا خواہش کے باوجود حضرت زید بن حارثہ کی سربراہی میں میدان جنگ کی طرف چل پڑے۔ ۱۹۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کو ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے حضرت خبیب بن عدی کا جسد خاکی سولی سے اتار لانے کا حکم دیا جنہیں مشرکین مکہ نے ظلم سے شہید کر دیا تھا تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سن کر فوراً اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ۲۰۔ حضرت عثمان بن عفان کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کی طرف سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے بھیجا تو آپ ﷺ قریش مکہ کی طرف سے اپنی جان کے خطرہ کے باوجود مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کا حکم پورا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ اور اس کے لیے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ ۲۱۔

غزوہ بدر کے موقع پر جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا علیٰ علیہا تھیں تو وہ حکم نبی کریم ﷺ کی بجا آوری کا ہی جذبہ تھا کہ آپ غزوہ میں شرکت کی خواہش کے باوجود حضرت رقیہ کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں ہی رک گئے۔ ۲۲۔ حضرت شجاع بن وہب الاسدی ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ تھے۔ آپ ﷺ ہر وقت نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری کے لیے تیار رہتے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو آپ حکم نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے دوسری ہجرت حبشہ میں مہاجرین کے قافلے میں شریک ہوئے۔ ۲۳۔

الغرض نبی کریم ﷺ کے تمام سفراء آپ کے اطاعت گزار تھے اور ان کے دل میں اطاعت کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ تمام سفراء نبی کریم ﷺ کے ایک حکم پر آپ کا خط اور پیغام لے کر دوسرے نمائندگی کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے کی صعوبتیں برداشت کیں اور ہر طرح کے خوف سے بالاتر ہو کر ہر سفیر صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جو اس کے ذمہ تھا۔ کیونکہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف ان کو گوارا نہ تھا۔

۱۹۔ محمد احمد با شمل غزوہ موتہ ص ۳۳۳ ۲۰۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۳۹

۲۱۔ عبدالوہاب الخطباء الراشدون ص ۲۶۹

۲۲۔ حسن ابراہیم حسن تاریخ اسلام دار الجیل بیروت ۱۹۹۱ ص ۲۰۶ ۲۳۔ اسد الغابۃ ۲/۳۸۶

۳ فصاحت و بلاغت

جزیرہ نمائے عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب فصیح البیان تھے۔ اس لیے عجیبوں کے ساتھ ان کا میل جول بہت کم تھا۔ اس طرح انہوں نے عربی زبان کو محفوظ رکھا۔ صاحب حیثیت عرب اپنے بچوں کو دیہاتی علاقوں میں اس لیے بھیج دیا کرتے تھے تاکہ فصیح عربی زبان سے آشاہوں کہ جس میں دیگر کسی زبان کا شائبہ تک نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کے تمام سفیر فصاحت و بلاغت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان میں سے پانچ تو قریشی تھے۔ ان میں سے حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ، حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی القرشی ؓ، حضرت سلیط بن عمرو العامری القرشی ؓ اور حضرت مہاجر بن ابی امیہ الخزومی قرشی ؓ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ، حضرت شجاع بن وہب الاسدی ؓ اور حضرت علاء بن الحضرمی ؓ قریش کے حلیف تھے اور ان کی پرورش مکہ معظمہ میں خاندان قریش میں ہی ہوئی اور قبیلہ قریش فصاحت و بلاغت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا تھا۔

ایک اور سفیر رسول حضرت عمرو بن امیہ الحضرمی ؓ بنو ممرہ قبیلے کے چشم و چراغ تھے جو کہ مقام بدر کے قریب رہائش پذیر تھا اور ان کا کثرت سے مکہ آنا جانا تھا اور بنو ممرہ فصاحت کے اعتبار سے معروف قبائل میں سے تھا۔ اسی طرح حضرت وحیہ بن خلیفہ الکلسی ؓ قبیلہ بنو قضاعہ میں سے تھے جو فصاحت کے میدان میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ حضرت جریر بن عبداللہ الجلیلی اور حضرت حارث بن عبیر الازدی دونوں یمنی تھے اور یمنی لوگ بھی بہت فصیح اللسان ہوتے تھے۔

چنانچہ اس فصاحت و بلاغت میں ممتاز عربی معاشرے سے نبی کریم ﷺ نے جن صحابہ کو منتخب کیا وہ تمام لوگوں میں زیادہ ممتاز اور فصیح اللسان تھے۔ اس لیے انہیں سفارت کا مشن سونپا گیا۔ نبی کریم ﷺ کے سفر کے ذمے جو فریضہ سونپا گیا تھا اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس مہم پر جان بولا زبان اور کلام پر پوری دسترس رکھتا ہو۔ گفتگو کا سلیقہ، برجستہ جواب دینا اور دوران گفتگو سچے سچے الفاظ ادا کرنے کی صلاحیت اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہو۔

جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ نے مقوس کے دربار میں اس کے سوالوں

کے برجستہ جواب دے کر اسے حیران کر دیا۔ جب اس نے نبی کریم ﷺ کا خط مبارک پڑھ کر کہا کہ ”اگر وہ واقعی نبی ہیں تو وہ میرے خلاف دعا کرتے اور مجھ پر غالب آجاتے ایسا کرنے سے انہیں کس چیز نے روکا؟“

اس پر حضرت جالب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

”یہ کام صلی بن مریم نے اپنے مخالفین کے خلاف کیوں نہیں کیا؟“

مقتوس آپ کا یہ حکیمانہ جواب سن کر حیران رہ گیا اور کہا:

﴿احسبک، انت حکیم، حنت من حکیم﴾ ۲۴

”بہت خوب، تم بہت دانا ہو اور دانا انسان کی طرف سے میرے پاس آئے ہوں۔“

اسی طرح جب حضرت جعفر طیار نجاشی کے دربار میں گئے اور مشرکین مکہ کے سفیر عمرو بن العاص کا سامنا ہوا تو حضرت جعفر نے ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس انداز میں گفتگو کی کہ دربار میں سننے والے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ سفیر رسول ﷺ حضرت عمرو بن العاص بھی بہت فصیح البیان تھے۔ آپ ﷺ نے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے دربار خلافت میں سمندر کے پارے میں رپورٹ پیش کی اور اس میں ایسا فصیحانہ انداز اختیار کیا گیا جو آپ ﷺ کی ذہانت پر دلالت کرتا ہے۔ کہتے ہیں:

﴿وانی رايت خلقاً کبیراً یرو کبا خلقاً صغیراً، یزداد فیما یلقین قلة، و

الشک کثرة هم فیہ کدود علی عود، ان مال غرق، و ان نجابوق﴾ ۲۵

”میں بڑی مخلوق دیکھی ہے جس پر چھوٹی چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ اگر وہ رک جائے تو دلوں کو پھاڑ دے اگر حرکت میں آئے تو عقلیں دنگ رہ جائیں۔ اس پہ یقین کم آتا ہے۔ اور شکوک و شبہات زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ لوگوں کے حوالے سے یوں سمجھئے کہ جیسے کڑی پر کپڑے ہوں اگر وہ کسی طرف مائل ہو تو غرق ہو جائے اور اگر وہ صحیح سالم کنارے لگے تو چاندی ہو جائے۔“ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص کے اس بیان سے ان کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

۲۴۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱۵۱

۲۵۔ الکامل فی تاریخ ۳/۹۵۔ ابن عبد ربہ ابی عمر احمد بن محمد المعتمد القرظی ۱/۸۹، مطبع الجنتہ الدلیف والترجمہ

والنشر۔ القاہرہ ۱۹۶۷ء

سیر رسول اللہ ﷺ حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی ﷺ بھی ایک بہت بڑے شاعر، خطیب اور گفتگو کا سلیقہ رکھنے والے انسان تھے۔ آپ ﷺ ایک دفعہ عراق کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کے پاس سے امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کے پاس آئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

﴿کیف ترکت سعداً فی ولایتہ؟﴾

”تم سعد کو اس کے حکومتی معاملات میں کیسا چھوڑ کر آئے۔“

تو آپ ﷺ نے جواب دیا۔

﴿ترکتہ اکرم الناس مقدرۃ، و احسنہم مقلدۃ، ہو کالام البرۃ، یجمع

لہا کما تجمیع الذرۃ، مع انہ میمون الاثر، مرزوق الظفر، اشد الناس عند

الباس، و احب قریش الی الناس﴾ ۲۶

”میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ اختیارات کے اعتبار سے تمام لوگوں میں

معزز اور مخدرت کے اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والے ہیں ان کی مثال

اس نیک انسان کی سی ہے جو چھوٹی کی طرح غلج کرتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑے ہی کامیاب انداز میں زندگی بسر کرتا ہے۔ لڑائی کے وقت

تمام لوگوں سے زیادہ مضبوط اور لوگوں میں تمام قریشیوں سے زیادہ محبوب اور منظور نظر

ہے۔“ الغرض سزاوار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عرب معاشرے میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے

بلند مقام پر فائز تھے۔

علم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے معلم اول تھے۔ آپ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم اور دینی مسائل میں تفسیر کی تربیت دیتے اور زندگی کے روزمرہ مسائل کو بڑے ہی تفصیلی انداز میں سکھاتے۔

اسلام لانے سے پہلے لوگوں میں لکھنے پڑھنے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی تھی لیکن اسلام نے علم پر بہت زور دیا۔ قرآن کریم اور سنت نبویہ اس بات پر شاہد ہیں کہ عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم کے نعمت سے مالا مال ہو کر نہایت بلند مقام پر فائز ہوئے۔ قرآن میں بھی ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہو سکتے ہیں؟“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر علم حاصل کرنے کے لیے جس طرح زور دیا۔ اس کے نتیجے میں تموڑے ہی عرصے میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد میں بڑی تیزی کی ساتھ اضافہ ہوا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کو سفیر بنا کر بادشاہوں کی طرف بھیجا وہ سب کے سب عالم و فاضل تھے۔ جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سرزمین حبشہ کی طرف بھیجا اور انہوں نے نجاشی کے سامنے جس انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی اور اسلام کا دفاع کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم و فضل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

نجاشی ان کا عالمانہ خطاب سن کر رو پڑا اور اس نے برملا یہ اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں وہ بالکل برحق ہے۔ سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ بھی عالم و فاضل صحابہ کرام میں تھے۔ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی 20 احادیث مروی ہیں۔ ۲۸ ان کے علاوہ سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے عالم و دین تھے۔ آپ بہت بڑے فقیہ اور مجتہد تھے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور اس کے بعد بھی بہت سے مواقع پر اجتہاد کیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فقیر ہونے اور آپ کی ذہانت و فطانت پر یہ واقعہ دلالت کرتا ہے:

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی ایک جھگڑالے کر آئے۔ آپ نے حضرت عمرو بن العاص سے کہا کہ تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دو۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ دینے میں آپ کا زیادہ حق ہے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ یہ درست ہے لیکن میں تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر میں ان دونوں کے درمیان فیصلہ کروں گا تو مجھے کیا ملے گا آپ نے فرمایا "اگر تو درست فیصلہ کر دے تو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر اجساد کیا اور غلط کار کا رکاب کر بیٹھے تو پھر بھی تجھے ایک نیکی ضرور ملے گی۔ ۲۹

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی علمی ذہانت و فطانت کا اعتراف کیا۔ سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہیں قرأت اور کتابت پر عبور حاصل ہے۔ ۳۰ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے محدث، عالم اور فقیر تھے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ سفراء عالم، فاضل صحابہ کرام میں سے تھے۔ علم و عمل کے پیکر تھے۔ اسی لیے ان کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور میدانِ سفارت میں انہوں نے بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیے۔

۵ حسن اخلاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سزراء اخلاق عالیہ سے آراستہ تھے۔ حسن اخلاق کی وہ تمام خوبیاں جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں اور جن کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور تعلیمات میں ملتا ہے۔ وہ سب کی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پائی جاتی تھیں اور سزراء نبوی ان قدسی نفوس صحابہ کرام میں سے تھے۔

صداقت، حسن اخلاق کی اولین علامت ہے۔ قرآن میں اس کا تذکرہ بہت سی آیات میں کیا گیا ہے۔ اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم سچ بات کہنے والوں کا ساتھ دو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ ۳۱

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہا کرو۔“

سچائی کے خوگر سفیر کے چہرے اور آواز سے ہی صداقت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سفیر کا مخاطب اثر حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ شفقت، رحمت اور خیر خواہی بھی حسن اخلاق کی واضح علامتیں ہیں ان سے غنوا و درگزر کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح تواضع اور انکساری بھی حسن اخلاق کی علامت ہے تواضع اور انکساری سے آراستہ انسان ہمیشہ خیر و بھلائی پاتا ہے۔ تکبر و نخوت انسان کے لیے جاہی کا باعث بنتی ہے۔ تکبر انسان کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿سَاءَ صَوْفَ عَنِ آيَاتِي الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ۳۲

”میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو پھرا ہوا ہی رکھوں گا جو روئے زمین پر ناحق تکبر

کرتے رہتے ہیں۔“

اسی طرح سورۃ عافر میں تکبرین کی مذمت اس انداز میں کی گئی ہے:

﴿هُوَ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُنْكَبِرٍ جَبَّارٍ﴾ ۳۳

۳۱۔ القرآن الحکیم (التوبہ) ۱۱۹:۹ ۳۲۔ القرآن الحکیم (الاعراف) ۱۳۶:۷

۳۳۔ القرآن الحکیم (المومن) ۳۵:۳۰

”اسی طرح اللہ ہر مفرد و جاہل کے قلب پر مہر لگا دیتا ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تواضع اختیار کرنے اور تکبر سے پہلو تہی کرنے کا حکم دیا اور اللہ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا:

﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۳۴

”اور جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلے اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔“

جب اسلام تواضع، انکساری اور تکبر سے بچنے کا ہر انسان کو حکم دیتا ہے تو سفیر کو تو دوسروں کی نسبت زیادہ تواضع اور مگر المزاج ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔ حق کی طرف دعوت دیتا ہے، لوگوں کے دلوں میں بھی اس انسان کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے جو تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کرے۔ کیونکہ لوگ متکبر انسان کی بات کو قبول نہیں کرتے اور اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں اگرچہ وہ سچی بات ہی کیوں نہ لکے۔

سفیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے کے متعدد طبقات کے ساتھ میل جول رکھے اور لوگوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرے۔ جس سفیر کے لوگوں کے ساتھ گہرے تعلقات و روابط نہ ہوں وہ سفارت کے فرائض بحسن و خوبی ہر انجام نہیں دے سکتا۔ اسلام اخلاق کا دین ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق کے کلیہ عروج تک پہنچانے کے لیے دنیا میں بھیجا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خَلْقٍ عَظِيْمٍ﴾ ۳۵

”اور بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔“

اس کے علاوہ وقاداری، امانت، صداقت، استقامت، صلہ رحمی، بڑوسی سے حسن سلوک، بیچاری سے کنارہ کشی، ایثار، فقراء و مساکین کے ساتھ ہمدردی، عدل و انصاف، مہمان کا اکرام و احترام، یہ سب اخلاق عالیہ کی علامتیں ہیں۔ حقیقی مسلمان اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان بردار ہوتا ہے۔ نافرمان نہیں ہوتا، ضابطہ ہوتا ہے۔ صبر انہیں ہوتا۔ بہادر ہوتا ہے۔ بزدل نہیں ہوتا۔ پیش قدمی کرنے والا ہوتا ہے۔ پیٹھ پھیرنے والا نہیں ہوتا۔ ثابت قدم رہتا ہے۔ لو کڑھاتا ہے نہیں ایک

ایسا مجاہد ہوتا ہے جو پیچھے نہیں ہٹتا۔ وہ اپنے دین کی سر بلندی کے لیے مال اور جان کی سخاوت کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ میدانِ جہاد میں حق کی سر بلندی کے لیے کے لیے داخل ہوتا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا۔ نہ ہی فقر و محتاجی سے ڈرتا ہے۔ اس کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور وہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اور حالات کا مقابلہ جواں مردی سے کرتا ہے۔ یہ تمام اوصاف اعلیٰ اخلاق کی علامت ہیں اور یہ تمام اوصاف صحابہ کرام میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ اور سزائے کرام بھی ان اوصاف سے پیراستہ تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسن اخلاق کے پیکر تھے اور سزائے عظام انہیں صحابہ کرام میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب کئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سزائے کرام جہاں بھی گئے انہوں نے اپنے اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے۔ سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علاء بن الحضرمی مستجاب الدعوتہ تھے۔ ۳۶ اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی دلیل ہے۔ حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ بصری کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ آپ ابھی راستے میں ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرمیل بن عمرو الغسانی ملا اور پوچھا کہ ”کہاں کا ارادہ ہے؟“

آپ نے جواب دیا: ”شام“ اس نے پوچھا ”شاید تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفیر ہو؟“ آپ نے جواب دیا ”ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔“
تو یہ سن کر اس نے آپ کو باندھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اڑا دی۔ ۳۷ اس طرح حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان تو قربان کر دی لیکن سچائی کو نہ چھوڑا۔ حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿صاحب جنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت، ولا رانی﴾

الانبیاء ۳۸

”جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس آنے

سے کبھی نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا مسکرا پڑے۔“

ایک دفعہ تو نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر بھی آپ ﷺ کے لیے بچھا دی اور فرمایا:

﴿اذا جاءکم کفریم قوم فاکرموہ﴾ ۹۹:۱۰۰

”جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز فرد آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔“

ایک موقع پر امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ کو کہا:

﴿مازلت سیداً فی الجاہلیۃ والاسلام﴾ ۱۰۰:۱۰۱

”آپ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ہمیشہ سردار کی حیثیت سے رہے ہیں۔“

اور آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ سے متاثر ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿جریرو منا اهل البیت﴾ ۱۰۱:۱۰۲

”جریر ہم میں سے ہے اور ہمارے اہل بیت کا ایک فرد ہے۔“

چنانچہ یہ تمام اقوال سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ کے

اخلاق عالیہ پر دلالت کرتے ہیں۔ سفیر رسول ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی بہت بااخلاق انسان

تھے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ جب آپ دشمنوں کے زرخے میں

آئے تو آپ نے اس وقت بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا اور ان سے ترش روئی کے لیے پیش نہ

آئے۔ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سفراء عظام حسن اخلاق کے پیکر تھے۔

﴿وَمَا لَنَا لِمَنْ آمَنَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِنَا﴾ ۱۰۲:۱۰۳

”ہم کو کیا ہے کہ ہم تم میں سے جو ایمان لائے، اس سے ڈریں؟“

﴿وَمَا لَنَا لِمَنْ آمَنَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِنَا﴾ ۱۰۳:۱۰۴

”ہم کو کیا ہے کہ ہم تم میں سے جو ایمان لائے، اس سے ڈریں؟“

﴿وَمَا لَنَا لِمَنْ آمَنَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِنَا﴾ ۱۰۴:۱۰۵

”ہم کو کیا ہے کہ ہم تم میں سے جو ایمان لائے، اس سے ڈریں؟“

﴿وَمَا لَنَا لِمَنْ آمَنَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِنَا﴾ ۱۰۵:۱۰۶

”ہم کو کیا ہے کہ ہم تم میں سے جو ایمان لائے، اس سے ڈریں؟“

۳۹- البدایہ النبیہ: ۵۶/۸، ۳۰- الاستیعاب: ۲۳۲/۱-۲، الاصابہ: ۲۳۲/۱



۲ صبر و تحمل

ایک کامیاب سفیر کے لیے صبر و تحمل سے آراستہ ہونا بھی از بس ضروری ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس کو نصف ایمان بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں صبر کا تذکرہ تقریباً (۸۰) مقامات پر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ ۲۲

”نماز اور صبر سے مدد مانگو۔“

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ بے صبری سے اس انداز میں منع کرتے ہیں۔

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَرْشِ مِنَ الرُّسُلِ، وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ﴾ ۲۳

”آپ صبر کیجئے جیسا کہ امت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے حق میں

جلدی نہ کیجئے۔“

صابرین سے محبت کا قرآن پاک میں یہ انداز نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ ۲۴

”اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اللہ رب العزت صبر کرنے والوں کو خوشخبری اس انداز میں سناتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ۲۵

”ثابت قدم رہنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔“

یہ تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صبر اللہ کے نزدیک ایک نہایت پسندیدہ فعل ہے۔ صبر ایک ایسا بنیادی وصف ہے۔ جس کے ذریعے انسان کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے اور صبر جمیل حسن اخلاق ہی کی ایک علامت ہے۔ اور ایک کامیاب سفیر کے لیے صابر و شاکر ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ سفارت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے بہت سے کٹھن مراحل آتے ہیں جہاں صبر جمیل کا سہارا لے کر ہی کامیابی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا جاسکتا ہے۔ مصائب و مشکلات میں ہمیشہ صبر جمیل سے آراستہ لوگ ہی اپنا دامن بچا کر منزل مقصود کی طرف گامزن رہ

۲۲۔ القرآن الحکیم (البقرہ) ۲: ۲۵۔ ۲۳۔ القرآن الحکیم (الاحقاف) ۲۶: ۲۵۔

۲۴۔ القرآن الحکیم (آل عمران) ۳: ۱۴۶۔ ۲۵۔ القرآن الحکیم (الزمر) ۳۹: ۱۰۔

کتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سزواء کرام صبر جمیل کے وصف سے آراستہ تھے۔ جس طرح کہ حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چودہ سال کا عرصہ انتہائی صبر و شکر کے ساتھ دوسرے ملک میں گزارا۔ اس دوران قریش مکہ نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ واپس آجائیں اور اس کے لیے ہر حربہ استعمال کیا تا کہ جب وہ واپس آجائیں تو انہیں دردناک سزا سے دوچار کیا جائے۔ لیکن انہوں نے بڑے حوصلے، جوانمردی اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے طویل عرصے تک حالات کا مقابلہ کیا اور اپنے مشن میں کامیاب رہے اور بالآخر اپنے مہاجر ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اسی طرح حضرت وحید بن غلیف الکلبی ؓ نے شاہِ روم ہرقل کو نبی ؐ کا مکتوب گرامی پہنچانے کے لیے انتہائی کٹھن مراحل کا سامنا انتہائی صبر و تحمل سے کیا اور بالآخر اپنے مشن میں کامیابی حاصل کی۔

حضرت عبداللہ بن حداد ؓ نے شاہِ ایران پرویز بن ہرمز کو نبی کریم ؐ کا مکتوب گرامی دینے کے لیے انتہائی مشکل حالات کا سامنا کیا لیکن آپ بھی صبر جمیل اور بہیم کوشش کرتے ہوئے اپنے مشن میں کامیاب ہوئے آپ ؓ نہایت صابر انسان تھے۔ ایک دفعہ آپ ؓ ایک مصر کے میں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور جب آپ ؓ کو شاہِ روم کے سامنے پیش کیا گیا تو شاہِ روم نے انہیں کہا کہ اگر تم نصرانیت قبول کر لو تو میں تمہیں شریک اقتدار کر لوں گا۔ لیکن آپ ؓ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے آپ ؓ کو تختہ دار پر لایا گیا اور آپ کے گرد نواح میں تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ کی گئی لیکن آپ نہیں گھبرائے۔ تختہ دار سے اتارا گیا تو شاہِ روم نے حکم دیا کہ ایک دیگ میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آگ جلائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر جب پانی اگلنے لگا تو اس کے حکم سے ایک قیدی کو پکڑ کر اس کو کھولتے ہوئے پانی میں پھینکا گیا۔ جس کے پانی میں گرتے ہی اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہو گیا۔ اس کے بعد پھر شاہِ روم نے آپ ؓ کو نصرانیت قبول کرنے کی پیش کش کی تو آپ نے سختی سے انکار کر دیا تو شاہ نے آپ کو بھی اس دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب بادشاہ کے ہر کارے آپ ؓ کو لے کر چلے تو آپ ؓ رو پڑے۔ یہ دیکھ کر شاہِ روم نے آپ ؓ کو واپس لانے کا حکم دیا اور پھر کہا کہ ابھی موقع ہے۔ اگر تم عیسائیت قبول کر لو گے تو تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ تو آپ ؓ نے جواب دیا کہ میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ شاہِ روم نے پوچھا کہ تم روئے کیوں تھے؟ اس پر

حضرت عبداللہ بن حذافہ نے جواب دیا کہ میں اپنی موت سے گھبرا کر نہیں رویا۔ مجھے تو رونا اس بات پر آیا کہ اس موقع پر میری ایک ہی جان ہے۔ کاش کہ میری اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں تو وہ میں سب کی سب اس راہ میں قربان کر دیتا۔ شاہ روم نے کہا کہ اگر تم نصرانیت قبول کر لو تو میں تمہیں اپنا داماد بنا لوں گا اور آدھی سلطنت تمہارے اختیار میں دے دوں گا۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں ایسا کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ تو اس نے کہا کہ اگر تم میرے سر کو چوم لو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا اور تمہارے ساتھ جو اسی مسلمان گرفتار ہیں ان کو بھی آزاد کر دوں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شاہ روم کا سر پکڑ کر چوم لیا۔ تو اس نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ جب آزاد ہو کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب ﷺ کے پاس آئے تو حضرت عمر ﷺ آپ ﷺ کی داستان سن کر خوشی سے آگے بڑھے اور آپ کے سر کو بوسہ دیا۔ ۳۶

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ نہایت صابر انسان تھے اور آپ ﷺ مشکل سے مشکل مواقع پر بھی انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے تھے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ﷺ کو بھی اسکندریہ کے سفر میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مقوقس تک پہنچانے میں نہایت صبر آزمائگی سے گزرنا پڑا۔ اور آپ ہر قدم پر ثابت رہے۔ اسی طرح حضرت شجاع بن وہب الاسدی ﷺ کو حارث بن ابی شمر الغسانی سے ملاقات کے لیے اس کے محل کے دروازے پر ایک طویل عرصے تک صبر و تحمل سے انتظار کرنا پڑا۔ ۳۷

سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن العاص ﷺ نے متعدد مقامات پر صبر و تحمل کے ذریعے بڑی کامیابی حاصل کی۔ سفیر رسول حضرت عثمان بن عفان ﷺ بھی صبر و تحمل کا پیکر تھے۔ مصائب و آلام کو نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کیا وہ آپ اپنی نظیر ہے۔ سینکڑوں وفا شعار غلام اور ہزاروں معاون و انصار سرفروشی کے لیے تیار تھے۔ مگر اس ایوب وقت نے خوزیری کی اجازت نہ دی اور اپنے اخلاقی کریمانہ کار خیزی منظر دکھا کر ہمیشہ کے لیے دنیا سے روپوش ہو گئے۔

ان کے علاوہ حضرت سلیمان بن عمرو الغامری ﷺ، حضرت علاء بن الحضرمی ﷺ، حضرت نہاج بن ابی امیہ المعزومی ﷺ اور حضرت جریر بن عبداللہ الجلی ﷺ۔ غرضیکہ تمام سفرائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان سفارت اور جہاد میں قابل رشک صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیابیاں حاصل کیں۔

4 شجاعت

شجاعت اور بہادری صرف مجاہدین کے لیے ہی ضروری نہیں بلکہ زمانہ امن میں ہر انسان کے لیے اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ شجاعت کے بغیر انسان زندگی کو کامیابی کے ساتھ گزارنے میں ناکام رہتا ہے۔

جس طرح ایک مجاہد کے لیے شجاعت کا ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر میدانِ جہاد میں کامیابی کے جھنڈے نہیں گاڑے جاسکتے۔ اسی طرح عام زندگی میں بھی مصائب و مشکلات اور نامساعد حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے شجاعت کا ہونا از بس ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ سزائے کرام شجاعت و بہادری میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ انہوں نے سفارت کے فرائض بڑی بہادری اور جوانمردی سے سرانجام دیے۔ جو سفیر جس بادشاہ یا سربراہ کی طرف گیا اس نے بغیر کسی جھجک، گھبراہٹ یا ہچکچاہٹ کے پوری جرأت و شجاعت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اس تک پہنچایا۔ اور ہر طرح کے خوف سے بالا تر ہو کر اپنی ذمہ داری پوری کی۔

جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں اس وقت جرأت و شجاعت کے ساتھ اسلام کا تعارف پیش کیا جب قریش مکہ کے سفیر عمرو بن العاص نے نجاشی کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات کا سہارا لیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نجاشی کو برا بھلا کہنے کے نوآموزان اسلام مہاجرین کو جوش سے نکلوانے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جرات مندانہ انداز گفتگو سے نجاشی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے مہاجر ساتھی 14 سال تک مسلسل جوش میں رہے اور جب یہ جوش سے مدینہ منورہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی جرات و شجاعت کو دیکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ میں شریک ہونے والے لشکرِ اسلام کی قیادت کا فیصلہ کرتے ہوئے زید بن حارثہ کو لشکرِ اسلام کا قائد نامزد کیا۔ آپ نے اس تاریخی موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

﴿امیر الناس زید ابن حارثہ فان قتل فجعفر بن ابی طالب، فان قتل

فعبد اللہ بن رواحہ، فان قتل فلیرتضن المسلمون رجلا فيجعلوه عليهم﴾ ۳۸

”لوگوں کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اگر وہ قتل کر دیے جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب اور اگر وہ قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن روح امیر لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی قتل کر دیئے جائیں تو مسلمان اپنے میں سے جسے چاہیں امیر بنالیں۔“

اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب لشکر اسلام کی قیادت حضرت جعفر بن ابی طالب نے سنبھالی تو آپ اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اور جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاپیادہ دشمنوں کی صف میں گھس گئے۔ کئی دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ بالآخر خدا شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر ۹۰ سے زائد زخم آئے۔ ۲۹ ذیہ تاریخ اسلام کا پہلا موقع ہے کسی مجاہد نے اپنے گھوڑے کی ٹانگیں اپنے ہاتھوں سے کاٹ دیں اور اس کو گہرے زخم لگائے تاکہ مدد مقابل دشمن ان کی سواری سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا یہ انداز جرأت و شجاعت پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمرو بن امیہ الضمیر کی میں مثالی نوعیت کی جرأت و شجاعت پائی جاتی تھی۔ جب مشرکین قریش نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مکہ منظرہ میں تختہ دار پر چڑھا دیا اور آپ رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر گئے تو آپ کا جسم اطہر لانے کا فریضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ الضمیر رضی اللہ عنہ کو سونپا۔ آپ اپنی زاویتی جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے اور بغیر کسی ڈر اور جھجک کے حضرت خبیب بن عدی کی لاش کو اٹھا کر چل پڑے قریش مکہ میں سے دو افراد نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو حضرت عمرو بن امیہ نے ایک کو تہ تیغ کر دیا اور دوسرے کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ میں لے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خوشی کا اظہار فرمایا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے اس جرات مندانہ اقدام کے بارے میں سن کر اگشت بدعنوان رہ گئے۔ ۵۰ سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت وحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں لشکر کے ایک دستے کے قائم تھے اور آپ کو یہ فریضہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کی جرأت اور شجاعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے سونپا تھا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ صبر و تحمل کے ساتھ ساتھ جرأت و شجاعت کے بھی پیکر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مواقع پر آپ کو لشکر کی قیادت کا فریضہ سونپا

گیا۔ اہل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے موقع پر نہایت جرات کا مظاہرہ کیا۔ اس کے علاوہ غزوہ احد میں بھی آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ آپ نے اپنی تیر اندازی سے بہت سے مشرکین کو ذبح کیا۔ ۵۲ حضرت شجاع بن وہب الاسدی نے بھی غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں جرات و شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشتر مواقع پر آپ کو لشکر کی قیادت کا فریضہ سونپا۔ آپ ۱۱ ہجری کو جنگ یمامہ میں داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ ۵۳

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ اور رضی اللہ عنہ نے یمن میں پائے جانے والے مرتدین کے خلاف انتہائی جرات و شجاعت، بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیابیاں حاصل کیں۔ اور آپ کی کوششوں سے بہت سے مرتدین از سر نو اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر اور جرنیل صحابہ میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی یمن میں مرتدین کے خلاف بڑے کارنامے سر انجام دیے اور جس سے انہیں دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آنے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ آپ نے عراق، شام اور یرموک کی جنگوں میں بھی جواں مردی کی داستانیں رقم کیں اور اسی بہادری اور جنگی تجربات کی بنا پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کو بیشتر مواقع پر قیادت کے فرائض سونپے۔

حضرت عثمان بن عفان بھی نہایت بہادر صحابی تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سفارت کے لیے قریش مکہ کے پاس بھیجا تو آپ نے انی جان کی پرواہ کیے بغیر مکہ روانہ ہو گئے۔ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سفراء شجاعت و بہادری سے بدرجہ اتم آراستہ و پرآستہ تھے۔

۵۱۔ اسد اللہ ۱۳۲/۳ ۵۲۔ طبقات ابن سعد ۱۱۳/۳ ۵۳۔ طبقات ابن سعد ۹۵۳

حکمت و دانائی

چیزوں کی فضیلت اور افضل مقام کو پہچاننے کا نام حکمت ہے۔ حکمت کا علم صحیح داری کا علم ہے۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ﴾ ۵۴ اور ہم نے لقمان کو حکمت دی۔

حکیمانہ کلام ایک ایسا کلام ہوتا ہے جو الفاظ کی قلت اور معانی و مفہوم کی وسعت پر مشتمل ہوتا ہے۔ حکمت کا لفظ قرآن میں تقریباً ۲۰ آیات میں استعمال ہوا ہے۔ حکمت علم عدل اور حسن تدبیر کا نام ہے۔

نبی کریم ﷺ کے تمام سفراء حکمت و دانائی سے آراستہ تھے۔ کیونکہ سفیر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عاقل و دانش مند ذہین و فطین، زود فہم، تجربہ کار، سلیم الفطرت، سلیم المنطق ہو اور حکمت و دانائی سے بات کرنے۔ اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ چنانچہ تمام سفرائے رسول ﷺ نے سفارت کے فرائض نہایت حکمت و دانائی سے ادا کیے۔ جس طرح کہ سفیر رسول حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں مشرکین مکہ کے سفیر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حیلہ سازی کا دفاع نہایت حکمت و دانائی سے کیا۔ جس سے حبشہ کا حکمران نجاشی اور اس کے حاشیہ نشین حاکم بنوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ۵۵

اسی طرح جب حاکم مضر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھا جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسے ملا تھا۔ تو مقوقس نے سفیر رسول ﷺ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

﴿مَا مَنَعَهُ أَنْ يَدْعُوا إِلَىٰ فَيْسَلْتَ عَلِيًّا؟﴾

”اگر وہ واقعی نبی ہیں تو ان کو کس چیز نے روکا ہے کہ مخالفین کے لیے بددعا کریں اور ان پر غالب آجائیں۔“

یہ سن کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے حکمت و دانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے

فرمایا:

﴿مَا مَنَعَهُ عَيْسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ أَنْ يَدْعُوا عَلِيًّا مِنْ أَبِي عَلَيْهِ؟﴾

۵۴۔ القرآن الکریم (لقمان) ۱۲:۳۱۔ ۵۵۔ السیرۃ النبویہ لابن ہشام/ ۳۶۱-۳۵۸

”عیسیٰ بن مریم کو کس چیز نے روکا کہ ان لوگوں کے خلاف بددعا کریں جنہوں نے ان کا انکار کیا۔“

مقبول سفیر رسول ﷺ کا یہ برجستہ اور حکیمانہ جواب سن کر گھٹت بددعاں رو گیا۔ ۵۶
”تہذیب الاسماء واللغات“ میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ مقبول نے حضرت
حاطبؓ سے سوال کیا۔

﴿اخبرنی عن صاحبک الیس ہونیاً﴾

”مجھے اپنے آقا کے بارے میں بتاؤ کہ کیا وہ نبی نہیں ہیں۔“

تو حضرت حاطبؓ نے فرمایا۔

”نبی“ کیوں نہیں

تو مقبول نے پوچھا۔

﴿لعمالہ یدع علی قومہ حیث اخز جوہ من بلدتہ﴾

”تو انہوں نے اپنی قوم کے لیے بددعا کیوں نہ کی جب ان کی قوم نے ان کو شہر سے نکال دیا تھا۔“

یہ سن کر حضرت حاطبؓ نے فرمایا۔

﴿لعیسیٰ بن مریم حین اراد قومہ صلہ لم یدع علیہم حتی رفعہ اللہ﴾

”جب عیسیٰ بن مریم کو ان کی قوم نے سولی پر لٹکانے کا فیصلہ کیا تھا تو انہوں نے اس

کے خلاف دعا کیوں نہ کی یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔“

یہ جواب سن کر مقبول بولا

﴿احسننت انت حکیم جنت من حکیم﴾

”بہت خوب تم خود بھی دانا ہو اور ایک دانا انسان کی طرف سے میرے پاس آئے

ہو۔“ ۵۷

سفیر رسول ﷺ حضرت عمرو بن العاصؓ بھی بہت حکیم و دانا انسان تھے۔ آپ ﷺ

کی اکثر باتیں حکمت و دانائی سے پر ہوتی تھیں آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

﴿واعمل لبدنیاک کما نکت تعيش ابداً وواعمل لآخرتک کما نکت تموت غذا﴾ - ۵۸

”اپنی دنیا کے لیے اس طرح کام کرو جیسے تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کے لیے اس طرح کام کرو گویا کہ تم کل مر جاؤ گے۔“

امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک روز پوچھا۔

﴿ما بلغ من عقلک؟﴾ ”تم اپنی عقل سے کس مقام پر پہنچے ہو۔“

تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا۔

﴿ما دخلت فی شیء قط فکرتہ الا خرجت منه﴾

”میں جب بھی کسی ناگوار صورتِ حال سے دوچار ہوا تو میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ (یعنی میں کسی مہم میں داخل ہونے سے پہلے اس سے نکلنے کا راستہ دیکھ لیتا ہوں۔)“ - ۵۹

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اقوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی پر دلالت کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سفراءِ کرام نے عقل و دانش اور حکمت و دانائی کے ساتھ سفارت کے فرائض انتہائی کامیابی سے ادا کئے۔ تمام سفراءِ چون کہ اسلام کے داعی اور مبلغ تھے تو انہوں نے دعوت و تبلیغ اور سفارت کے فرائض قرآن حکیم کے اس حکم کو پیش نظر رکھتے ہوئے سرانجام دیے۔

﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جاد لهم بالئحی

ہی احسن ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیلہ و هو اعلم بالمعتدین﴾ - ۶۰

”اور بلاؤا اپنے پروردگار کی راہ کی طرف حکمت سے اچھی نصیحت سے اور ان کے ساتھ پسندیدہ طریقہ سے بحث کرو۔ بے شک تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔“

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سفراءِ حکمت اور دانائی سے آراستہ تھے اس لیے انہوں نے سفارت کا فریضہ نہایت کامیابی سے سرانجام دیا۔

۹ منصوبہ سازی

کامیابی کے ساتھ سفارت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے سفیر کو حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فوری طور پر منصوبہ سازی کی صلاحیت سے آراستہ ہونا از بس ضروری ہے۔ منصوبہ سازی کی بنیاد درحقیقت عقل و دانش پر ہوتی ہے۔ ذہین و فطین انسان ہی باحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے کامیابی کی راہیں محفوظ کرنے کے لیے منصوبہ سازی کر سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تمام سفراء بڑے ذہین و فطین اور عقل و دانش سے پوری طرح آراستہ تھے اور منصوبہ سازی میں بے مثال تھے۔

نبی کریم ﷺ کے تمام سفراء کرام میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ منصوبہ سازی کے حوالے سے زیادہ نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے بیشتر مقامات پر حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے۔ یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں للطین میں مسلمانوں کے قائد تھے۔ اور اسلامی لشکر کا مقابلہ رومی فوج سے تھا جس کا قائد "ارطبون" تھا۔ ایک دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ رومی لشکر کے ہارے میں تفصیلی معلومات حاصل کی جائیں۔ تو یہ بھیس بدل کر رومی قائد اربطون کے پاس پہنچ گئے۔

اور اس سے ملاقات کے دوران خود کو لشکر اسلام کے امیر کا نمائندہ ظاہر کیا۔ دوران گفتگو رومی قائد اربطون کو یہ احساس ہوا کہ یہ تو لشکر اسلام کا قائد اور امیر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی دانش مندی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے رومی قائد اربطون کو جل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اور رومی لشکر کی صورت حال کا پتہ خود مشاہدہ کرتے ہوئے سلامت واپس لوٹ آنے میں کامیاب ہوئے۔ جب امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔

اور جب رومی قائد اربطون کو یہ پتہ چلا کہ مجھ سے ملاقات کر کے جانے والا واقعی لشکر اسلام کا قائد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھا تو اس نے اس موقع پر برطانیہ کا اعتراف کیا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس دور کا بہت بڑا زیرک اور منصوبہ ساز قائد ہے۔

ﷺ نے لسطین کے مشہور و معروف شہر ”فیساریہ“ ۱۲ھ کو فتح کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے لسطین کے شہر ”غزہ“ ۱۳ھ میں پڑاؤ کیا۔ غزہ کے سردار نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے پاس اپنی طرف سے کسی آدمی کو نمائندہ بنا کر بھیجیں تاکہ میں اس سے جادلہ خیال کروں۔ حضرت عمر بن العاص ﷺ نے اس معاملے میں بہت غور و فکر کیا اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ اس نازک ترین موقع پر نمائندگی کا حق ادا کرنے کے لئے مجھے ہی جانا ہوگا۔ لہذا آپ ﷺ خود ہی سردار کے پاس پہنچ گئے۔ اس سے گفتگو کی اور اس کی باتیں سنیں اور وہ گفتگو میں بڑا ہوشیار اور زاہر دکھائی دیا۔

لسطین کے سردار نے حضرت عمرو بن العاص ﷺ سے پوچھا۔

﴿حدثنی اهل فی اصحابک احد مشکک؟﴾

”مجھے بتاؤ کہ کیا تمہارے ساتھیوں میں کوئی تم جیسا (ذہین و فطین) شخص موجود ہے؟“

تو حضرت عمرو بن العاص ﷺ نے جواب دیا۔

﴿لا تسالوا عن هذا انی هین علیہم اذا بعثوا بی الیک و عرضونی

لما عرضونی له و لا یذرون ماتصع بی﴾

”اس بارے میں کچھ نہ پوچھئے۔ میں تو اپنے ساتھیوں میں سب سے ادنیٰ انسان ہوں اسی لئے انہوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ آپ میرے ساتھ کیا سلوک کروں۔“

یہ سن کر اس سردار نے حضرت عمرو بن العاص ﷺ کو بہت سے قیمتی تحائف دیئے اور قافراں لباس پیش کیا۔ اور ساتھ ہی دروازے پر پہرے دار کو یہ پیغام بھجوادیا کہ جب مسلمانوں کا یہ نمائندہ قلعے کے دروازے سے گزرنے لگے تو تم لو اسے اس کی گردن اڑا دینا۔ ۱۳ھ

حضرت عمرو بن العاص ﷺ اس سردار کے پاس سے اٹھے اور باہر چل پڑے تو راستے میں غسان کا ایک عیسائی ملا۔ اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ:

﴿یا عمرو اقد احسنت الدخول فاحسن الخروج﴾

”اے عمرو ﷺ! جس حسن و خوبی سے اندر تشریف لائے ہیں اسی حسن و خوبی اور احتیاط سے باہر نکلتا۔“

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس کے اعزاز و گفتگو سے پہچان گئے کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ تو وہیں سے واپس فلسطین کے سردار کے پاس دوبارہ آئے۔ اس نے پوچھا خیر تو ہے؟ واپس کیوں لوٹ آئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”جناب آپ نے مجھے جو تحائف عنایت کئے ہیں یہ تو میرے لیے کافی نہیں ہوں گے کیونکہ میرے چچا زاد بھائی جو کہ میرے دست و بازو ہیں وہ بھی مجھ سے مطالبہ کریں گے۔“

وہ تقریباً دس افراد ہیں۔ جو بروقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ میرے معاون ہیں اور میرے لئے حفاظتی امور کی انجام دہی میں ان کی بڑی اہم اور نمایاں خدمات ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اگر اجازت دیں تو میں ان دس افراد کو آپ کے پاس لے آؤں۔ آپ قہقی تحائف دے کر انہیں بھی شکر یہ کا موقع دیں۔ ایک آدمی کو احسان مند کرنے کی بجائے اگر آپ دس آدمیوں کو تحائف دے کر اپنا گرویدہ بنا لیں گے۔ تو یہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔“

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنتے ہی اس سردار نے خوشی کا اظہار کیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید کی کیوں کہ یہ تجویز سن کر اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہم ایک کی بجائے دس افراد کو بڑی آسانی سے تہ تیغ کر دیں گے۔ اور اس سے ہمارے مد مقابل دشمن کی کمزور ٹوٹ جائے گی۔ لہذا اس نے دروازے پر متعین پہرے دار کو یہ پیغام بھیج دیا کہ مسلمانوں کے نمائندے کو دروازے پر کچھ نہ کہا جائے بلکہ اعزاز و کرام کے ساتھ اسے الوداع کیا جائے۔ اس طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دشمن کے زرخے سے امن و سلامتی کے ساتھ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۶۵

غرضیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سفارت کے فرائض سونے ان میں دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ منصوبہ سازی کے وصف کو بطور خاص پیش نظر رکھا۔ اور یہ وصف تمام سفراء کرام میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ اور مشکل مقامات سے آسانی کے ساتھ گزر جانے کی وہ مہر پور صلاحیت رکھتے تھے۔

شخصی وجاہت

نبی کریم ﷺ نے سفارت کے لیے جن صحابہ کا انتخاب کیا۔ ان میں دیگر خویزوں کے علاوہ آپ ﷺ نے انتخاب کرتے وقت شخصی وجاہت کو بھی پیش نظر رکھا۔ اگرچہ اسلام میں ظاہری خوب صورتی کو کسی کے فضل و شرف کے لیے کوئی بنیادی اہمیت نہیں دی گئی کیونکہ دین اسلام میں کسی شخص کے نکال کو جانچنے کے لیے ہمیشہ اس شخص میں پائے جانے والے جوہر کو دیکھا جاتا تھا۔ ظاہری خوبصورتی کو چنداں اہمیت نہیں دی جاتی اور اسلام میں گورے اور کالے میں کوئی تمیز نہیں برتی جاتی۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَىٰ﴾ ۶۶

”تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا بھی ارشاد ہے:

﴿كَلِمَاتُ بَنِي آدَمَ وَأَدَمَ خَلْقٍ مِنْ تَرَابٍ﴾ ۶۷

”تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم کوٹی سے پیدا کیا گیا۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَىٰ

قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ﴾ ۶۸

”اللہ تمہاری صورتوں اور دولت کو نہیں دیکھے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے

ہیں۔“

اس لئے جہاں تک عام مسلمانوں کا تعلق ہے تو اسلام میں انہیں برابری کی سطح پر دیکھا

جاتا ہے۔ تمام کے حقوق یکساں تصور کئے جاتے ہیں۔ تمام مسلمان آپس میں اخوت کے رشتے

میں منسلک ہیں۔ اس لحاظ سے تمام کو مساوی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک انتظامی

۶۶۔ لحد المرید ۱۲۲/۱

۶۷۔ المنسوی فیض القدر مختصر شرح الجامع الصغیر (جلال الدین السيوطی) دوا الاحیاء

الکتاب العربیہ، عیسیٰ البابی الحلینیہ وشرکاء۔ ۲/۱۵۸

۶۸۔ فیض اللہ بختیاری شرح الجامع الصغیر ۱۲۲/۱

امور کا تعلق ہے تو اس اعتبار سے ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق فرائض سونپے جاتے ہیں۔ امرونی و ظاہری صلاحیتوں کے اعتبار سے ہر انسان دوسرے سے مختلف دکھائی دیتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام میں سے سفراء کا انتخاب کرتے ہوئے جہاں جوہر قابلِ کو بخش نظر رکھا وہاں ظاہری شکل و صورت اور شخصیت کو بھی آپ ﷺ نے خصوصی ترجیح دی۔ کیونکہ مد مقابل پر سب سے پہلا اثر ظاہری شکل و صورت کا پڑتا ہے۔

سفیر رسول ﷺ حضرت جعفر بن ابی طالب نہایت حسین و جمیل انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک دفعہ یہ ارشاد فرمایا تھا۔

﴿اشبهت خلقی و خلقی﴾ ۱۹

”تم عبادات اور شکل و صورت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔“

حضرت جعفر بن ابی طالب ﷺ بڑی بارع شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کی

شہادت کے بعد تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

﴿ما رأيت شاباً من العرب كان خيراً من جعفر﴾ ۲۰

”کہ میں نے عرب میں جعفر سے بہتر کوئی نوجوان نہیں دیکھا۔“

حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ نہایت خوبصورت انسان تھے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ان کا چہرہ ایسا خوبصورت تھا کہ نگاہوں کو خیرہ کئے دیتا اور حسن و جمال میں ان کی مثال دی جاتی تھی۔

تہذیب الاسماء واللغات میں ان کے بارے میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

﴿كان دحية بن خليفة الكلبى جميلاً من اجمل الناس﴾ ۲۱

”دحیہ بن خلیفہ الکلبی لوگوں میں سب سے خوبصورت انسان تھے۔“

تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں یہ مذکور ہے۔

﴿وكان اجمل الناس وجهاً﴾ ۲۲

”ان کا چہرہ تمام لوگوں میں زیادہ خوبصورت تھا۔“

الاصابہ میں ان کی تعریف میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

﴿بضرب به المثل فی حسن الصورة﴾ ۳۷

”حسن صورت کے حوالے سے آپ کی مثال دی جاتی تھی۔“

سفرِ رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن حذافہ السہمیؓ بڑے خوبصورت اور وجیہ انسان تھے۔ روی فوج نے جب آپ ﷺ کو گرفتار کیا اور شاہِ روم کی بیٹی کی نظر جب ان پر پڑی تو اس نے آپ ﷺ کے ساتھ شادی کی دلی رغبت کا اظہار کیا اور یہ شرط عائد کر دی کہ یہ اگر عیسائیت قبول کر لے تو میں اس کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن حضرت عبد اللہؓ نے صاف انکار کر دیا اور شاہِ روم کو دونوں انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے اسلام ہر چیز سے زیادہ عزیز

—

سفرِ رسول ﷺ حضرت حاطب بن ابی بلتعنہؓ بھی بڑے حسین و جمیل تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں آپ ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا ہے۔ ۴۷ حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ بھی دراز قد انسان تھے اور ایک بار عربِ شخصیت کے مالک تھے۔ ۵۷ حضرت عمرو بن العاصؓ اگر چاہتے بے قد کے مالک نہیں تھے لیکن آپ ﷺ کی شخصیت بہت زیادہ بارعب تھی۔ اور آپ اپنے ظاہری رکھ رکھاؤ کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ۶۷

حضرت علماء بن الحضریؓ کی ظاہری حسن و جمال کے بارے میں تاریخ میں کوئی ذکر تو نہیں ملتا لیکن چونکہ آپ ﷺ بنو امیہ کے حلیف تھے اور بنو امیہ کا خاندان سرزمینِ عرب میں حسن و جمال اور اختیارات و اقتدار کے حوالے سے معروف تھا تو اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حلیف ہونے کی وجہ سے حسن و جمال کے اعتبار سے آپ ﷺ ان سے ملتے جلتے ہوں گے۔

حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ کے بارے میں بھی آپ ﷺ کے خاندانی پس منظر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بھی حسین و جمیل انسان تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت امام سلمہؓ کے حقیقی بھائی تھے اور حضرت ام سلمہؓ حسن و جمال اور عقل و دانش سے آراستہ

۴۳۔ ۱۱۔ ص ۳۳/۱۔ ۴۴۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۳

۴۵۔ طبقات ابن سعد ۳/۹۳۔ ۴۶۔ اسد الغابہ ۳/۱۱۷

و پیراستہ تھیں۔ حضرت جریر بن عبد اللہ الجلیؓ بھی نہایت حسین و جمیل تھے۔ ایک دفعہ جب آپ ﷺ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی فرمایا۔

﴿وان علی وجہہ مسحة ملک﴾ ۷۷

”بے شک ان کے چہرے پر فرشتوں کا سایہ ہے۔“

حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا:

﴿جو یو یوسف هذه الامة﴾ ۷۸

”جریر اس امت کے یوسف ہیں۔“

آپ ﷺ کے دراز قد کے بارے میں تہذیبِ الاسماء واللغات میں اس طرح تذکرہ

ہے:

﴿وکان طویل القامة یصل الی سنام البعیر﴾ ۷۹

”حضرت جریرؓ اس قدر دراز قد تھے کہ ان کا سر اونٹ کی گوبان کے برابر ہوتا تھا۔“

سفیر رسول ﷺ حضرت عثمان بن عفانؓ بھی نہایت حسین و جمیل انسان تھے۔ اور آپ ﷺ ایک بار عرب شخصیت کے مالک تھے۔ انسان کی شخصی وجاہت دیکھنے والے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سفارت کے فرائض کی ادائیگی کے لئے منتخب کیا تو ان کی ظاہری شکل و صورت، حسن و جمال، رعب و دبدبہ اور قد کاٹھ کو پیش نظر رکھا۔ اس طرح سزائے عظام دیگر ان گنت خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی نہایت حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے۔



اثرات و نتائج

دینی اثرات ❁

معاشرتی اثرات ❁

سیاسی اثرات ❁

معاشی اثرات ❁



اثرات و نتائج

عہد نبوی میں سفارتی و رابع سے مختلف ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے اور ان میں دعوت دین اور اشاعت حق کے لئے کام کرنے کے بہت سے دور رس نتائج برآمد ہوئے۔ سب سے زیادہ اہم فائدہ تو یہی ہوا کہ بہت سے حکمرانوں قبائل کے سرداروں اور سیاسی راہنماؤں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور دعوت دین کے کام میں خود بھی شریک ہو گئے۔ معاشرہ کے ان اثر و رسوخ والے طبقات کے اسلام قبول کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی رعایا اور ان کے زیر اثر لوگ بھی دلچسپی اور جستجو کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور بہت تھوڑے عرصے میں یہ لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

بعض حکمرانوں نے اگرچہ اسلام قبول تو نہیں کیا لیکن ذہنی طور پر یہ بات ماننے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام حق و صداقت کا دین ہے۔ اور محمد ﷺ دعوت دین کا کام مخلصانہ طور پر اسلام کی حقانیت کی بنا پر کر رہے ہیں۔ ملکوں اور علاقوں پر قبضہ کرنا یا اپنی مملکت کی سرحدوں کو وسیع کرنا ان کا مقصد نہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اسلام قبول کرنے والے حکمرانوں یا قبائل کی سرحدوں کو حکومت و قیادت سے برطرف نہیں کیا کرتے تھے بلکہ انہی لوگوں کو برقرار رکھتے تھے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے بے مثال عزم و استقامت نے ان حکمرانوں کو یہ سوچنے پر بھی مجبور کر دیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ آج جس اعتماد و یقین کے ساتھ اسلام کی دعوت دے رہے ہیں مستقبل میں یہ دین ضرور کامیاب اور غالب ہو گا۔ انہی وجوہات کی بنا پر بہت سے حکمرانوں نے رسول اکرم ﷺ کے ان سفراء کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، انہوں نے ان سفیروں کو تحفے پیش کئے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی تحائف بھیجے تاکہ دوستانہ تعلقات قائم کر سکیں۔

شاہِ فارس کسری اور کچھ دوسرے حکمرانوں نے سفراء الرسول ﷺ سے اچھا سلوک نہیں کیا اور رسول ﷺ کے مکتوبِ گرامی کے جواب میں سخت رد عمل کا مظاہرہ کیا۔ کیونکہ انہیں اپنی طاقت اور حکومت کا گھمنڈ تھا لیکن جلد ہی جسمِ فلک نے ان کی اس طاقت اور حکومت کا شیرازہ کھمکتا ہوا دیکھا۔

ان سفارتی سرگرمیوں کا جو فوری فائدہ ملا وہ یہ تھا کہ ان حکمرانوں کے جوابات اور ان

کے رد عمل نے ان کے مقاصد اور سیاسی رجحانات کو واضح کر دیا۔ جس کی روشنی میں مملکت اسلامیہ کے لیے ان کے ساتھ مستقبل کی پالیسی مرتب کرنا اور ان کے ساتھ آئندہ تعلقات کی نوعیت متعین کرنا آسان ہو گیا۔

اس کے علاوہ بھی سفراء کی ان دعوتی سرگرمیوں کے بہت سے اثرات و نتائج وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سامنے آئے جو کہ درج ذیل ہیں:

معاشرتی اثرات	✽	دینی اثرات	✽
معاشری اثرات	✽	سیاسی اثرات	✽

۱ دینی اثرات

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو دعوت اسلام کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے اس حکم کی فوری تعمیل کی اور اس دعوت کا آغاز اپنے اہل خانہ سے کیا۔ پھر خاندان والوں کو اور اس کے بعد اہل مکہ کو اسلام کی دعوت پیش کی اور اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آئیں جن کا آپ ﷺ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

آپ ﷺ کا اولین مقصد دعوت اسلام کو اطراف و اکناف عالم تک پہنچانا تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے آپ ﷺ نے اذن الہی سے اپنے ارد گرد کی ریاستوں کے امراء و سلاطین کو اسلام کی دعوت پہنچانے کا آغاز کیا۔ اور اس عالمی دعوت کے سلسلے کا آغاز آپ ﷺ نے ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد کیا۔ اور اپنے سفراء کو خطوط دے کر ان امراء و سلاطین کے پاس بھیجا۔ اس سفارت کا اولین مقصد اشاعت اسلام ہی تھا۔

ان مکتوبات میں سے کچھ کا اثر تو فوری طور پر ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ یہ مکتوب جن امراء اور بادشاہوں کے پاس گئے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں سے ایک حاکم بحرین منذر بن سادی ہیں جو مکتوب نبوی ﷺ سے متاثر ہو کر سفیر رسول ﷺ حضرت علاء بن الحضری رضی اللہ عنہ سے جن سلوک سے پیش آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بحرین کے بیشتر باشندے مسلمان ہو گئے۔ اور جس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے اپنے سفیر کو بھیجا وہ اس

علاقے میں کما حقہ پورا ہو گیا۔

سربراہ عمان جعفر بن جندی اور اس کے بھائی عبد بن جندی نے بھی سفیر رسول اللہ ﷺ حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح یہاں بھی مکتوبِ نبوی کا فوری اثر ہوا اور مقصودِ نبوی پورا ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک اور صحابی حضرت سہاجر بن ابی امیہؓ کو یمن کے سردار حارث بن عبد کلال کی طرف دعوتِ اسلام دے کر بھیجا اور اس نے بھی اسلام کی حقانیت کو اپنے دل میں محسوس کیا اور اپنے بھائیوں، نعیم بن عبد کلال اور شرحبیل بن عبد کلال کے ساتھ اسلام قبول کر لیا اور صدقِ دل سے نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے۔ اور ساتھ ہی انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ ہمیں دینِ اسلام کے احکام کے بارے میں تفصیل سے بتایا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل الانصاری کو یمن میں معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا جنہوں نے وہاں جا کر اسلام کی تبلیغ کی اور یمن میں اسلام بہت تیزی سے پھیلنا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں بیشتر اہل یمن نے اسلام قبول کر لیا۔

دعوتِ اسلام اور اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں سب سے بڑی جو کامیابی حاصل ہوئی وہ شاہِ حبشہ نجاشی کا اسلام قبول کرنا تھا۔ اس کی طرف نبی کریم ﷺ نے ہجرتِ حبشہ کے موقع پر حضرت جعفر طیارؓ کو اور ۶ ہجری میں حضرت عمرو بن امیہ الضمیریؓ کو بھیجا۔ ۹ ہجری میں جب نجاشی فوت ہوا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نجاشی اسلام قبول کر چکا تھا اور اس کی عظمت و توقیر نبی کریم ﷺ کے دل میں موجود تھی۔

ذوالکلاع یمن کی ایک چھوٹی سی ریاست کا امیر تھا۔ اس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ الجہلیؓ کو بھیجا۔ اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی بیوی ضربیہ بنت ابرہہ اور بھائی ذوعمرہ بھی مسلمان ہو گئے۔ قبولِ اسلام کے بعد اس نے ۴ ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اسے نبی کریم ﷺ کی زیارت تو نہ نصیب ہوئی لیکن اس نے اسلام کی بہت زیادہ خدمت کی۔ عہدِ صدیقی میں فتنہ ارتداد کے خاتمے میں اور اس کے بعد بہت سے معرکوں میں اسلام کی خدمت کی۔ چنانچہ یہاں بھی سفارتِ نبوی

ﷺ کا مقصد فوری طور پر پورا ہو گیا اور تیزی سے دین اسلام کی اشاعت ہوئی یہ تو وہ امراء و سلاطین تھے کہ جن کے قلوب پر دعوت اسلام فوری اثر انداز ہوئی اور دین اسلام ان کے علاقوں میں بہت تیزی سے پھیلا۔ کیونکہ ان کے اسلام قبول کر لینے سے ان کی رعایا بھی مسلمان ہو گئی کیونکہ اس دور میں رعایا وہی مذہب اختیار کرتی تھی جو ان کے بادشاہوں کا ہوتا تھا۔

لیکن ان کے علاوہ کچھ امراء و سلاطین ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے اسلام کی حقانیت کو اپنے دل میں محسوس تو کیا لیکن دولت و حکومت کی محبت ان پر غالب آ گئی اور انہوں نے سفیر رسول کا اکرام بھی کیا اور اسلام کی حقانیت کا اقرار بھی لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ ان میں سر فرست شاہ روم ہرقل ہے کہ جس نے حضرت وحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ سے اسلام کی باتیں سن کر اور مکتوب نبوی ﷺ پڑھ کر اس کے اثرات اپنے دل میں محسوس کئے۔ اور نبی کریم ﷺ کی تائید و تصدیق کی لیکن درباریوں کا دباؤ اور حکومت چھین جانے کا خوف اس پر غالب آ گیا اور اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

حاکم مصر مقوقس جو کہ شاہ روم کے ماتحت تھا۔ اس کی دلی حالت بھی ہرقل سے کچھ مختلف نہ تھی اس نے بھی اپنے دل میں اسلام کی حقانیت کو محسوس کیا اور اسے تسلیم بھی کیا۔ اس نے سفیر رسول ﷺ حضرت حاطبؓ سے اسلام کے بارے میں سوالات بھی کئے۔ اور ان کے برجستہ جواب سن کر وہ حیران رہ گیا۔ اور آپ کی باتوں کی تائید کی۔ لیکن اسلام قبول نہ کیا اور سفیر رسول ﷺ کو واپسی پر نبی کریم ﷺ کے لیے بہت تحائف دیے اور مکتوب کو محفوظ کر لیا۔ اور ایک خط بھی دیا جس میں آپ ﷺ کے نبی برحق ہونے کی تصدیق و تائید کی۔

اگرچہ مقوقس اور ہرقل نے اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن ان بات کے ضمن میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے پاس نبی کریم ﷺ نے جو سفارتی مشن بھیجے وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے۔ ان دونوں کا اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لینا بھی ایک کامیابی تھی جو یہاں سفارت کے نتیجے میں حاصل ہوئی۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد ایک وقت ایسا آیا جب ان دونوں کے ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور ان کے زیر اقتدار آ گئے۔ اور ان پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور پھر وہاں تیزی سے اسلام پھیلا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ فتح کے سلسلے میں ان دونوں ممالک میں جو تیزی سے اشاعت اسلام ہوئی اس

کی بنیاد اس وقت سے پڑی اور اس کا آغاز اس وقت ہوا جب نبی کریم ﷺ نے اپنے سرفراہ کو ان ممالک میں اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجا۔

اس کے علاوہ حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ یمامہ کے سردار ہوؤہ بن علی کے پاس دعوتِ دین لے کر گئے۔ تو اس نے اس عظیم سعادت سے منہ موڑ لیا۔ اگرچہ وہ اسلام کی حقانیت کا معترف ہوا اور حضرت سلیط کے دلائل سے قائل بھی ہوا۔ اور اس کی سرداری نبی برحق کی غلامی میں آنے کی راہ میں رکاوٹ بن گئی اور اس نے اسلام قبول کرنے کے لئے حکومت میں حصے کی پیشکش کر دی۔ حالانکہ یہی پیشکش تو مکتوبِ نبوی ﷺ میں موجود تھی کہ تم اسلام قبول کرو تو تمہاری حکومت تمہارے ہاتھ میں ہی رہے گی۔ لیکن اس کی عقل و فہم نے اس کی توجہ اس طرف مبذول نہ کروائی اور وہ اپنی آنکھوں پر بندھی لالچ کی پٹی اور حکومت کرنے کے شوق میں اس نور کو نہ پہچان سکا۔ جس کی دعوت حضرت سلیط رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے لے کر گئے تھے۔ اس طرح ہوؤہ حالتِ کفر میں ہی مرا۔ لیکن حضرت سلیط رضی اللہ عنہ جو دینِ اسلام کی چنگاری وہاں چھوڑ آئے اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور ہوؤہ کے مرنے کے بعد اہل یمامہ کی ایک بڑی جماعت مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر مشرف باسلام ہو گئی۔

کچھ امرا و سلاطین ایسے بھی تھے جنہوں نے اسلام کی دعوت کو نہایت حقارت سے دیکھا اور ٹھکرادیا۔ کیونکہ ان کو اپنی حکومت اور طاقت پر گھمنڈ تھا۔ ان میں ایک شاہِ ایران کسریٰ پرویز ہے جس نے غیظ و غضب میں آ کر مکتوبِ نبوی ﷺ کو پھاڑنے کی جسارت کی اور حاکمِ مصر حارث بن ابی شمر انصاری نے دعوتِ اسلام سن کر آگ گولا ہو گیا اور اپنی فوج کو مدینہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا۔ لیکن شاہِ روم کی مداخلت سے وہ اس سے باز رہا۔ ان دونوں حکمرانوں نے جس چیز پر گھمنڈ کرتے ہوئے اسلام کی دعوت کو ٹھکرادیا وہ بھی ان کے پاس نہ رہی اور جلد ہی ان کے علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

شاہِ ایران کسریٰ کے مکتوبِ نبوی ﷺ کو پھاڑنے کی پکڑ اللہ نے اس طرح کی کہ اس کے بیٹے شیریو نے کو اس پر مسلط کر دیا۔ اور اس نے حکومت حاصل کرنے کے لئے اپنے ہی باپ کو قتل کر دیا اور خود بھی زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس تخت پر دس حکومتیں بدلیں

اور آخری حکمران یزدگرد تھا جس سے بلاآخر عہد فاروقی میں مسلمانوں نے حکومت چھین لی اور پورے ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہاں تیزی سے اسلام پھیلا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو سرفراز مختلف بادشاہوں کی طرف روانہ کئے اور جس مقصد کے لیے روانہ کئے۔ وہ پورا ہو گیا۔ کہیں فوراً اسلام پھیلا اور کہیں کچھ تاخیر سے، کسی نے تائید و تصدیق کی اور کسی نے انکار لیکن ہر جگہ اسلام کی کرنیں ضرور پھوٹیں کہیں جلد کہیں دیر سے۔ اور جن امراء و سلاطین نے اپنی حکومت پر گھمنڈ کیا ان کی حکومت بھی ایک دن مسلمانوں کے قبضے میں آگئی اور مسلمانوں کو جو عظیم کامیابیاں حاصل ہوئیں ان کی بنیاد وہی سفارتی مشن تھے جو نبی کریم ﷺ نے ۶ ہجری اور اس کے بعد روانہ کئے۔

۲ معاشرتی اثرات

اسلام کی آمد سے انسانی معاشرے میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا ہوا۔ کیونکہ اسلام نے معاشرتی زندگی کے لیے جو نہری اصول دیے اس کے انسانی معاشرے پر بڑے گہرے اثرات پڑے۔

اسلام نے کسی کا ناحق خون بہانے اور کسی سے از خود بدلہ لینے پر قدغن لگادی اور قتل کا بدلہ (قصاص) لینے کی ذمہ داری حکمران وقت پر ڈال دی۔ اور ساتھ ہی ساتھ قصاص کو معاشرتی زندگی کے لئے بطور علامت متعارف کرایا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَاۤاُولِيۤالْاَلْبَابِ﴾

قصاص کے ساتھ ہی مقتول کے ورثا کو معاف کر دینے پر آمادہ کرتے ہوئے ان کی

اخلاقی عظمت کو اجاگر کیا۔ اور فرمایا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحَرْبُ بِالْحَرْبِ

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عَفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاَتْبَاعُ بِالْمَعْرُوْفِ

وَ اَدَّآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنْ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲﴾

”اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے باب میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے میں آزاد غلام کے بدلے میں غلام عورت کے بدلے میں عورت ہاں جس کسی کو اس کے فریق مخالف سے کچھ معافی حاصل ہو جائے، سو مطالبہ معقول طریق پر کرنا چاہیے۔ اور مطالبہ کو اس (فریق) کے پاس خوبی سے پہنچا دینا چاہیے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے۔ سو جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

اس کے علاوہ اسلام نے معاشرے میں خوشحالی اور امن کی زندگی گزارنے کے لئے شادی بیاہ خرید و فروخت، معاشرتی آداب، خاندان اور بیوی کے حقوق، اولاد اور والدین کے حقوق و فرائض اور رشتوں کے تقدس کے حوالے سے احکامات نازل کئے۔ اور اسی طرح معاشرے میں رہنے بہنے کے طریقے بتائے، ایک دوسرے کے گھر جانے کے آداب سے روشناس کرایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾ ۳۲

”اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں مت داخل ہو جب تک کہ اجازت نہ حاصل کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔“

اسی طرح معاشرے میں کامیاب اور خوشگوار تعلقات کو فروغ دینے پر زور دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا۔

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا﴾ ۳۳

”اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب تم عہد کر چکے ہو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد مت توڑو اس صورت میں کہ تم اللہ کو گواہ بنا چکے ہو۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلْيَتَمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ﴾ ۳۴

”ان کا معاہدہ ان کی مدت (مقررہ) تک پورا کرو۔“

یہ اور اس کے علاوہ اسلام کی جتنی بھی معاشرتی اقدار ہیں ان سب کو غیر مسلم معاشرے میں متعارف کرانے کے لئے سفراء الرسول ﷺ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ ان ہی کی سفارت کی بدولت یہ اعلیٰ معاشرتی اقدار دوسرے معاشروں تک پہنچیں اور وہ ان سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کی سب سے بڑی مثال حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نجاشی کے دربار میں اسلام کا مفصل تعارف پیش کرنا اور اسلام کی معاشرتی اقدار کو متعارف کرانا ہے۔ جب سفیر قریش عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ نجاشی کے دربار میں پیش ہوئے اور فریاد کی ”اے بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ آئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے لیکن آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ۔ ہمیں آپ کی خدمت میں انہی کی بابت ان کے والدین اور کنبہ قبیلے نے بھیجا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ انہیں ان کے پاس واپس بھیج دیں۔“ یہ سن کر نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا اور ان سے استفسار کیا تو مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

”اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں جلتا تھی۔ ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ قربت داروں سے تعلق توڑتے تھے۔ مسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھارہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول ﷺ بھیجا۔ اس کی عالیٰ نبی سچائی اور پاک دامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے، قربت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور خرام کاری اور خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اور فواحش میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور نپاک دامن عورتوں پر چھوئی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔“

الغرض نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے نہ صرف نجاشی متاثر ہوا بلکہ عمرو بن العاص کو بھی اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی اور یہ تقریر اسلام کے معاشرتی

احکام کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے اور ساتھ ہی اس میں مسلم اور غیر مسلم معاشرتی اقدار کا تقابل بھی ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے خوبصورت پیرائے میں پیش کیا۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی دیگر سفارتوں کے بھی اسلامی معاشرے پر اور اسلام کے ان معاشروں پر گہرے اثرات پڑے۔ حضرت وحیہ بن خلیفہ جب شاہِ روم کے دربار میں گئے تو انہوں نے وہاں اسلام کا تعارف نہایت اچھے انداز میں پیش کیا۔ اور جب یہ مملکتیں جہاں جہاں نبی کریم ﷺ کی سفارت گئی۔ کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئیں۔ تو ان کے ساتھ گھٹنے ملنے سے اسلامی معاشرے کے اثرات ان ممالک پر پڑے۔

سیاسی اثرات

داخلی اور خارجی سیاست کے معاملات میں عوام کے نمائندوں سے مشورہ کرنا جدید جمہوریت کی بنیاد ہے۔ لیکن یہ اصول سب سے پہلے قرآن نے بتایا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

﴿وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ نَبِيِّهِمْ﴾

چنانچہ اسلام نے سیاست اور حکومت کا ایک ایسا نظام پیش کیا جس میں حکمران اپنی رعایا کا خدا نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ جبکہ عہدِ جاہلیت میں معاملہ اس کے برعکس تھا۔ حکمران اپنی رعایا کے خدا بنے ہوتے تھے اور ایک پتہ بھی ان کی اجازت کے بغیر نہ ہلتا تھا۔ اسلام نے اس قسم کی کوئی تخصیص نہ کی بلکہ اعلیٰ اقدار دیں اور ان اقدار کو دوسرے معاشروں میں متعارف کرانے میں کچھ حصہ سفرائے کرام کا بھی ہے جو نبی کریم ﷺ نے مختلف علاقوں کی طرف بھیجے۔ نبی کریم ﷺ نے دیگر ممالک سے جو سفارتی تعلقات قائم کئے اس کے سیاسی طور پر بھی بہت دور رس اثرات سامنے آئے جن کو ایک دینا نے دیکھا۔

شاہِ روم ہرقل نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا کیونکہ اسے اپنی سلطنت چھین جانے کا خطرہ تھا لیکن اس وقت انہیں یہ خبر نہ تھی کہ جس حکومت اور سلطنت پر فخر کرتے ہوئے وہ یہ دعوت ٹھکرار ہے ہیں وہ تقریب مسلمانوں کے قبضے میں آجائے گی۔ چنانچہ یہی ہوا اور کچھ ہی عرصے

کے بعد حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں روم پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ وہی سلطنت جس پر شاہِ روم اور اس کے درباریوں کو گھمنڈ تھا مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئی۔ چنانچہ یہ سیاسی طور پر ایک بڑی کامیابی تھی اور اس کی بنیاد وہی سفارت تھی جو نبی کریم ﷺ نے اس ملک میں بھیجی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے ایک اور سفارتی مشن ایران کی جانب روانہ کیا جہاں سفارت کے فرانس حضرت عبداللہ بن حذافہ نے سرانجام دیے۔ شاہِ ایران نے نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی چاک کر دیا۔ کیونکہ اسے اپنی حکومت پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ اپنی رعایا کو اپنا غلام سمجھتا تھا اور نبی کریم ﷺ کا بادشاہوں کو مخاطب کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ بادشاہ اپنے عوام کے خدا بنے ہوئے تھے اور بادشاہ کا جو مذہب ہوتا رعایا بھی وہی مذہب اختیار کرتی۔ چنانچہ بادشاہ کے راہِ راست پر آنے سے اس کی عوام کے سدھرنے کے امکانات بھی بہت زیادہ تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے براہِ راست حکمرانوں کو مخاطب کیا اور شاہِ ایران کسریٰ کو دعوتِ اسلام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ لیکن اس نے مکتوبِ نبوی چاک کر دیا۔ اور اپنے گورنر باذان کو خط لکھا کہ اس خط کے پیچھے والے کو گرفتار کر کے میری خدمت میں پیش کیا جائے۔ لیکن حالات نے پلٹا کھایا اور باذان تمام اہل یمن کے ساتھ مسلمان ہو گیا اور شاہِ ایران نے مکتوبِ نبوی کو پھاڑنے کی جو جسارت کی تھی اس کی پکڑ اللہ نے اس طرح کی کہ اس گستاخی کے کچھ عرصہ کے بعد ہی اس کے بیٹے شیرویہ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے اس کو قتل کر دیا۔ اور خود مستند اقتدار سنبھالی۔ لیکن وہ بھی زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا۔ اور چار سال کے عرصے میں ایران میں دس حکومتیں بدلیں۔ آخری بادشاہ بزد گرد تھا۔ عہدِ فاروقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قادیسیہ میں فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ اور اسی معرکہ کے خاتمہ میں کسریٰ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا۔ اور ایرانی پر ہمیشہ کے لیے سرنگوں ہو گیا۔ اور اسلامی علم بڑی شان و شوکت کے ساتھ ایران کی سرزمین پر لہرانے لگا۔ قادیسیہ کے بعد تمام چھوٹے چھوٹے علاقوں کو مسلمانوں نے ہآسانی فتح کر لیا۔ اور بالآخر پورے ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے دمشق میں بھی سفارت بھیجی۔ عہدِ فاروقی میں اس پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ حضرت خالد بن ولید نے ۱۴ ہجری میں اپنے حسن تدبیر سے اس کو مسخر کر لیا۔

نبی کریم ﷺ نے جب مصر کی طرف سفارت بھیجی تو اس وقت اس کا سربراہ مقوقس تھا

جس نے حکومت کے لالچ میں اسلام قبول نہ کیا لیکن اس کے ملک کو بھی عہد فاروقی ﷺ میں مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاص ﷺ نے یہ اصرار حضرت عمر فاروق ﷺ سے اجازت لے کر چار ہزار فوج کے ساتھ مصر پر حملہ کیا اور چھوٹے چھوٹے علاقوں پر قبضہ کرتے ہوئے فسطاط کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عمر ﷺ نے اس وقت ان کی درخواست پر امدادی فوج بھیج دی۔ سات ماہ بعد حضرت زبیر کی غیر معمولی شجاعت سے یہ قلعہ مسخر ہوا۔ اس کے بعد فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھیں اور اس کو بھی فتح کر لیا۔ اسکندریہ فتح ہوتے ہی تمام مصر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور بہت سے قسطنطنیہ اور غلبت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس طرح اس سفارت کے بھی سیاسی طور پر بہت گہرے اثرات پڑے۔ اس وقت نہ سکی لیکن تھوڑے عرصے کے بعد ہی وہ مقصد حاصل ہو گیا جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے اپنے سفیر کو بھیجا تھا۔

ان کے علاوہ جن امراء سلاطین نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو ان کے عہدے پر برقرار رہنے دیا۔ ان میں حاکم بحرین منذر بن ساوی، یمن کے سربراہ حارث بن عبد کلال انجری، یمن کی ایک ریاست کے سردار ذوالکلاع، سردار عمان جبیل بن جندی شامل ہیں۔ ان کے ساتھ سفارتی رابطہ قائم کرنے کا پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ فوراً مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو ان کے عہدے پر بھی برقرار رہنے دیا اس کا سیاسی طور پر یہ نتیجہ نکلا یہ تمام ریاستیں مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئیں اور اسلام کو وسعت ملی۔ الغرض اس طرح سفارت نبوی ﷺ کے سیاسی اثرات بھی ظاہر ہوئے۔ جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ان سفارتی تعلقات کو فروغ دینے کے جتنے مقاصد تھے وہ کما حقہ پورے ہوئے۔

معاشی اثرات

۲

سفرائے کرام کی سفارتی سرگرمیوں کے جہاں بہت سے دوسرے اثرات مرتب ہوئے وہاں ان کے معاشی اثرات بھی ظاہر ہوئے۔ جب سفراء کی دعوت سے جو امراء و سلاطین مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کے ساتھ ہی ان کی رعایا نے اسلام قبول کر لیا تو ان پر اسلام کی طرف سے زکوٰۃ نافذ ہوئی اور جنہوں نے اپنے مذہب پر رہتے ہوئے جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی ان

سے جزیہ وصول کیا۔ یوں مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے جزیہ جیسے محصولات کی ایک کثیر تعداد مدینہ میں پہنچی تو اس سے مسلمانوں کی معاشیات پر بھی اثرات پڑے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو حاکم بحرین منذر بن سادی کے پاس دعوت اسلام دے کر بھیجا تو ساتھ ہی ایک تفصیلی خط بھی دیا جس میں اونٹ، گائے، بکری، پھل اور دیگر مال کی زکوٰۃ کے بارے میں تفصیلات درج تھیں۔

آپ ﷺ کی دعوت پر منذر نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور ساتھ ہی بحرین کے اکثر عرب مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت علاء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق وہیں رہے اور اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کرتے اور فقرا میں تقسیم کرتے۔ اس طرح وہاں کے غریب باشندوں کا معاشی مسئلہ بہتر طور پر حل ہوا۔ اور بحرین میں رہنے والے یہودی نصاریٰ اور مجوسیوں نے منذر اور حضرت علاء رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹکس کے معاملے پر صلح کر لی اور وہ ٹکس دینے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو یمن کے سردار حارث بن عبدالکلال الحمیری کی طرف دعوت اسلام دے کر بھیجا۔ جس سے حارث ہو کر حارث بن عبدالکلال الحمیری نے اسلام قبول کر لیا۔ اور ساتھ ہی بہت سے یمنی باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔ یہ خوش خبری لے کر حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ کو انہیں یمن کے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ تو نبی کریم ﷺ نے ان کو دوبارہ یمن کی طرف بھیجا۔ اس دفعہ آپ ﷺ نے ان کو یمن کے دو صوبوں کنہ اور الصدف کا عامل بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ نے وہاں جا کر مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں سے ٹکس وصول کیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی وفات تک وہاں اپنا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب عمان کے سربراہ جیبر بن جلدی کو دعوت اسلام دی اور اس نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حکم سے عمان میں ہی رہے اور آپ ﷺ نے بھی زکوٰۃ اور ٹکس وصول کئے۔ اور اس کام میں جیبر اور اس کے بھائی عبد نے ان کی مدد کی۔ وہ اس طرح کہ صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ان کو آزاد چھوڑ دیا۔ اور جس کسی نے ان کی مخالفت کی ان کے خلاف حضرت عمرو کے مددگار ثابت ہوئے۔

چنانچہ ان ممالک میں جہاں سفارتِ نبوی کے نتیجے میں فوراً لوگ مسلمان ہوئے اور تیزی سے اسلام کی اشاعت ہوئی وہاں اس کے معاشی اثرات بھی فوراً سامنے آئے۔ ان علاقوں سے بڑی تعداد میں زکوٰۃ اور ٹیکس کی آمدن ہوئی اور مدینہ میں بچپنی جسے فوراً بیت المال میں جمع کر دیا جاتا۔ اور مستحق اور نادار صحابہ کی اس سے مالی مدد ہوتی اور جنگ کی تیاری بھی کی جاتی۔

جن ممالک کے امرا و سلاطین فوری مسلمان نہ ہوئے بلکہ انہوں نے دعوتِ اسلام کو ٹھکرا دیا۔ جیسے ایران، مصر اور مشق وغیرہ وہاں سفارتِ نبوی کے معاشی اثرات فوری طور پر ظاہر نہ ہوئے بلکہ جب عہدِ صدیقی اور عہدِ قارونی میں مسلمانوں نے ان علاقوں کو فتح کیا تو اس وقت ان علاقوں سے بہت سا مالِ نعمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اور بیت المال کی آمدنی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

الغرض نبی کریم ﷺ کے تمام سفیر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے انہوں نے بلا خوف و خطر سفارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اسلام کی جہتِ طور پر اشاعت کی اور نبی کریم ﷺ کی ہر لحاظ سے عمدہ ترجمانی کی اس طرح ان کے اس طریقِ سفارت کے اسلام اور اسلامی معاشرے پر بہت سے اثرات مرتب ہوئے۔ اور مقصودِ نبوی ﷺ کا حقہ پورا ہو گیا۔



حرف آخر

کسی بھی ملک کی حکومت میں سول سروس کا وہ شعبہ جس کا مقصد دوسرے ممالک کی برسرِ اقتدار حکومتوں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا ہوتا ہے۔ سفارتی شعبہ کہلاتا ہے۔

سفارت کا یہ عہدہ نیا نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس وقت کے طریق سفارت اور موجودہ طریق سفارت میں بڑا واضح فرق ہے۔ عہدہ قدیم میں جب لوگ گروہوں اور قبائل میں منقسم تھے تو ان میں صدیوں پرانی رقابتیں اور دشمنیاں چلی آرہی تھیں تو اس وقت بھی وہ اصلاح احوال کے لئے اور باہمی تنازعات کے حل کے لئے سفارت پر یقین رکھتے تھے۔

آہستہ آہستہ اس طریق سفارت نے ترقی کر لی اور آج اپنی موجودہ شکل میں اس طریق سفارت سے کافی مختلف ہے جو عہدہ قدیم میں رائج تھا۔ موجودہ دور میں دو ممالک کے آپس میں تعلقات سفارت کے ذریعے سے قائم ہوتے ہیں۔ اور سفارت کے فرائض انجام دینے والا فرد سفیر کہلاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون میں سفیر اس نمائندے کو کہا جاتا ہے جو ایک حکومت دوسری حکومت کے سربراہ کے لیے نامزد کرتی ہے۔ یعنی اسے نمائندہ بنا کر بھیجتی ہے۔

اس عہدہ سفارت کی ذمہ داری نہایت اہم ہوتی ہے۔ اسی لحاظ سے سفیر کو بھی نہایت ذمہ دار شخص ہونا چاہیے کیونکہ اس کی سفارت پر دو ممالک کے تعلقات کا انحصار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے تقرر کے سلسلے میں بھی بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ سفیر کو منتخب کرتے وقت اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہوں جو اس کی سفارت کو کامیاب اور موثر بنائیں یعنی اس میں عقل و دانش ہو، وہ دیانت دار ہو تاکہ کسی لالچ میں آ کر اپنے ملک و آقا کے خلاف غداری کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ اس میں اپنے ملک کی نمائندگی کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم پائی جائے۔ اس کے علاوہ اس کو مختلف زبانوں کا ماہر ہونا چاہیے۔ الغرض اس میں وہ تمام خصوصیات ہوں جن کا ایک سفیر میں پایا جانا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ حکومت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ سفیر کے تمام حقوق کا خیال رکھے۔ اور سفیر کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے فرائض ذمہ داری اور اخلاص سے نبھائے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دور حکومت میں ہم عصر حکومتوں کے ساتھ سفارتی روابط اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے اسی طریق سفارت کو رواج دیا اور اپنے سفراء کا انتخاب کرتے وقت انہی خصوصیات کو مد نظر رکھا جو ایک سفیر میں پائی جانی ضروری ہیں۔ اور ان تمام اصول و ضوابط کا خیال رکھا جو کہ اس ضمن میں مہذب ممالک میں رائج تھے۔

آپ نے ان حکومتوں سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی طرف جو قدم بڑھایا اس کا اولین مقصد دعوت و اشاعت اسلام تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ نے ۶ ہجری میں اپنے صحابہ کو مختلف امراء و مسلمانین کی طرف روانہ کیا۔

آپ ﷺ کے سفراء میں حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ، حضرت عبداللہ بن حذافہ الکلبیؓ، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ الکلبیؓ، حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ، حضرت سلیمان بن عمرو العامریؓ، حضرت عمرو بن العاص القرظیؓ، حضرت حارث بن عمیر الازدویؓ، حضرت علاء بن الحضرمیؓ، حضرت قباہ بن ابی امیہ الجرمویؓ، حضرت جریر بن عبداللہ الجلیؓ، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ شامل ہیں۔ یہ تمام سفراء اعلیٰ اوصاف اور خوبیوں سے مزین تھے۔ اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے سفارت کے فرائض پوری ذمہ داری سے ادا کئے۔

ان سفراء کرام کی سفارتی و دعوتی سرگرمیاں تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کی دعوت و سفارت کا مقصد ہی اشاعت اسلام تھا۔ یہ جن امراء و مسلمانین کے پاس گئے ان میں سے کچھ نے تو فوراً اسلام قبول کر لیا۔ ان میں عمان کے سربراہ جعفر بن جلندی اور اس کے بھائی عبد بن جلندی شامل ہیں۔ جنہوں نے سفیر رسول ﷺ حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں اسلام کو قبول کیا۔ حاکم بحرین منذر بن ساوی جنہوں نے حضرت علاء بن الحضرمیؓ کے ہاتھ پر اور ذوالکلاع جو یمن کا سردار تھا اس نے حضرت جریر بن عبداللہ الجلیؓ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام

قبول کر لیا۔ ان کے علاوہ شاہ حبیب شاہی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ان کے علاوہ یمن کے سربراہ حارث بن عبدالکمال نے بھی حضرت مہاجرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

کچھ امرا و سلاطین ایسے ہیں جنہوں نے اسلام کی تائید بھی کی اور تصدیق بھی سزا سے حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کی اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحائف بھی پیش کیے۔ لیکن حکومت کے لالچ میں اسلام قبول نہ کیا۔ ان میں شاہ روم ہرقل شامل ہے جس کے دربار میں حضرت وحید بن خلیفہ الکھیؓ نے اسلام کی دعوت پیش کی۔ مقوقس حاکم مصر جس کے پاس حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ گئے۔ انہوں نے حکومت کے شوق میں اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ ان میں سے کچھ امرا و سلاطین ایسے بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی حکومت پر فخر و غرور کرتے ہوئے اسلام کی دعوت کو نہایت حقارت سے سنا اور ٹھکرا دیا۔ ان میں سر فرست شاہ ایران کسریٰ پرویز ہے جس نے سفیر رسول ﷺ سے مکتوب نبوی لیا۔ پڑھا اور اسے چاک کرنے کی جرات کی۔ دمشق کے سربراہ حارث بن ابی شمر الغسانیؓ نے بھی حضرت شجاع سے دعوت اسلام سنتے ہی غصے میں آ کر اپنی فوج کو مدینے پر چڑھائی کا حکم دیا۔ لیکن حاکم مصر کی مداخلت سے یہ معاملہ ٹل گیا۔ کیونکہ دمشق کا یہ سربراہ حاکم مصر کے ماتحت تھا۔

ان امرا میں سے ہوذا بن علی احمسی ایسا شخص ہے جو اسلام کی دعوت سے متاثر بھی ہوا اور اس نے اسلام قبول کرنے کے لیے آمادگی بھی ظاہر کی لیکن ساتھ ہی اس نے قبول اسلام کے لیے کچھ شرائط رکھ دیں۔ اور بلا آخر حالت کفر میں ہی اس کا خاتمہ ہوا۔

الغرض مختلف ممالک میں سفارت سے مختلف قسم کے نتائج ظاہر ہوئے۔ اور جو سفراء نبی کریم ﷺ نے ان ممالک میں بھیجے ان میں وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو ایک سفیر بالخصوص پیغمبر کے سفیر میں ہونی چاہئیں۔ وہ ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اطاعتِ رسول ہی ان کی زندگی کا مقصد تھا، شجاع اور بہادر تھے صبر و تحمل کے خوگر تھے اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے حکمت و دانائی جیسی صفت سے متصف تھے بڑے پائے کے منصوبہ ساز تھے فصیح و بلیغ تھے اور علم جیسی نعمت سے مالا مال تھے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے ایک اور خوبی کو پیش نظر رکھا وہ ظاہری شخصیت اور وجاہت تھی کیونکہ مقابل پر سب سے پہلا اثر شخصیت کا ہوتا ہے۔ الغرض سفراء

الرسول ﷺ ہر طرح کی خصوصیات سے مزین تھے۔

ان سفراء کی سفارت کے نتیجے میں اسلام کو جو فوائد حاصل ہوئے اور جو اثرات و نتائج ظاہر ہوئے وہ بہت دور رس تھے۔ اس سفارت کے دینی اثرات بھی ظاہر ہوئے معاشرتی بھی سیاسی طور پر بھی مسلمانوں کو فائدہ حاصل ہوا اور معاشی لحاظ سے بھی اسلام کو تقویت ملی۔ اس طرح سفراء رسول ﷺ نے سفارت کے ذریعے دین اسلام کو چار دانگ عالم میں متعارف کرانے کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

نبی کریم ﷺ کے جملہ سفراء کرام عظمت کے مینار تھے۔ ان میں شاہین کا تجسس، عقاب کی نگاہ، شیروں کا حوصلہ، چیتے کا عزم، پہاڑوں کا وقار، سمندروں کا متوج، دریاؤں کا شور، آبشاروں کا ترنم، پھولوں کی مہک، بلبل کی چمک، سبزہ زاروں کی لطافت، باؤ صبا کی ٹھنڈک اور طوفانوں کی بیت پائی جاتی تھی۔ وہ جدھر سے بھی گزرے اپنی یادوں کے خوشگوار اثرات چھوڑتے چلے گئے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم تربیت نے انہیں کندان بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سربراہ مصر مقوقس نے جب نبی کریم ﷺ کے سفیر حاطب بن ابی بلتعفہ ﷺ کے طرزِ تکلم آدابِ گفتگو اور سلیقہ شکاری کو دیکھا تو بے ساختہ پکارا تھا۔

﴿احسنت انت حکیم جنت من عند حکیم﴾

”بہت خوب یوں دکھائی دیتا ہے کہ آپ خود بھی دانائیں اور بہت بڑے دانائے کی طرف سے یہاں آئے ہیں۔“

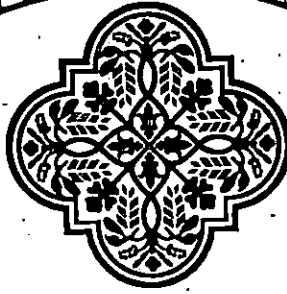
غرضیکہ سفراءِ انبی ﷺ کی سفارت نے اسلام کی سر بلندی و سر فرازی کے لیے بنیادی طور پر اہم کردار ادا کیا۔ بلاشبہ سفراءِ انبی ﷺ صبر و عظمت کے کوہِ گراں آیدار کے نشانِ جلیل و دین کے علمبردارِ مملکتِ علم و عمل کے تاجدارِ قرآن و سنت کے امینِ امتِ مسلمہ کے محسن اور سلطنتِ مدینہ کے ترجمانِ حق بیان تھے۔

وصلی اللہ علیہ علی النبی محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم و بہ تتم

الصالحات

ضروری نوٹ ویادداشت

A series of 15 horizontal lines for writing, separated by thin black lines. The lines are contained within a larger rectangular frame with a brick-like border. The lines are currently blank.



غزوة، شہادت

اور

ہجرت کے احکام

تالیف:

عزیز الرحمن زبیر اکشرین نواب سید محمد عتیق الحسن خان

ترجمہ

عبد الصبور۔ ایم۔ اے

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مَوْلَانَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
مَوْلَانَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
مَوْلَانَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حیات طیبہؐ کے مفرد انداز میں لکھی گئی کتاب

المصطفیٰ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سیر

تالیف

امام الحَضْرَة
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

NEW DELHI-110002

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي هدانا لهذا
 ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله
 الحمد لله الذي هدانا لهذا
 ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله
 الحمد لله الذي هدانا لهذا
 ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله
 الحمد لله الذي هدانا لهذا
 ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله
 الحمد لله الذي هدانا لهذا
 ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

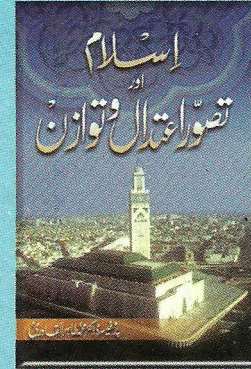
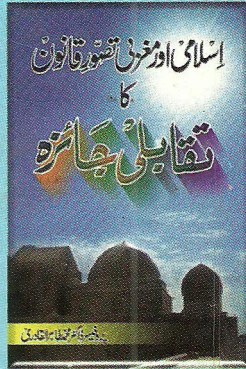
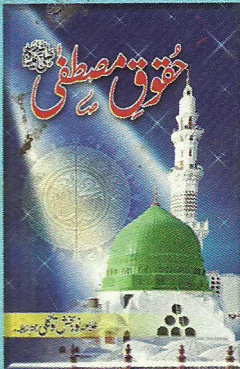
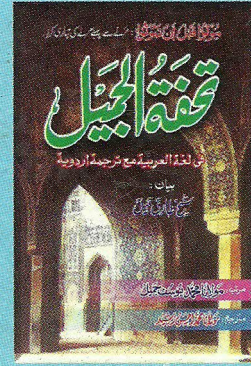
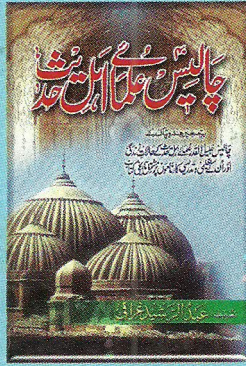
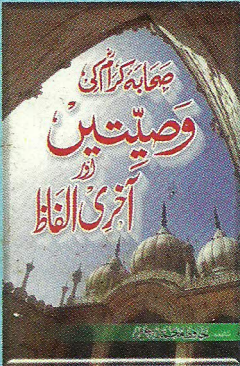
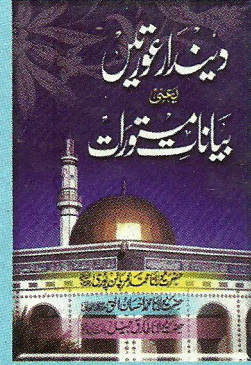
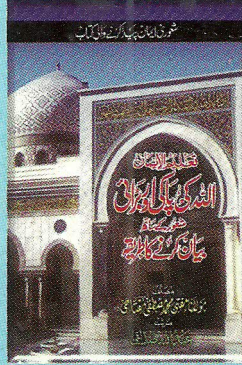
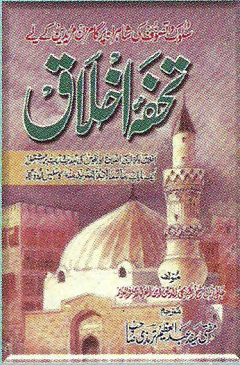
مصادر ومراجع

١-	القرآن الكريم	
٢-	اسد الغابه في معرفة الصحابة	ابن اثير الجذري
٣-	الكامل في التاريخ	ابن اثير الجذري
٤-	المحجر	ابن حبيب محمد
٥-	الاصابة في تمييز الصحابة	ابن حجر العسقلاني
٦-	فتح الباري	ابن حجر العسقلاني
٧-	تهذيب التهذيب	ابن حجر از عسقلاني
٨-	جوامع السيرة	ابن حزم علي بن احمد
٩-	جمهرة اتساب العرب	ابن حزم علي ابن احمد
١٠-	الطبقات الكبرى	غلامه ابن سعد
١١-	عيون الاثر	ابن سيد الناس
١٢-	العقد الفريد	ابن عبد ربه
١٣-	الاستيعاب في معرفة الاصحاب	ابن عبد ربه
١٤-	الدرر في مختصر المغازي والسير	ابن عبد ربه
١٥-	فتوح مصر و المغرب	ابن عبد الحكيم
١٦-	زاد المعاد في هدى خير العباد	ابن قيم الجوزية

۱۷-	البدايه والنهائه	حافظ ابن كثير
۱۸-	لسان العرب	ابن منظور الافريقي
۱۹-	السيرة النبوية	ابن هشام
۲۰-	سنن ابى داؤد	ابو داؤد سليمان بن اشعث
۲۱-	مكاتب الرسول	على بن حسين بن على
۲۲-	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل
۲۳-	ايران بعهد ساسانيان	ڈاڪٽر محمد اقبال
۲۴-	الجامع الصحيح للبخارى	امام محمد بن اسماعيل بخارى
۲۵-	غزوة موته	محمد احمد باشميل
۲۶-	محيط المحيط	بطرس بستانى
۲۷-	فتوح البلدان	احمد بن يحيى بن جابر البلاذرى
۲۸-	انساب الاشراف	البلاذرى
۲۹-	البدء والتاريخ	ابو احمد بن سهل
۳۰-	التاج فى اخلاق الملوك	الجاحظ
۳۱-	سيرت عمر بن عاص	حسن ابراهيم حسن
۳۲-	تاج العروس فى جواهر القاموس	محمد مرتضى الزبيدى
۳۳-	انسان العيون فى سيرة الامين والمأمون	على بن برهان الدين الحلبي
۳۴-	معجم البلدان	ياقوت بن عبدالله الحمدي
۳۵-	رسول الله صلى الله عليه وسلم كى سياسى زندگى	ڈاڪٽر حميد انور

٣٦-	مجموعه الوثائق السياسية في عهد النبوى والخلافة والراشده	ڈاکٹر حمید اللہ
٣٧-	قادة فتح الشام و مصر	محمود شيت خطاب
٣٨-	دائرة معارف اسلاميه اردو	دانش گاه پنجاب لاهور
٣٩-	تاريخ جمهورية روما	ڈبليو اى هيث ليند
٣٠-	العبر في خبر من غير	شمس الدين ذهبى
٣١-	سيز اعلام النبلاء	شمس الدين ذهبى
٣٢-	المفردات في غريب القران	الراغب اصفهاني
٣٣-	مسلمانوں كے سياسي افكار	رشيد احمد
٣٣-	شرح على المواهب اللدنيه	محمد بن عبد الباقي الزرقاني
٣٥-	الادب العربي	احمد حسن الزيات
٣٦-	المعجم الوسيط	احمد حسن زيات
٣٧-	اعلام صحابه	سيف الدين الكاتب
٣٨-	تاريخ الخلفاء	جلال الدين سيوطى
٣٩-	الروض الانف	عبدالرحمن بن احمد السهلى
٥٠-	سيرة النبى	شبلې نعمانى
٥١-	الرحيق المختوم	صفى الرحمن مبارك پورى
٥٢-	تاريخ الامم والملوك	محمد بن جرير الطبرى
٥٣-	الخلفاء الراشدون	عبدالوهاب النجار
٥٣-	عمر بن عاص	محمد فرج المصرى

۵۵-	صبح الاعشىٰ فى صناعة الانشاء	ابو العباس احمد
۵۶-	القاموس المحيط	محمد بن يعقوب
۵۷-	امناع الاسماع	تقى الدين المقرئى
۵۸-	فيض القدير مختصر شرح جامع الصغير	عبدالرؤف المناوى
۵۹-	تهذيب الاسماء واللغات	امام نورى
۶۰-	نقوش رسول نمبر	اداره فروغ اردو لاہور
۶۱-	كتاب المغازى	محمد بن عمر بن واقد الواقدى
۶۲-	قطظية	پير لاديم مترجم غلام رسول مہر
۶۳-	الفاروق	محمد حسين هيكل
۶۵-	عثمان بن عفان	محمد حسين هيكل
۶۶-	تاريخ يعقوبى	محمد بن يعقوب يعقوبى
۶۷-	انسائيكلو پيڈيا آف اسلام	ليڈن اى جى برل (انگلش)
۶۸-	انسائيكلو پيڈيا آف امريکہ	انگلش
۶۹-	انسائيكلو پيڈيا برٹانيا	انگلش
۷۰-	المينار	انگلش، عربى ڈکشنرى
۷۱-	تاريخ زوال روما	انگلش
۷۲-	بين الاقوامى تعلقات	مطبعة لندن (انگلش)
۷۳-	آکسفورڈ ڈکشنرى	انگلش



Rs.60/-

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi - 2
 Phones : 23289786, 23289159 Fax : 23279998 Res.: 23262486
 E-mail : farid@ndf.vsnl.net.in Websites : faridexport.com, faridbook.com